بعونہ تعالےٰ شانہ

خطوط منشی امیر احمد

۱۳۲۸ھ

جس میں

حضرت امیر مینائی مرحوم کے سوانح ان کے کلام پر ریویو اور موازنہ امیر و داغ

شامل ہے

مولفہ

محمد احسن اللہ خاں ثاقب

ابن

مولوی محمد نصر اللہ خانصاحب بہادر صدر الصدور مرحوم دہلوی ثم اکبرآبادی

حسب فرمائش جناب سید کاظم علی صاحب شوکت بلگرامی

سید فضل الحسن حسرت موہانی بی اے نے اپنے

اردو پریس علی گڈھ میں چھاپا اور شائع کیا

LYTTON LIBRARY M. A. O. COLLEGE ALIGARH

رسالہ اردوے معلی علی گڑھ

[illegible] چھپائی [illegible] قیمت سالانہ مع محصول [illegible] کے
تین متفرق پرچوں کا مجموعہ [illegible] محصول ڈاک
ذریعہ [illegible] میں روانہ کیا جاتا ہے۔
مقاصد [illegible] اور [illegible] درخواست خریداری
بنام سید فضل الحسن حسرت موہانی بی اے
ایڈیٹر اردوے معلی علیگڑھ

نوٹ اردوے معلی کے ساتھ [illegible] ضمیمہ [illegible] اساتذہ قدیم و جدید کے دواوین سے ایک کا انتخاب شائع ہوتا ہے۔ رسالہ کی قیمت مع [illegible] دواوین [illegible] سالانہ مع محصول ہے۔

نوٹ [illegible] کوئی شخص اردوے معلی [illegible] مع ضمیمہ کا [illegible] نہیں ہو سکتا [illegible]

قیمت فی جلد مع محصول ڈاک — مجموعہ — نظم و نثر [illegible]

مثنوی سراپا سوز [illegible] مختصر
مثنوی [illegible] محبت نواب محبت خان محبت
طلعت شمس سید [illegible] علی شمس لکھنوی مع مختصر
حالات [illegible] مرتبہ حسرت
موہانی بی اے ایڈیٹر اردوے معلی علیگڑھ

اردوے معلی جلد دہم و یازدہم

[illegible] سے [illegible] تک کے پرچے
[illegible] مجموعہ [illegible]
[illegible]

دیوان غالب

مع شرح

از سید فضل الحسن حسرت موہانی بی اے ایڈیٹر اردوے معلی [illegible]

جسکی خوبی کا سب سے بڑا ثبوت [illegible]
[illegible]
[illegible] غالب کے حالات [illegible] غالب کی
شاعری [illegible] دیوان مع شرح [illegible]
[illegible] غالب میں [illegible]

نوٹ [illegible] درخواست [illegible]
محصول [illegible]

انتخاب اردوے معلی

[illegible] اردوے معلی [illegible]
[illegible] جلدوں کے [illegible]
[illegible]
[illegible] مجموعہ [illegible]

دیوان [illegible] حسرت [illegible]
دیوان [illegible]
دیوان [illegible] مع مقدمہ [illegible]
دیوان حسرت [illegible]
دیوان شیفتہ [illegible]
مع مقدمہ [illegible]

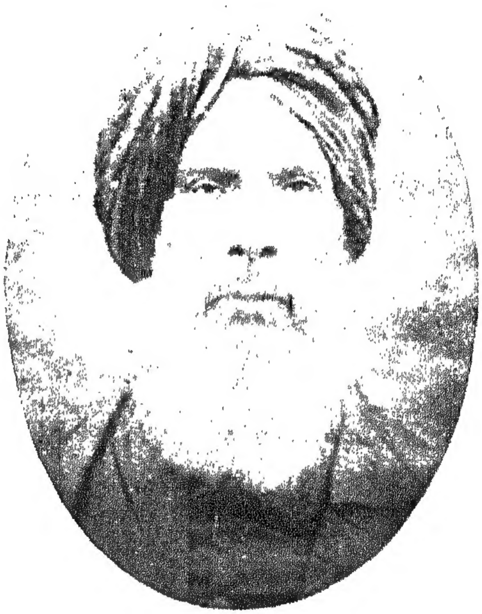

M.A.LIBRARY, A.M.U.

U4722

ا

ریویو

از شمس العلما حضرت خواجہ الطاف حسین صاحب حالی

مکتوبات امیر

کتاب مندرجہ عنوان کا مسودہ جو میرے لایق دوست خواجہ محمد احسن اللہ خاں ثاقب مدیر رسالہ مرحوم "قند پارسی" نے مرتب کیا ہے میری نظر سے گذرا۔ خواجہ صاحب موصوف جناب منشی امیر احمد صاحب مغفور سے نسبت تلمذ رکھتے ہیں انکا شاگردانہ خلوص اس بات کا مقتضی تھا کہ اپنے واجب التعظیم اُستاد کا حق شاگردی کسی مناسب پیرائے میں ادا کریں۔ اول انھوں نے ان کی سوانح عمری لکھنے کا ارادہ کیا مگر بعض اسباب سے جن کا ذکر انھوں نے دیباچہ میں کیا ہے میٹیریل بہت کم میسر آیا۔ پھر ان کے مکتوبات جمع کرنے کی طرف توجہ کی لیکن باوجود اسکے کہ ایک عالم سے جناب ممدوح کی خط کتابت تھی خطوط بھی بقدر ترقع بہم نہ پہنچے۔ بااین ہمہ ایک معتد بہ مقدار مکاتب کی جمع ہو گئی۔

اگرچہ ایک ایسے نامور بزرگ کے حالات لکھنے کے لیے یہ مختصر ذخیرہ کافی نہ تھا لیکن اس خیال سے کہ شاید آیندہ کوئی صاحب اس عمارت کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوں اور یہ تالیف اس عمارت کے لیے ایک بنیاد کا کام دے سکے خواجہ صاحب موصوف نے میٹیریل کی کمی سے ہمت

نہیں ہاری اور اپنی خوش سلیقگی سے اسی مختصر ذخیرہ کو ترتیب دیکر ایک دلکش پیرائے میں ظاہر کیا ہے۔

انہوں نے اس کتاب میں اول جناب ممدوح کی مختصر لائف قلمبند کی ہے پھر ان کے کلام پر نہایت آزادی کے ساتھ ریویو کیا ہے اور ان کے دونوں دیوانوں کا مقابلہ فصیح الملک مرحوم کے دیوانوں سے کر کے دونوں استادوں کے کلام میں جو فرق دیکھا ہے وہ بغیر کسی قسم کے حیف ومیل کے پبلک پر ظاہر کیا ہے اور پست وبلند دونوں قسم کے اشعار کے نمونے دونوں صاحبوں کے کلام سے التقاط کرکے ناظرین کو دکھائے ہیں۔

اگرچہ بد قسمتی سے ہمارے ملک کے اہل قلم میں ابھی تک نکتہ چینی کا تحمل اور اس کی برداشت پیدا نہیں ہوئی لیکن اگر ان کو رفتہ رفتہ اس کا عادی نہ کیا جائے تو امید نہیں کہ ہماری تصنیف وتالیف کے عیب وصواب کبھی پبلک پر ظاہر ہو سکیں۔

اس کے بعد انھوں نے اس مقصد کی طرف توجہ کی ہے جس پر کتاب کا نام مندرجہ عنوان دلالت کرتا ہے یعنی جناب منشی صاحب مرحوم کے خطوط جس قدر بہم پہنچے ان کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ مرتب کیا ہے انسان کے اخلاق اور جذبات کا انکشاف جیسا اس کی بے تکلفانہ خط وکتابت سے ہو سکتا ہے ایسا کسی اور چیز سے نہیں ہوتا۔ اسی واسطے مکتوب کو نصف ملاقات قرار دیا گیا ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ جب اس کا وجود عنصری خاک میں پنہاں ہو گیا اور اس سے ملنے کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہا اب

اس کی ملاقات محض اس کی خط کتابت پر منحصر ہی اور بس۔ پس کسی مصنف کی وفات کے بعد اس کے مکتوبات کا فراہم کرنا درحقیقت اس کی سوانح عمری کا ایک مہتم بالشان حصہ قلبند کر دینا ہی۔

مجھے امید ہی کہ مکتوبات امیر کی اشاعت خاصکر ان لوگوں کے لیے جو حضرت امیر احمد مینائی سے عقیدت رکھتے ہیں۔ اور جن کی تعداد ہندوستان میں کچھ کم نہیں ہی ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوگی۔

الطاف حسین حالی

(پانی پت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ تعالیٰ ونصلی ونسلم علیٰ خیر الوریٰ

سنہ ۱۹۰۴ مسیحی سے میں بذریعہ اعلانات قند پارسی و زبدۃ الرسائل یہ دونوں ماہواری رسالے تھے جنکو میں شائع کرتا تھا اور اردوئے معلیٰ بجمیل القدر وغیرہ اس امر کے درپے رہا ہوں کہ استاذی جناب منشی مفتی امیر احمد صاحب مرحوم کا مجموعہ نثر کسی طرح مرتب ہو جائے ۔

جو بے پروائی استاد کے صاحبزادوں اور علی الخصوص منشی محمد احمد صاحب خلف اکبر جناب مرحوم رحمۃ سے تعارف کے سوا ایک طرح کی خصوصیت بھی ہے اور مرحوم کے تلامذہ حضرت جلیل وغیرہما سے اس بارے میں ظہور میں آئی اسکا بیان دل خوں کن ہے۔ ان احباب نے کوئی تحریر استاذ کی مرحمت نہیں کی بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ بعض نے تو میرے خطوط کا جواب تک نہ دیا

اس بے پروائی کے ساتھ جب جناب مرحوم کا خلق اور محبت یاد آتی ہے تو زمانہ آنکھوں میں تیرہ و تار ہو جاتا ہے۔ ایسا کوئی عریضہ میں نے استاذ کی خدمت میں نہیں بھیجا کہ جس کا جواب نہ دیا ہو۔ اور کوئی ایسا استفسار شعر کے متعلق نہیں کیا جس کی جانب توجہ نہ فرمائی ہو۔

شکوت وما الشکوی لمثلی عادۃ ولکن تفیض الکأس عند امتلائہا

پس جو خطوط حضرت مغفور کے بہم ہو سکے انہیں کو غنیمت سمجھکر یہ مجموعہ مرتب کرتا ہوں۔ ارباب فن ملاحظہ فرمائیں گے کہ اُستاذ کو مبداء فیاض سے کیا متانت اور سلاست بیان عطا ہوئی ہے۔

مجھے اس امر کا ظاہر کرنا ضرور ہے کہ اس مجموعے کی ترتیب نتیجہ ہے مولوی محمد حبیب الرحمن خاں صاحب حسرت شروانی ابقاہ اللہ تعالی وسلم کے مسلسل تقاضوں کا، ورنہ مجھسے کہ جو فن شعر سے محبوب کو وداع کر چکا ہو کسی تالیف و تصنیف کی امید رکھنا عبث تھا۔ مزید براں پہلے اپنی حالت اور تھی اب کیفیت اور ہے۔ آلام گوناگوں کا ہجوم روز افزوں، جب یہ صورت ہو، تو تالیف کی کیا ہمت ہو۔ پھر یہ آفت کہ جو کیفیت ایک مدت سے طاری ہے تجربے نے اس کے تغیر کو غلط ثابت کیا، آس یاس ہوگئی کما قلت ؎

ویراں دل کسی سے بسایا نجائے گا ۔۔۔ اس گھر میں اب چراغ جلایا نجائے گا

وقد قال الحسین بن مطیر

لقد کنت جلدا قبل ان توقد النوی [1] ۔۔۔ علی کبدی جمرا بطیئا خمودہا

وقد کنت ارجو ان تموت صبابتی [2] ۔۔۔ اذا قدمت ایامہا وعہودہا

---

[1] الجلد الشدید القوی والجمر جمع جمرۃ وہی النار الموقدۃ والضمیر فی خمودہا لہ۔ ترجمہ تحقیق میں ایک مضبوط شخص تھا اس سے پہلے کہ میرے جگر پر فراق ایک بھڑکتی آگ جو بہت دیر میں بجھتی ہے روشن کرے ۱۲

[2] ترجمہ اور مجھکو امید تھی کہ میرا عشق مرجائے گا (جاتا رہیگا) جبکہ اسکے دن اور زمانہ (بصیغہ جمع) نسے گا یعنی مجھے یا زائل ہو جائیگے دن اور زمانہ یا جب کہ اسکے دن اور زمانہ پرانا ہو جائے گا ۱۲

لقد حجلت فی جنۃ القلب والحشا   معاد الہوی تولی بشوق لعیبہا

جناب سید زاہد حسین صاحب زاہد نے خط ارسال کیے اور یہ غایت محبت ہی صرف فرمائی کہ مرحوم کے کچھ حالات لکھکر مرحمت فرمائے

جناب سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی۔ بی اے اڈیٹر اردوئے معلیٰ نے اپنے بیش قیمت رسالے میں وقتاً بعد وقتٍ جناب مرحوم کے خطوط مجھ سے لیکر شائع کئے جس سے استاد کے تلامذہ اور احباب میں فی الجملہ تشویق پیدا ہوئی اور کسی قدر سرمایہ بہم پہنچا۔

میں ان صاحبوں کا دل سے شکرگزار ہوں

جناب برہم حضرت کوثر خیرآبادی جناب قاضی محمد خلیل صاحب حیرت حضرت طاہر فرخ آبادی محبی مولوی نورالحسن صاحب بی اے۔ ال ال بی خلف اکبر جناب قبلہ استاذی و استاذ العصر حسان الہند مولوی محمد محسن صاحب کاکوروی طاب اللہ ثراہ مولوی اعجاز حسن خانصاحب اور حضرت شہیر کا بھی جنہوں نے ابلاغ مکاتیب میں مضایقہ نہیں فرمایا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب شوکت بلگرامی کا بھی شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اس مجموعے کی اشاعت اور طبع کا اہتمام فرمایا

حل جنۃ القلب [illegible] سویدائی جوف [illegible]
ترجمہ [illegible] عشق نے [illegible] سویدائے قلب [illegible] باطن میں [illegible] محبت
بٹھایا جو بسبب شوق [illegible]

واضح ہو کہ اس مجموعے کی ترتیب اگست ۱۹۰۷ء میں کی گئی تھی مگر خطوط اور سوانح استاد کے انتظار میں اب نومبر ۱۹۱۰ء میں بہت کچھ ترمیم اور اضافے کے بعد شائع ہوتا ہے۔

اس کتاب کا تاریخی نام خطوط منشی امیر احمد ہے۔ ۱۳۲۸ھ

میرا قصد تھا کہ صرف وہ خطوط کتابی حیثیت میں شایع کئے جائیں کہ جن میں یا ادب کی رنگینی ہو یا فن شعر کے متعلق کوئی نکتہ بحث یا کوئی بات ہو مگر شمس العلما مخدومی حضرت مولانا شبلی نعمانی دامت افاضتہم نے فرمایا کہ نہیں، تمام تحریریں جو ملیں بلا ترک و حذف درج کی جائیں کیونکہ مصنف کے فقرے فقرے اور لفظ لفظ سے اس کے حالات، خیالات، ذکاوت اور طبیعت کا پتا لگتا ہے پھر ایسے خط جن میں انشا کی رنگینی یا بحث فن ہو بہت کم مل سکے۔ پس جو مکاتیب استاذ مرحوم کے مجھکو بہم پہنچے ہیں وہ سب شائع کئے جاتے ہیں۔

مخفی نہ رہے کہ بعض احباب نے مجھے اس امر پر مجبور کیا کہ مکتوبات کی ابتدا استاذ مرحوم کے سوانح اور ان کے کلام کے ریویو سے کی جائے اس میں مشکل یہ واقع ہوئی کہ جو خط میں نے استاد کے فرزند اکبر منشی محمد احمد صاحب کو بطلب حالات مرحوم لکھا اس کی جانب انہوں نے کوئی توجہ نہ کی۔ خیر جناب زاہد نے کچھ حالات استاذ کے مجھے لکھ بھیجے اور خود میں نے بعض سوانح متفرق رسائل اور تذکروں سے لیکر مختصر اور ضروری تاریخ مرتب کر دی۔

کلام پر ریویو کرنے میں یہ دقت محسوس ہوئی کہ اول تو میں بے بضاعت

پھر ایسے کامل الفن اور اپنے ہی اُستاذ کے نتائج فکر پر نکتہ چینی کرنا بڑی شوخی
کا سامنا تھا مگر چار ناچار کرنا پڑا امید ہے کہ انصاف گزیں طبائع انصاف
کریں گی،

وانا

العبد المستہام اقل الانام کثیر المعائب
الراجی الی رحمۃ اللہ الواہب
محمد احسن اللہ خان ثاقب [illegible]
از منزل دہلی

علی گڑھ
نومبر سنہ ۱۹۱۱ء

سلہ راقم کی شاعری کی ابتدا جناب قبلہ محسن کاکوروی کی خدمت میں ہوئی پھر جب ریاست
میں ملازم ہو کر رامپور گیا تو حسب سفارش حضرت محسن چند اردو غزلیں اور ایک یا دو فارسی نظم
جناب منشی صاحب مرحوم کو دکھانے کا اتفاق ہوا۔ اس کے بعد آگرے میں فارسی نظم اور
عربی نثر کی طرف میلان خاطر زیادہ ہوا اور معقول سرمایہ کلام کا جمع ہو گیا۔ جو کسی وقت انشاء اللہ
تعالیٰ شائع ہو گا ۱۲

میں بچپن میں جب کہ استاذی جناب محسن کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا تو اس وقت جناب
ممدوح کے والد ماجد جناب مولوی حسن بخش صاحب مرحوم بقید حیات تھے۔ ان سے شرح
جامی پڑھتا تھا، میری عمر اس وقت بارہ تیرہ سال کی تھی۔ حضرت مولوی حسن بخش صاحب نے
مولوی حسن علی صاحب محدث لکھنوی سے فقہ، حدیث اور تفسیر کی تکمیل کی تھی۔ جناب مولوی
حسن علی صاحب محدث لکھنوی شاگرد رشید فخر المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی
رحمۃ اللہ علیہ کے تھے، راجہ کشن لال تخلص جو لکھنؤ کے عمائد سے تھے کتاب [illegible]
اپنی طرف کا تذکرہ [illegible] میں مولوی حسن بخش صاحب مرحوم [illegible]

استاذ جناب منشی مفتی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

ہے آج جو سرگذشت اپنی کل اس کی کہانیاں بنیں گی

خاندان چھوٹے صاحبزادے مولوی کرم محمد صاحب مینائی کے تھے۔ وہ حضرت مخدوم شاہ مینا صاحب قدس سرہ کی اولاد سے تھے اور اسی نسبت سے اپنے آپ کو مینائی لکھتے تھے۔ استاذ ۱۶ شعبان ۱۲۴۴ ہجری روز دوشنبہ کو عہد نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ میں بیت السلطنتہ لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔

فضائل علمی کتب درسیہ متداولہ عربیہ کی تحصیل طالب علمانہ و مستعدانہ اپنے والد ماجد اور علمائے فرنگی محل اور دیگر علمائے نامی مثل حاجی مفتی محمد سعد اللہ[۱]

---

[۱] مفتی صاحب نے تحصیل و تکمیل علوم حضرت مفتی صدر الدین خاں صاحب دہلوی آزردہ تخلص کی خدمت میں کی تھی۔ قم ۱۸۵۷ء میں جب رامپور گیا تھا تو مفتی سعد اللہ صاحب کے شرف ملاقات سے بہرہ یاب ہوا تھا

صاحب مرحوم خلف الرشد مولوی محمد نظام الدین صاحب مغفور مرادآبادی کی خدمت میں کی تھی اور بعض فنون غریبہ مثل جفر و نجوم بھی حاصل فرمائے تھے خاندان چشتیہ صابریہ میں قطب الارشاد حضرت امیر شاہ صاحب قدس سرہ صاحب سجادہ سے بیعت تھی اور خرقہ خلافت سے بھی مشرف ہوئے تھے ایک مدت تک عہد نواب یوسف علی خاں بہادر فرمانروائے رام پور میں محکمہ افتا متعلق رہا اور اکثر مدرسہ عالیہ عربی کے ممتحن بھی ہوتے رہے۔ اردو فارسی عربی السنہ ثلاثہ میں قدرت شعرگوئی حاصل تھی اور فن سخن میں منشی مظفر علیخاں صاحب اسیر لکھنوی سے تلمذ تھا۔ حضرت اسیر ارشد تلامذہ شیخ مصحفی سے تھے اور سلطان عالم واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کی مصاحبت سے سرفراز تھے تدبیر الدولہ مدبر الملک خطاب بھی سلطنت لکھنؤ سے ملا تھا۔

وضع استاذ کی وضع نہایت سادہ اور درویشانہ تھی۔ سر پر لکھنؤ کی چوگوشیہ ٹوپی گھٹنوں سے نیچا کرتا کبھی کبھی اس پر صدری بھی پہن لیتے تھے، لکھنؤ کی قدیم وضع کا عرض کا پاجامہ اور کبھی گنبدن کا پاجامہ بھی عرض کا میں نے پہنے ہوئے دیکھا ہے سیاہ یا اور کسی رنگ کی گرگابی یا پمپ شو پاؤں میں پرانی وضع کے بزرگوں کی جریب اکثر تسبیح بھی ہاتھ میں ہوتی تھی، دربار جاتے تھے تو عبا یا چغہ پہن لیتے تھے

اخلاق و عادات وہ نہایت نیک طینت، پاک صورت، پاکیزہ سیرت، ایک عالم نور تھے۔ جامع مکتوبات کو رام پور میں قریب تین برس کے استاذ مغفور کی حضوری کا شرف حاصل رہا کبھی نہیں سنا کہ کسی شخص کا ذکر سوائے بھلائی کے اُن کی زبان پر آیا ہو۔ مرحوم کی مجلس ادب آموز اور کاشانۂ تہذیب تھی۔ اُن

کی تقریر تحریر سے زیادہ دلکش و دلپذیر تھی۔ تلامذہ کے ساتھ شفقت و محبت سے کام لیتے تھے۔

استاذ کی تہذیب کا یہ حال تھا کہ صاحبزادوں حتیٰ کہ خدمت گاروں کو بھی سوائے آپ کے تم سے مخاطب نہ فرماتے تھے۔

حضرت زاہد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ لکھنؤ سے آتے ہوئے شرف ملاقات کی غرض سے رام پور میں ٹھہرے اور سرائے میں جاکر مقیم ہوئے استاذ کو جب یہ خبر ملی تو بیتاب ہو گئے اور خود پیادہ پا اور دو ایک شاگرد پیچھے پیچھے سرائے میں تشریف لائے اور آتے ہی تبسم آمیز لہجے میں جناب زاہد کو مخاطب کر کے فرمایا "کیوں سید صاحب! سے دیدار سے نمائی پرہیز کی گئی۔ آخر حضرت زاہد کے شوق نے فقیر کو جھونپڑے سے نکالا!" چنانچہ ان کو اپنے کاشانۂ دولت پر لے گئے اور مہمان کیا۔

حافظ عبد الجلیل صاحب ماہروی نے مولف سے بیان کیا کہ ۱۲۹۷ھ ہجری میں وہ جب رام پور جاکر حضرت سے ملے تو ایک روز استاد نے فرمایا کہ میں نے آجتک انگریزوں کو بات کرتے نہیں سنا معلوم نہیں وہ کیونکر بات چیت کرتے ہیں اور ان کا لب و لہجہ کیا ہے۔

لطیفہ ایک بار استاد نے ایک اپنا پر درد شعر پڑھ کر حضرت زاہد کو مخاطب کیا اور فرمایا "میر کا رنگ ہے" انھوں نے کہا خیر! گواہ ہے میرے آپ کا ایک نمبر بڑھا ہوا ہے فرمایا کہ "ہاں! ایسا نکھو" انھوں نے کہا کہ تخلص ہی گواہ ہے میر کیا تامل ہے اس پر مسکرا کر چپ ہو رہے۔ میرے امیر میں الف کا ایک عدد زیادہ ہے۔

لطیفہ بھی حضرت شوکت بلگرامی حافظ عبد الجلیل صاحب ماہروی کی

زبانی نا قل ہیں کہ استاذ غدر کی تباہی سے پریشان اور خستہ حال ہو گئے تھے احباب مصر تھے کہ گورنمنٹ انگلشیہ کی ملازمت اختیار فرمالیں۔ چونکہ اس زمانے میں علماء کے لیے صدر امین اور صدر الصدور ہونا دشوار نہ تھا بلکہ ایسے کاملین کے لیے یہ عہدے مخصوص ہو گئے تھے اس لئے بارسوخ احباب نے جج صاحب کو اس امر پر بآسانی رضامند کر لیا کہ وہ آپ کے واسطے صدرامینی کی رپورٹ کر دیں اور جناب امیر کے درپے ہوئے کہ آپ کچہری میں چلکر جج صاحب سے مل لیجئے۔ استاذ کو انکار شدید تھا مگر جب دوستوں نے نہ مانا تو حضرت نے فرمایا کہ میں اس شرط پر چلتا ہوں کہ عدالت میں پہنچکر جو آواز سب سے پہلے میرے کان میں آئیگی اس سے درباب اختیار و انکار ملازمت تفاول کروں گا چنانچہ احباب نے اس کو قبول کر لیا اور حضرت جج کو تشریف لے گئے۔ کچہری کے احاطے میں داخل ہوئے تھے کہ سنا ایک چپراسی آواز دے رہا ہے کہ "گیا دین حاضر ہے" یہ سنکر استاد انہیں پاؤں واپس آئے اور دوستان ہمراہی سے فرمایا کہ جس نوکری میں دین گیا وہ ملازمت میرے بس کی نہیں ہے۔

اس سے ان کی احتیاط تورع اور خیالات مذہبی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ابتدائے عمر ہی سے وہ صاحب صلاح و تقوی تھے۔

لطیفہ آتش بازی سے نفرت تھی۔ ایک بار شب برات کے موقع پر اطفال کے اصرار سے جو عیدی تصنیف فرمائی تھی اس میں شعر آخر قطعہ کا یہ تھا ؎

گولوں کو آگ دیجئے ہاچھچوندر کو چھوڑیے ایسی بزرگ شب میں یہ کیا واہیات ہے

تمام عمر زبان کو کسی کی ہجو سے آلودہ نہ کیا اور نہ کسی سے اپنی ہجو کرائی۔ نہ بُرا کہا نہ برا سنا۔

مزاج میں انصاف بہت تھا کبھی نفسانیت یا سخن پروری کو کسی امر میں دخل نہ دیتے تھے اور امر حق کو نہایت شکر گزاری سے تسلیم کر لیتے تھے۔

امیر اللغات کی تالیف میں سارے ملک سے رائے طلب کی اور جو رائے جس نے دی اور وہ صائب ہوئی بلا تامل اس کو مان لیا۔ ہر جگہ محاورات کی سند میں دوسرے اساتذہ کے اشعار پیش کئے اپنا ایک شعر بھی کہیں نہیں لکھا۔ چنانچہ سر سید مرحوم نے اپنے ریویو میں اسکا ذکر بھی کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ "ہمارے نزدیک جناب مصنف کو یہ تکلیف اٹھانی ضرور نہ تھی کیونکہ وہ خود ہی سند ہیں، ان کو دوسروں کے کلام سے سند لانے کی ہر گز ضرورت نہ تھی"

جامع مکتوبات نے ایک مرتبہ استاد کے حضور میں جناب قبلہ محسن کاکوروی علیہ الرحمتہ کی سخن آفرینی اور بلاغت کلام کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ ان کا کلام ایک عالم ہی خیالات نادرہ کا کہ اس کو دیکھکر انسان حیران ہوتا ہے اور انکا ہر شعر معراج بلاغت ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ حضرت محسن نے زمانہ غدر سے پیشتر کاکوری میں مرزا بیدل رضوان اللہ علیہ کے کرم خوردہ کلام کو ترتیب دیکر جہاں جہاں کیڑا الگ گیا تھا اُن مقامات پر اپنی فکر صائب سے تصرف اور شعر ختم کیے تھے۔ اسطرح جب وہ کل کلام درست فرما چکے تو شب کو جناب مولانا نے مرزائے مرحوم کو عالم رویا میں دیکھا اور اس بحر مواج نکتہ پروری نے مولانا

کی اس محنت پژوہی اور معنی آفرینی کی داد دی اور مسرت ظاہر کی اور فرمایا
کہ یہ نظم و نثر اصل میں بھی اسی طرح تھی۔

ایک وقت بندے نے استاد سے کہا کہ مرزا بیدل کے اکثر شعر سمجھ میں نہیں
آتے فرمایا کہ سچ ہے مگر یہ خوبی بیدل ہی کے کلام میں ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا
اور اچھا معلوم ہوتا ہے۔

مرزا داغ کی ایک غزل کو پسند فرمایا اور خود بھی اس زمین میں گوہر افشانی کی
اور مقطع میں مرزا کے کلام کی اس طرح داد دی ؎

امیر اچھی غزل ہے داغ کی جسکا یہ مصرع ہے — بھویں تنتی ہیں خنجر ہاتھ میں ہے تن کے بیٹھے ہیں

کسی کی برائی سننا گوارا نہ تھی اور تعریف سے خوش ہوتے تھے

آخر زمانہ میں ایک وسیع سرکاری مکان میں سکونت تھی جو پرانی کنند سا
کے نام سے مشہور ہے۔ زنانہ مکان ملحق تھا اور باہر نہایت وسیع صحن اور متعدد
مکانات تھے۔ وسط صحن میں ایک بنگلیا بنوا لی تھی بیشتر اسی میں نشست رہتی
تھی۔ دن کو شغل اصلاح اور تصنیف و تالیف رہتا تھا اور کچھ وقت ملاقات احباب
میں صرف ہوتا تھا۔ شب کو بقدر ضرورت استراحت فرماتے تھے باقی وقت
ذکر و عبادت کے لیے مخصوص تھا

رامپور کے قیام دراز کی وجہ سے لکھنؤ کی آمد و رفت اور تعلقات بہت
کم ہو گئے تھے اور وہاں وطن کی سی کیفیت اور تعلقات پیدا ہو گئے تھے نیز نواب
خلد آشیاں کلب علی خاں بہادر کی توجہ اور قدردانی سے ہر طرح کا سامان راحت
و دلبستگی استاد کے لیے رامپور میں مہیا تھا مگر پھر بھی وطن کی یاد ان کو

بچپن کرتی تھی جیسا کہ اُن کے اکثر اشعار سے ظاہر ہوتا ہے۔ رام پور آنے سے پیشتر لکھنؤ میں سلطان عالم واجد علی شاہ کے دربار سے تعلق ہوگیا تھا اور وہاں کے مشاعرے اور قیصر باغ کے جلسے جناب مرحوم کے پیش نظر تھے جن کو وہ ہمیشہ یاد کیا کئے جب کبھی لکھنؤ کا ذکر آجاتا تھا تو ایک ٹھنڈی سانس بھرتے تھے اور آنکھوں میں آنسو بھر لاتے تھے، اور کس طرح اس لکھنؤ کو یاد کرتے جس کے در و دیوار عیش و عشرت کے زندہ مرقعے تھے۔ اس غزل کو دیکھیے ؎

کس کے چمکے چاند سے رخسار قیصر باغ میں — چاندنی ہے سایۂ دیوار قیصر باغ میں
فی الحقیقت یہ بھی کم گلزار جنت سے نہیں — حوریں پھرتی ہیں سر بازار قیصر باغ میں
لوٹتا پھرتا ہے یہ مارے خوشی کے صبح و شام — وجد میں ہے سایۂ دیوار قیصر باغ میں
چار نغموں میں ہو سعدی کی گلستاں کا جواب — بلبلیں کھولیں اگر منقار قیصر باغ میں
زیر شاخ گل اگر سنبو کبھی سونے لگا — شور بلبل نے کیا بیدار قیصر باغ میں
تشنگان شوق ہیں شیریں لبوں کے میہماں — بٹ رہا ہے شربت دیدار قیصر باغ میں
کہہ رہی ہے چھو سرو قامتوں سے فاختہ — آؤ بھی پھر علم بردار قیصر باغ میں
اے دل مایوس بے برگی سے افسردہ نہ ہو — لائے گا نخل تمنا بار قیصر باغ میں
دور ہوں گی کلفتیں مٹ جائیں گی سب کاہشیں — لالہ ہے بے داغ گل بے خار قیصر باغ میں
سایۂ بال ہما کیا ڈھونڈتا ہے اے امیر — بیٹھ زیر سایۂ دیوار قیصر باغ میں

اور بادشاہ کو اس طرح یاد کرتے ہیں ؎

ہے لکھنؤ کی جان تو کلکتے میں امیر — خاک آئے میری آنکھ کو اب لکھنؤ پسند

اور بھی جابجا یاد وطن میں اشک ریزی کی ہے۔ فرماتے ہیں۔ ؎

گردش بخت کہاں سے ہمیں لائی ہے کہاں　　منزلوں وادیٔ غربت سے وطن دور رہا
اک عمر ہو گئی کہ اقامت سفر میں ہے　　نقشہ مگر وطن کا ابھی تک نظر میں ہے
شام غربت میں یہ ہر روز خیال آتا ہے　　اے خدا ہم بھی کبھی صبح وطن دیکھیں گے

تعلق ریاست رام پور

اگرچہ ابتدا ہی سے طبیعت موزوں واقع ہوئی تھی اور فکر سخن سے دل بستگی بھی مگر بعد تحصیل و تکمیل علوم درسیہ اُستاذ مرحوم کو شعر کی جانب میلان خاطر زیادہ ہوا اور حضرت امیر کا تلمذ اختیار فرمایا اُستاد امیر سلطان عالم واجد علی شاہ کے مصاحب خاص تھے اس لیے جناب امیر بھی دربار شاہی میں پہنچے۔ وہ پہلے پہل سنہ ۱۲۶۹ ہجری میں باریاب دربار شاہی ہوئے اور دو کتابیں ارشاد السلطان و ہدایۃ السلطان تصنیف فرما کر پیش کیں اور خلعت فاخرہ اور انعام سلطانی سے شرف حاصل کیا۔ چونکہ بادشاہ خود سخن سنج اور سخن شناس تھے حضرت نے اُستاذ کی یہ قدردانی بھی فرمائی کہ شاہی مشاعروں میں شریک کیے گئے۔

ہر چند زمانہ شیخ ناسخ و خواجہ آتش کو رخصت کر چکا تھا مگر ان دونوں باکمالوں کے بہت سے شاگرد جو بجائے خود استاد تھے لکھنؤ میں موجود تھے اور مشاعروں سے کوئی دن خالی نہ جاتا تھا۔ جناب مرحوم بھی طرح مشاعرہ پر غزل لکھ کر پڑھتے تھے اور استادان فن سے داد سخن لیتے تھے۔ بادشاہ کی مدح میں بھی بلیغ قصائد لکھ کر سناتے تھے۔ اس طبع آزمائی اور مشق سخن کے زمانے میں ایک ضخیم و جسیم دیوان غزلیات و قصائد اردو کا مدون ہو گیا تھا لیکن انتزاع سلطنت اودھ اور حوادث دار و گیر غدر اور بربادی لکھنؤ کے ساتھ جان اور سامان و اسباب غارت ہوا اور

بھی تلف ہوگیا۔

غدر کے فرو ہونے کے بعد ۱۲۷۵ھ ہجری میں نواب یوسف علیخاں بہادر متخلص بناظم فرمانروائے ریاست رام پور نے جو مومن، غالب اور اسیر کے شاگرد تھے حضرت مرحوم کا آوازۂ سخن سنکر کمال آرزو اور عزت کے ساتھ رام پور طلب فرماکر حاکم دیوانی جس کا لقب مفتی عدالت تھا مقرر کیا، اور آخر میں ان سے مشورۂ سخن بھی فرمانے لگے۔

نواب ناظم کا پہلا دیوان جو عرصہ ہوا چھپا تھا اور اب کم یاب ہے وہ مرزا غالب کا دیکھا ہوا ہے
شادابی خیال، نوئے ترکیب، جدت مضمون، لطافت زبان اور متانت بیان اس دلفریب کا زیور ہے۔ دیوان نہیں معنی زار خوبی اور نگارستان محبوبی ہے اس دیوان میں ایک یہ بات مرزا کے اردو کلام سے زیادہ ہے کہ اغلاق نہیں مگر خیال اچھوتا، زبان پاکیزہ، طرز ادا دل نشین ہے۔ یہ سخن سرائی معنی آرائی سزاوار صد ہزار آفریں ہے۔[۱]

[۱] خاکسار کو جولائی ۱۹۰۶ء میں خوابیدگاں نزہت گاہ تقدس کی توجہ اور (رباعی) فرخندہ جہان بے مثالی + ممدوح ادانی و اعالی + پیرایۂ صدق و مایۂ فضل + شمس العلما جناب حالی۔ کا اشتیاق زیارت پانی پت لے گیا۔ میں ایک روز یہ مسودہ ان کو سنا رہا تھا جب اس مقام پر پہنچا تو مولانا نے فرمایا کہ "نواب مصطفےٰ خاں صاحب شیفتہ فرماتے تھے کہ "ایک روز مرزا غالب نے مجھے یہ مطلع سنایا، میں نے بہت تعریف کی تو فرمایا کہ "بھیا میں تو یہ شعر ناظم کو دے چکا"۔ مطلع، خوشی جینے کی کیا، مرنے کا غم کیا + ہماری زندگی کیا، اور ہم کیا۔ ۱۲ ثاقب

اس دیوان کے علاوہ جو کلام حضرت امیر اور استاد مرحوم کا دیکھا ہوا ہے وہ بھی ننت سے خالی نہیں ہے۔

جب نواب ناظم نے رحلت کی اور ١٢٨٢ھ ہجری میں نواب کلب علی خان بہادر مسند نشین ہوئے تو ان کو فن شعر میں باپ سے بھی زیادہ انہماک اور شغف تھا اور رام پور اُن کے عہد مبارک میں رشک شیراز و صفاہان ہو رہا تھا صلحا، علما، شعرا، خوش نویس، غرض ہر فن کا کامل نواب کی قدردانی اور فیض گستری سے کامیاب تھا۔

جو لوگ نظر دوربیں رکھتے ہیں اور زمانہ شناس ہیں وہ دیکھ سکتے ہیں کہ اکبر اعظم کے دربار کا ہلکے رنگ کا خاکا بہادر شاہ ظفر کا عہد اور مٹی ہوئی دلی کا نشان کہ خلد آشیانی رام پور تھا۔ آداب دربار، مجالس سخن، محافل دانش و فن میں فر و شوکت سلاطین مغلیہ کی جھلک رام پور ہی میں پائی جاتی تھی۔

شعرا میں اسوقت حیا، امیر، بحر، قلق، داغ، جلال، منیر، عروج، تسلیم کے سے اساتذۂ فن نواب کے خوان بذل و احسان سے فیض پذیر تھے۔

مرزا غالب بھی کبھی کبھی آ کر مہینے دو دو مہینے نواب کے مہمان رہتے تھے، اک بار رام پور سے رخصت ہوئے تو کہتے ہیں ع

اب ہے دلی کی طرف کوچ ہمارا غالب — آج ہم حضرت نواب سے بھی مل آئے

اسی غزل کا یہ شعر ہے۔

دیدہ خوں بار ہے مدت سے و لے آج ندیم — دل کے ٹکڑے بھی کئی خون کے شامل آئے

مومن مرحوم بھی رام پور آئے تھے وہ نواب ناظم کا عہد تھا، چنانچہ

فرماتے ہیں۔ ؎

دلی سے رام پور میں لایا جنوں کا جوش　　ویرانہ چھوڑ آئے ہیں ویرانہ تر میں ہم

دربار مسائل معقول و منقول اور شعر و سخن کے فروع و اصول کا جولان گاہ تھا۔ مشاعرے بھی ہوتے تھے اور نواب و امیر اس انجمن کے میر مجلس تھے۔ نواب نہایت بااستعداد اور نقاد سخن تھے۔ استاذ مرحوم سے مشورہ سخن تھا اور نواب کی نازبرداری اور قدر افزائی نے ان کو رام پور کا پابند کر رکھا تھا۔ اور اسی کو وہ اپنا وطن سمجھتے تھے۔ ۴۴ برس رام پور استاد کا مسکن رہا۔

نواب کی رحلت، حضور نظام سے ملاقات، سفر حیدرآباد، وفات حسرت آیات

نواب کے انتقال کے بعد جنرل عظیم الدین خاں بہادر مرحوم مدار المہام رامپور نے امیر اللغات کی سرپرستی فرمائی اور استاذ اس کی ترتیب میں مصروف رہے مگر نواب کی مفارقت اور بزم سخن کا درہم برہم ہو جانا ان کے دل پر نہایت شاق تھا چنانچہ اسی دلکش صحبت کی یاد میں فرماتے ہیں

کہاں ہم اے امیر اب اور کہاں داغ　　یہ جلسے ہو چکے خلد آشیاں تک

کہ اس دوران میں حضور نظام والی دکن کی طرف سے متواتر تحریکیں طلب میں شروع ہوئیں، استاذ کی جانب سے امروز فردا ہوتا رہا۔ اور ضعف پیری اور حبس بول کے دورے بھی مانع سفر رہے لیکن حضور نظام جناب امیر کو نہیں بھولے اور بالآخر انہوں نے آغاز سنہ ۱۹ء میں کلکتے تشریف لے جاتے ہوئے باصرار تمام لکھا کہ ہم سے بنارس میں ملو۔ چنانچہ استاذ بنارس میں شرف حضوری سے بہرہ ور ہوئے۔ نظام نہایت عزت و احترام سے پیش آئے۔ جناب

مرحوم نے ایک نظم جو اثنائے راہ میں بندگانِ عالی کے لیے لکھی تھی پڑھکر سنائی جو اِس قدر مطبوعِ طبعِ اشرف ہوئی کہ بکمال شوق خود ہاتھ بڑھا کر لے لی، اور ہمرکاب چلنے کے لیے اصرار فرمایا۔ استاذ نے بلطائف الحیل ٹالنا چاہا مگر حضور کے سامنے کیا پیش جا سکتی تھی۔ مجبوراً کہنا پڑا کہ میں ریاست رام پور کا نمک پروردہ قدیم ہوں بغیر حصول اجازت یہ مبادرت و جسارت نہیں کر سکتا۔ وعدہ کرتا ہوں کہ انشاء اللہ آغاز گرما میں بعد حصول اجازت شرفیاب حضوری ہونگا۔ اور اپنے عوارض ضعف کی بھی شکایت کرتے ہوئے ہمراہی سے معذوری ظاہر کی

اس موقع پر بنارس میں جو مسدس بندگانِ عالی کے سامنے پڑھا تھا اُس کا ایک بند ہم کو ملا ہے فرماتے ہیں:-

یہ سخن وہ ہی جو ہے روحِ سخن جانِ سخن	مدح سلطاں کی ہے کیوں نہو سلطانِ سخن
شان دربار یہ کہتی ہی بڑھے شانِ سخن	ہاں سخنور ہی گو ہے یہی میدانِ سخن

ہوں سب اشعار رسیلے کہ بنارس ہے
شش جہت میں ہو یہ شہرہ کہ مسدس ہے

بنارس سے واپس ہونے پر ایفائے وعدہ کا خیال ہوا اور بڑی مشکل سے اجازت حاصل کرنے کے بعد بہ تہیّہ سفر کیا اور خلف اوسط منشی لطیف احمد صاحب اختر اور تلمیذ رشید حافظ جلیل حسن صاحب مانکپوری اور چند ملازمین کو ساتھ لیکر حیدرآباد روانہ ہوئے۔ چونکہ اہالی حیدرآباد کو استاذ کی روانگی کی اطلاع مل چکی تھی اس لیے ۱ جمادی الاول ۱۳۱۸ ہجری کو حیدرآباد کے اسٹیشن پر

اراکین و عمائد شہر کا استقبال کیلئے ہجوم تھا اور وہ سب بڑی شان و آبرو کے ساتھ جناب مرحوم کو شہر میں لائے۔ اعیان حیدر آباد کی جانب سے مہمانداری کا اصرار ہوا مگر استاذ نے نواب مرزا خانصاحب داغ کے اصرار بیجد سے انہیں کی مہمانی قبول فرمائی اور انہیں کے مکان میں فروکش ہوئے اور مروت و ہمرفی نے کسی دوسری جگہ رہنے کی اجازت نہیں دی۔ لیکن ہنوز صعوبات سفر اور کسل راہ سے ہوش بجا نہوئے تھے کہ زمانہ فسوں ساز نے چال چلا اور جناب مرحوم ایک مہینے نوروز مبتلائے آلام رہکر ۷۳ برس ۱۰ ماہ کے سن میں بتاریخ ۱۹ جمادی الآخر ۱۳۱۸ ہجری مطابق ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء بمقام حیدرآباد دکن نہضت فرمائے خلد بریں ہوئے۔ افسوس! وہ نورانی پیکر جہان فن و ہنر زیر خاک اور وہ صحبت دل آرا و جان پرور خواب فراموش ہوگئی۔ کسی نے ''لسان صدق فی الآخرین'' تاریخ رحلت کہی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۱۳۱۸ ہجری

حالت مرض میں نواب فصیح الملک مرزا داغ اور پنڈت رتن ناتھ سرشار تیمار داری میں مصروف رہے۔ اور مہاراجہ کشن پرشاد وزیر بھی کئی بار مزاج پرسی اور عیادت کے لیئے تشریف لائے۔ اس عیادت کے شکریئے میں جناب مرحوم نے چند رباعیاں حالت مرض میں مہاراجہ صاحب کو لکھکر بھیجی تھیں ایک یہ ہے۔

ہے آپ کا اخلاق جو ہمدرد مرا — بیشک دم عیسیٰ ہے دم سرد مرا
فرماتے ہیں ہر روز عیادت میری — درماں مرے حق میں ہوگیا درد مرا

حضور نظام کو جب اس حادثے کی خبر ہوئی تو بہت رنجیدہ ہوئے اور بار بار اظہار تاسف کیا۔

مرزا داغ کو کمال پریشانی اور اضطراب ہوا اور یہی عالم سراسیمگی میں یہ حسرت انگیز مطلع اُن کی زبان پر آیا ؎

خاک اس سے عشق نے چھنوائی تھی　　دشت میں مجنوں کی مٹی لائی تھی

اور تین تاریخیں وفات استاد میں نظم فرمائیں جنکے مادہ ہائے سال رحلت یہ ہیں۔

ہے دعا ہی داغ کی تاریخ بھی　　قصر عالی پائے جنت میں امیر
آج اس غم کی یہ کہی تاریخ　　اب ہوا آہ دل پہ داغ امیر
مل گئی تاریخ دل سے داغ کے　　آہ لطف شاعری جاتا رہا

اور راجہ راجایان مہاراجہ کشن پرشاد بہادر شاد تخلص وزیر اعظم دولت آصفیہ نے یہ قطعۂ وفات نظم کیا۔

از دار جہاں امیر رفتہ فریاد　　گفتہ رضواں کہ گشت فردوس آباد
گفتیم دعائیہ چنیں سال وفات　　محمود بود آخرت او بے شاد
۱۳۱۸

حضرت شوکت نے تاریخ کہی

مفتی بود کہ در علم و عمل　　یافت فتواش قبول حسنی
منشی بود کہ انشا می کرد　　نوک کلکش تر و تازہ چمنی
اوست مینائی و جامی از وے　　وام کردہ ہمہ شیریں سخنی
رشک بردہ فلک مینائی　　ہم لقب دید و وحید الزمنی
سنگ زد بر دل مینائی ما　　کار چرخ ست ہمہ سنگ زنی
ابتدا او بہ بریدش ز وطن　　عاقبت گشت ز یزداں سخنی

سال ایں سانحۂ شوکت پرسید ہاتفش گفت بصد سینہ زنی
من غم دیدہ چگویم در باب حال و سالش زغریب الوطنی ۱۳۱۸ھ

وفات استاذ پر جناب شوکت نے ایک مسدس بھی کہا تھا جسکے آخر میں سال وفات اس طرح نظم کیا تھا۔

ہاتف غم سال مینائی بخواند آں قدح بشکست و آں ساقی نماند ۱۳۱۸ھ

تاریخ وفات از حضرت جلال لکھنوی

کجا امیر کجا سرزمین ملک دکن کہاں تھا مسکن مدفن کہاں ہوا ہی نصیب
جلال لکھدو یہ تاریخ ان کی رحلت کی امیر ہوگئے صد وائے ایک مرد غریب ۱۹۰۰ء

جامع مکتوبات سنہ ۱۹۰۰ء میں بمقام رامپور حاضر خدمت استاذ ہوا تھا اثنائے گفتگو میں مجھسے ارشاد فرمایا کہ عنقریب حیدر آباد کا قصد ہے راہ میں بمقام آگرہ تیرے پاس قیام ہوگا، اور قبل روانگی اطلاع دی جائے گی۔ مگر پھر معلوم ہوا کہ جب آگرے کے اسٹیشن پر پہنچے تو گاڑی سے بوجہ ضعف نہیں اترے، اور بلا توقف راہی حیدر آباد ہوئے۔

جب رحلت استاد کی خبر ہندوستان میں منتشر ہوئی تو اہل فن پر حسرت و افسوس کا عالم طاری ہوا، اور بزم سخن بزم ماتم بن گئی، اور ہر گوشۂ ملک سے اظہار ملال کی آوازیں بلند ہوئیں۔ مہینوں مضامین تعزیت اخبارات اور رسائل میں چھپتے رہے اور ارباب سخن نے کثرت سے تاریخ ہائے وفات لکھکر اپنا رنج و غم ظاہر کیا۔ اور ایک مجموعہ بہت سی تاریخوں کا کتابی صورت میں شایع کیا گیا سی اردوئے معلی میں جناب شوکت نے ایک مضمون بعنوان امیر کا ابتدا

اور انتہائی کلام شائع کیا ہے جس سے ان کی شاعری اور موزونی طبع کی فی الجملہ کیفیت معلوم ہوتی ہے وہ ہم اس جگہ بجنسہ نقل کرتے ہیں -

امیر کا ابتدائی اور انتہائی کلام

ہر چیز کی ابتدا چونکہ بہت خفیف ہوتی ہے اس لیے لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے لیکن جب وہ باتیں منتہائے کمال کو پہنچ جاتی ہیں اس وقت ہماری آنکھیں ان ابتدائی خفیف باتوں کو ڈھونڈھتی ہیں جنہوں نے ان کو معراج کمال پر پہنچایا - اس کا خیال تو اکثر لوگ کرتے ہیں کہ "یہ بچپنا ہی تو اس کا شباب کیا ہوگا" لیکن ایسے لوگ بہت کم نکلیں گے جو عمر رفتہ کی یاد تازہ رکھیں اور اس سے سبق لیں - چونکہ میرا افسردہ اور مرا ہوا دل اسی لیے بنایا گیا ہے کہ گزرے ہوؤں کی یاد میں رویا کرے اور اُن کے انجام کو سوچا کرے اس لیے سوا اس کے اور کوئی مضمون مجھے ملتا ہی نہیں کہ ان کی باتیں کروں اور سر دھنوں اس کے قبل اردوئے معلیٰ کے کسی پرچہ میں "انیس کا ابتدائی اور انتہائی کلام" نذر ناظرین کر چکا ہوں اور آج ایک دوسرے مسیحائے سخن یعنی حضرت امیر مینائی مرحوم و مغفور کا ابتدائی و انتہائی کلام سناتا ہوں -

میرے جلیل القدر دوست حافظ جلیل حسن صاحب جلیل بیان فرماتے تھے کہ حضرت کو بچپن ہی سے شاعری کا چسکا تھا یہ خبر جب ان کے والد ماجد کو پہنچی تو ایک دن شب کو جبکہ منشی صاحب مرحوم بیٹھے پاؤں دبا رہے تھے اُن کے والد ماجد نے پوچھا "میاں ہمنے سنا ہے کہ تم شعر کہتے ہو ذرا ہم بھی سنیں کیا

امیر کیسے شعر کہتا ہے یہ سنکر امیر مرحوم پہلے تو بہت انکار کرتے رہے مگر شفیق باپ کے محبت آمیز اصرار سے مجبور ہو کر عرض کیا کہ گھر میں سب لوگ کہا کرتے ہیں کہ برسات گزری جاتی ہے اور بارش نہیں ہوتی ہے مضمون کو کہا ہے اور اس تمہید کے بعد یہ شعر جو حضرت نے اسی زمانہ میں تصنیف فرمایا تھا عرض کیا کہ ؎

ابر آتا ہے ہر بار برستا نہیں پانی — اس غم سے ہے یارو میرے اشکوں کی روانی

یہ سن کے شفیق باپ نے تعریف سے دل بڑھایا کہ بھئی شعر تو بہت صاف ہے اور مضمون بھی سچا لیکن تمہارا سن ابھی اس مشغلہ کے لیے موزوں نہیں پہلے اچھی طرح پڑھ لکھ لو اس کے بعد شعر کہنا۔ یہ روایت اس زمانہ کی ہے جب منشی صاحب پندرہ برس کے تھے ممکن ہے کہ اس کے قبل انھوں نے اور بھی شعر کہے ہوں لیکن عموماً لوگوں کو جو ان کی شاعری کا حال معلوم ہوا وہ اسی واقعے سے۔ اس لیے اگر ہم اس شعر کو امیر کا ابتدائی کلام کہیں تو بیجا نہیں۔ یہ جو کہتے ہیں کہ بچے کے پاؤں پالنے میں معلوم ہوتے ہیں بالکل سچ ہے اگر ہم اس شعر کی خوبی معلوم کرنا چاہیں تو اس کی آسان تدبیر یہ ہے کہ اسی مضمون کو اسی بحر و قافیہ میں موزوں کر کے دیکھیں میرا خیال ہے کہ اس امتحان کے بعد ہر شخص کو یہ کہنا پڑے گا کہ سالے کہ نکوست از بہارش پیداست۔ پندرہ برس کے لڑکے کا خیال تو آپ سن چکے اب دیکھیے کہ بہتر برس کا مشاق سخن کیا کہتا ہے ۱۳۱۸ہجری کا واقعہ ہے کہ جب امیر مرحوم نے حیدرآباد کا سفر کیا جو حقیقتاً ان کا سفر آخرت تھا تو وہیں ایک سہرا اعلیٰحضرت حضور نظام کی مدح میں تصنیف فرمایا تھا جو چھپ چکا ہے اور وہی انکا آخر کلام سمجھا جاسکتا ہے۔ لیکن حقیقتاً اس کے

لبعد بھی انہوں نے ایک غزل کے چند شعر کہے تھے۔ جس کا مقطع جو حقیقت میں امیر مرحوم کی شاعری کا مقطع ہے ان کا انتہائی کلام ہے اور وہ یہ ہے کہ

شاعری میں امیر کی خاطر ۔۔۔ میر اپنی زباں چھوڑ گئے

افسوس ہے کہ میر رہے ان کی زبان خالی باتیں رہ گئی ہیں ہائے مجھے استاد مرحوم کا یہ کہنا کسی طرح نہیں بھولتا کہ ؎

ہے آج جو سرگذشت اپنی ۔۔۔ کل اس کی کہانیاں بنیں گی

جناب حافظ عبدالجلیل صاحب مارہروی نے جو حضرت استاذ کے احباب میں سے ہیں کیا خوب تاریخ وفات کہی ہے جس سے ان کے حالات و اخلاق پر بھی روشنی پڑتی ہے چونکہ تاریخ مذکور بدیر وصول ہوئی اس لئے یہاں درج کی جاتی ہے

رفت امیر شاعر اعظم منشی امیر احمد امیر ۔۔۔ آنکہ فرد شعر او ذات او بود جامع
منکسر نفسے کہ با ذل ملازم ہم گشتے ۔۔۔ جز بلا العظاء دب ہرگز نشد [illegible]

نوجوانی تا ضعیفی سکنش شہر امیر پور ۔۔۔ بود وابستہ در محفل ارباب دانش تقدع
ہم چو مہر خاور او بود دہ شہر لکھنؤ ۔۔۔ حیدرآباد دکن [illegible]

نقش بند کاخ نون اندرش [illegible] ۔۔۔ حسن [illegible]
در حق [illegible] ۔۔۔ از دم [illegible]

با محالف [illegible] ۔۔۔ [illegible]
در فنون مختلف تصنیف [illegible] ۔۔۔ [illegible]

[illegible] ۔۔۔ [illegible]
آخرش [illegible] ۔۔۔ [illegible]

ماند غافل [illegible] ۔۔۔ [illegible] انقطاع
الغرض منزل [illegible] ۔۔۔ [illegible]

[illegible] ۔۔۔ [illegible] طلوع
[illegible] ۔۔۔ [illegible]

رحمت [illegible] ۔۔۔ الخلاد [illegible] اختراع
نو زدہ تاریخ [illegible] الاخرہ ۔۔۔ [illegible]

مصرع تاریخ رحلت حسب دانش خوش جلیل

دان بنا بدیع گشن مدفن خود اطلاع

۱۳ ھ ۱ ۸

تصنیفات و تالیفات جناب مرحوم کی تصنیف و تالیف سے بہت سے رسایل و مسودات غیر مرتب ہنگامۂ غدر میں ضائع و برباد ہوئے اور کچھ سنہ ۱۸۹۹ء میں مکان مسکونہ میں آگ لگ جانے سے تلف ہو گئے جنکا ہمکو تفصیلی علم نہیں ہے۔ البتہ جو تحریریں ترتیب پا گئیں اور جو کتابیں مکمل ہوکر شائع ہو گئیں ان کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

ارشاد السلطان و ہدایۃ السلطان یہ دونوں کتابیں جناب مرحوم نے قبل از غدر تصنیف فرما کر واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کے حضور میں پیش کی تھیں جن کی جلدوں میں سرکار شاہی سے خلعت اور انعام مرحمت ہوا

دیوان غزل و قصائد اردو یہ ابتدائی کلام تھا اور ایام غدر میں تلف ہو گیا۔ لکھنؤ کی مشاعروں کی طرحی غزلیں اور بادشاہ اودھ کی شان میں قصائد اور مختلف نظمیں تھیں۔ اس دیوان کا نام غیرت بہارستان تھا

سرمۂ بصیرت الفاظ عربی و فارسی جو غلط زبان زد اور مستعمل ہیں ان کی تصحیح و تنقیح فرمائی تھی اور کلام اساتذۂ متقدمین اور متاخرین سے سندیں دی تھیں۔ ۳۰ یا ۴۰ جزو کی کتاب ہے۔

بہار ہند اس میں اردو مصطلحات و محاورات کو ایک جگہ جمع کیا تھا اور سند میں اساتذہ کا کلام درج کیا تھا۔ اسی لغت کو وسعت دیکر امیر اللغات کو مبسوط شکل میں لانے کا قصد تھا۔

نور تجلی، ابر کرم یہ دو مثنویاں کلام سابق سے مشتمل بر حکایات و روایات اخلاق و معرفت ہیں

ذکرشاہ انبیا | نعتیہ مسدس ہی مشتمل بر احوال ولادت و رضاعت و فضائل و شمائل و معراج و وفات حضرت نبوی پر یہ بھی قدیم تصنیف ہی

واسوخت اردو شکایت رنجش | یہ چہہ واسوخت سنہ ۱۲۸۴ ہجری کی
غبار طبع حسد اغبار صفیر آتشبار | تصنیف ہیں اور سب نام تاریخی
بانگ اضطرار | ہیں جنشی نولکشور نے جو مجموعہ واسوختوں کا شعلہ جوالہ کے نام سے طبع کیا ہی اُس میں یہ سب واسوخت داخل ہیں

محامد خاتم النبیین | یہ اردو دیوان نعت میں ہی مشتمل بر قصائد و غزلیات و مخمس و تضمین سنہ ۱۲۸۹ ہجری میں مرتب ہوکر شائع ہوا۔ نام بھی تاریخی ہی۔

انتخاب یادگار | شعرای رامپور کا تذکرہ ہی۔ ۳۰ و ۳۵ جزو کا حجم ہی سنہ ۱۲۹۰ھ میں تالیف ہوا۔ تاریخی نام ہی۔

نماز کے اسرار | احکام و ادعیۂ نماز کا ذکر ہی۔

زاد الامیر فی دعوات البشیر النذیر | یعنی ادعیۂ مسنونہ سراپا تاثیر

خیابان آفرینش | نام تاریخی ہی اور سنہ ۱۳۰۰ ہجری کی تصنیف ہی۔ جناب رسالت مآبؐ کی ولادت باسعادت کا ذکر ہی۔

مرآۃ الغیب | پہلا دیوان عاشقانہ ہی۔

صنمخانۂ عشق | اردو غزلیات کا دیوان ہی سنہ ۱۳۱۳ ہجری میں مرتب ہوکر شائع ہوا۔

جوہر انتخاب | مفردات اردو کا مجموعہ ہی جس میں منتخب اشعار درج ہیں
گوہر انتخاب | دوسرا مجموعہ مفردات اردو کا ہی

دیوان قصائد وغیرہ اردو	صنخانہ کے بعد اس کے طبع کی نوبت نہیں آئی اس میں قصائد رباعیات مخمسے تضمین اور مختلف نظمیں ہیں
امیر اللغات جلد اول	اردو زبان کا نہایت حاوی و مبسوط و بے مثل لغت جس میں الف ممدودہ کے الفاظ و محاورات ہیں اور چھپ گیا ہے
امیر اللغات جلد دوم	اس میں الف مقصورہ کے الفاظ و محاورات جمع کیے ہیں اور چھپ گئی ہے۔
امیر اللغات جلد سوم	اس میں بائے موحدہ اور مثلثہ اور کچھ تائے فوقانی کے الفاظ و محاورات جمع کیے تھے مگر چھپنے کی نوبت نہیں آئی اس کے بعد پانچ جلدیں تالیف کے لیے اور تجویز ہوئی تھیں۔

تلامذہ جیسے صاحب استعداد اور بہ سرمایہ تلامذہ اُستاذ مرحوم کو ملے ان کے اساتذۂ معاصرین میں سے کسی کو ایسے بالیاقت شاگرد میسر نہیں آئے ان میں سے ہم چند ایسے اصحاب کا ذکر کرتے ہیں جو جناب مرحوم کی توجہ سے پایۂ اُستادی پر فائز ہوئے اور بہی ان کے سوا اچھے کہنے والے ہیں۔

نواب ناظم فرمانفرمائے رامپور	نہایت بااستعداد رئیس تھے فن معقول سے طبیعت کو ایک خاص مناسبت تھی

مولانا فضل حق خیر آبادی سے تلمذ تھا۔ ان کو ابتدا میں مومن مرحوم اور ان کے بعد مرزا غالب سے مشورۂ سخن، رہا آخر میں منشی مظفر علی خاں صاحب اسیر اور جناب امیر کو کلام دکھایا۔ صاحب دیوان ہیں۔

ھ تذکرہ انتخاب یادگار دیباچہ امیر اللغات جلد اول ۱۲ ثاقب

نواب کلب علیخاں بہادر نواب تخلص | عربی اور فارسی کی تحصیل بطالب علمانہ کی تھی اور قابل باپ کے قابل فرزند تھے - وہ استاد کی
بہت ناز برداری کرتے تھے - سنا ہے کہ اصلاح کا یہ طریقہ تھا کہ جو ہدایا غزل لاتا تھا جناب امیر صلاح دیکر واپس فرماتے تھے نواب بار بار واپس کرتے تھے اور کوئی لفظ کوئی مصرع کوئی شعر بدلنے کی فرمایش ہوتی تھی اس طرح ان کی غزل ایک شاہد رعنا بن جاتی تھی - اہل بصیرت پر مخفی نہیں ہے کہ یہی وجہ ہے کہ نواب کے کلام کا اور مرآۃ الغیب کی شاعری کا انداز جداگانہ ہے - نواب کے اشعار کنگھی چوٹی کے مضامین سے پاک اور شستہ سنجیدہ اور بامزہ ہیں - کئی دیوان اردو کے اور ایک دیوان پارسی اور چند فارسی نثر کے رسالے تصنیف فرمائے ہیں -

نواب صفدر علی خاں صفدر | صاحب دیوان ہیں طبیعت مذاق ثانی سے

نواب بنیاد حسین خاں جاہ | صاحب دیوان ہیں -

جلیل مانکپوری | یہ وہی کہتے ہیں جو استاد کہتے ہیں اور استاد شاگرد کے کلام میں بہت مشابہت ہے - صاحب تلامذہ ہیں - دراصل شرف کے اہل ہیں

ریاض خیرآبادی | یہ ایک انداز خاص کے مالک ہیں جو داغ سے مشابہ ہے - ان کے چند شعر لوگوں کی زبان پر بطور ضرب المثل کے جاری ہیں جس سے قبول عام کا نشان ملتا ہے - طبیعت میں جدت بھی ہے مگر افسوس ہے کہ ان کے بعض شعر ایسے بھی دیکھنے میں آئے جو حد متانت

سے خالی نہیں

واضح ہو کہ تذکرۂ خمخانۂ جاوید میں لالہ جی نے اپنی بدمذاقی سے مضطر خیرآبادی کو بھی حضرت امیر کے ممتاز تلامذہ میں شامل کیا ہے۔ مضطر نے جناب مرحوم کو کلام دکھایا ہے مگر اب وہ استاد سے منحرف ہو گئے ہیں۔ مع ہذا وہ نہایت کم سواد شخص ہیں اور گو ان کی غزل میں دو ایک شعر اچھے بھی ہوتے ہیں تاہم ان کی بہت کم غزلیں ایسی ہوں گی جنمیں شعر مہمل اور مبتذل نہ پائے جائیں اور اس لیئے میں نے اُن کو نواب اور ناظم وغیرہ ہماخوش نوایانِ بزم سخن کی صحبت کے قابل نہیں خیال کیا۔

مضطر ہی کی ایک غزل کا یہ شعر ہے ؎

دعائے وصل سے کہدو پکارتے پردا ... کہ سب گھروں میں بہو بیٹیاں سیانی ہیں

ان کے اس قسم کے اشعار مولوی فرخی صاحب، استاد فارسی نواب حامد علیخاں بہادر نے مجھے سنائے تھے جو انہوں نے اپنی ایک بیاض میں منتخب کر کے لکھ رکھے تھے۔ من شاء فلیرجع الیہ۔

اصلاح جناب مرحوم کلام تلامذہ کو نہایت غور و فکر سے ملاحظہ فرماتے تھے اور جا بجا تھوڑی اصلاح جو ضروری ہوتی تھی دیتے تھے یہ نہیں کہ شاگرد کا کلام اُستاد کا ہو جائے۔ افسوس ہے کہ اصلاح کے نمونے اس مجموعے کے لیے نہیں مل سکے ورنہ وہ ایک چیز ہوتی

جناب شوکت بلگرامی کو ایک نمونۂ اصلاح یاد تھا جس میں ایک لفظ کے بڑھا دینے سے شعر کو آسمان پر پہنچا دیا ہے۔ ریاض نے کہا تھا ؎

نسیم آئی ہی شمع مزار گل کرنے ۔۔۔ وہ صبح ہونے سے پہلے ہی جل بجھی ہو گی

استاد نے یوں بنا دیا ۔ نسیم اب آئی ہے شمع مزار گل کرنے ۔

نظم و نثر جناب امیر مرحوم

شعر :- المراد من الشعر قیل ہو عبارۃ عن الکلام الموزون المقفیٰ والقی بعضہم لفظ المقفیٰ پس قافیے کی قید کے رفع ہو جانے سے جیسا کہ بعض کا مشرب ہے بلینک ورس بھی داخل شعر ہو جائے گی ۔ پھر اس پر متکلم کا بالارادہ موزوں کرنا اضافہ ہوا جس سے بعض آیات کلام الہی جو موزوں واقع ہوئی ہیں حد شعر سے خارج ہو گئیں ۔

شعرائے فارس کے نزدیک شاعری تخیل کا نام ہے ۔ نظامی عروضی سمرقندی چہار مقالے میں لکھتا ہے " شاعری صناعتے ست کہ شاعر بداں صنعت اتساق مقدمات موہومہ کند و التیام قیاس نتیجہ براں وجہ کہ معنی خورد را بزرگ کند و بزرگ را خورد و نیکو را در لباس زشت و زشت را در حلیۂ نیکو جلوہ دہد ۔ و با ایہام قوت ہائے غضبانی و شہوانی برانگیزد تا بداں ایہام طبع را انبساطے و انقباضے بود و امور عظام را در نظام عالم سبب گردد "

ارسطو کے نزدیک شعر عبارت ہے مصوری اور نقالی سے فرق صرف یہ ہے کہ مصور مادی اشیا کی تصویر قلم سے کھینچتا ہے اور شاعر ہر قسم کے خیالات و جذبات اور احساسات کو الفاظ سے دکھاتا ہے ۔

شعر کا اثر فطری ہی کیونکہ وہ مصوری اور موسیقی سے مرکب ہی اور یہ دونوں اثر کرنے والے ہیں۔ شاعر جانتا ہی کہ جب وہ شعر کہتا ہی تو عالم تصور میں اول کسی خیال یا مضمون کی تصویر کھینچتا ہی اور پھر شعر گوئی کے وقت نطرتاً زمزمہ پیرائی بھی کرتا ہی یا گنگناتا ہی جس سے طبیعت کو مدد ملتی ہے اور شعر بآسانی موزوں ہو جاتا ہی۔

اسی طرح نثر بھی ایک طرح کی شاعری ہی صرف وزن اور قافیے کی قید سے بری ہی۔ چنانچہ عربی کے خطبے دل آویزی میں نظم کی عشوہ پردازی سے کم نہیں ہیں۔ ظہوری کی رنگین نوائی اور علامی ابوالفضل کی دانش آرائی پر نظم قربان ہوتی ہے۔ اس بحث پر بہت کچھ خامہ فرسائی کی جاسکتی ہی لیکن ہم اب اصل مقصود یعنی جناب امیر کے کلام کی جانب متوجہ ہونا چاہتے ہیں۔

یہ بالکل صحیح ہی کہ جناب امیر اردو زبان کے بڑے پایہ کے استاد، اور اس دور آخر کے باکمال شاعر بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ وہ اس صدی کے میر و مصحفی تھے۔ تمام ہندوستان میں مرحوم کی سخن سنجی اور معنی آفرینی کی دھوم تھی اور اکثر تلامذہ اُن کے فیض سخن سے کامیاب اور مراتب استادی پر فائز ہوئے استاد کے زمانے میں اگر کوئی اُنکا مد مقابل تھا تو وہ مرزا داغ تھے۔ پس ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ ان دونوں اُستادوں نے فن شعر میں کہاں تک کامیابی حاصل کی ہی، اور ان کے رنگ کلام اور انداز طبیعت میں کیا فرق ہی

چونکہ یہ مجموعہ جناب امیر سے متعلق ہی اس لیے اول ہم ان کے کلام سے بحث کرتے ہیں۔

امیر۔ جناب امیر کو اگرچہ مرزا داغ کے مقابلے میں شہرت کم ہوئی لیکن معنی یاب طبائع میں انہیں کا کلام مقبول ہوا۔ استاد کا دیوان اول مرآۃ الغیب تیر و ناسخ یا اہل لکھنو، کے رنگ میں ہے۔ اور صنمخانۂ عشق میں صفائی اور خوبی زبان کی طرف زیادہ توجہ فرمائی ہے۔ ناسخ کا رنگ

حضرت کی طبیعت میں جدت کم ہے اور کلام میں سوز و گداز نہیں۔ البتہ شکوہ الفاظ، متانت بیان، اور شاعرانہ لطافت ان کے اشعار میں ایسی ہے کہ جو داغ کے کلام میں نہیں پائی جاتی۔ وہ صنائع سخن پر قادر، اور استاد ماہر ہیں۔ قصائد باشوکت و فرکتے ہیں، اور سخنور باسرمایہ صاحب علم و فضل ہیں۔ داغ ان اوصاف سے معرا ہیں ۱؎۔

آخر عمر میں استاد نے داغ کے رنگ کلام اور قبول عام کو دیکھکر زبان کی صفائی اور تاثیر کے پیدا کرنے میں کوشش کی اور اُس میں وہ ایک حد تک کامیاب ہوئے تاہم صنمخانۂ عشق کی جلوہ آرائی گلزار داغ کی شادابی کو نہیں پہنچی۔ واقعی بات یہ ہے کہ امیر کی استادی میں کوئی کلام نہیں کر سکتا لیکن امیر کا تلمذ اساتذۂ لکھنو کی ہم بزمی، اہل لکھنو کے کلام کا پیش نظر رہنا اور لکھنو کی سکونت یہ سب امور مانع ترقی و کامیابی ہوئے۔ اگر وہ دلی میں پیدا ہوتے، دلی کے ارباب کمال کی ہمنشینی میسر آتی، اساتذۂ دہلی کا کلام سامنے رہتا اور شاہجہان آباد

۱؎ مولانا حالی نے میری اس تحریر کی تائید کی اور فرمایا کہ ”امیر کا کلام غلطی سے پاک ہے اور داغ غلطی کر جاتے ہیں“۔ مرتب۔

کی سوسائٹی سے مستفید ہوتے تو وہ سخنور بے مانند اور استاد ارجمند ہوتے۔ پھر بھی اکثر شعر ان کے لاجواب ہیں، مثلاً ؎

اُن کو آتا ہے پیار پر غصہ
مجھکو غصے پہ پیار آتا ہے

باغباں کلیاں ہوں ہلکے رنگ کی
چاہئیے ہیں ایک کم سن کے لئے

بیمار غم کی حالت کچھ تم بھی جانتے ہو
ایک ایک غش کو دیکھو دو دو پہر کو دیکھو

باقی نہ کوئی دل میں الٰہی ہوس رہے
بارہ برس کے سن میں وہ لاکھوں برس رہے

آنکھوں میں تھی ہے پانی کی چار بوندیں
جس دن سے کھچ گئی ہے تلوار ہو گئی ہے

یہ سب سہی، مگر کوئی شک نہیں کہ لکھنؤ کی شاعری بعد آتش و ناسخ کے جناب مرحوم سے، اور دلی کی شاعری ذوق و غالب کے بعد مرزا داغ سے زندہ تھی اب شاعری مر چکی اور ماتم باقی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نظم میں ان کی بلاغت اور استادی کے لیے برہان قاطع تضمین قصیدۂ استادی مرحومی جناب محسن کاکوروی ہے، اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس پایہ کا قصیدہ ہے اس کی تضمین کا حق حضرت مغفور ہی کو حاصل تھا۔ اور نثر میں ان کی فصاحت اور قوت بیان کا اندازہ اُن فقروں سے ہوتا ہے کہ جو بطور مثال امیر اللغات میں تحریر فرمائے ہیں، یہ فقرے نثر بلیغ کے نہایت پاکیزہ نمونے ہیں، اور ہر فقرہ ایک شعر کا ہم سنگ ہے

داغ مرزا داغ مرحوم کی شوخ طبیعت نے ایک ایسا رنگ اختیار کیا جس کو غزل کی جان اور اردو شاعری کی روح و رواں کہنا سراسر انصاف ہے

مذاق عام نے اس رنگ سے اپنے آپ کو خوب رنگا اور ہر طرف سے اس پر تحسین و آفریں کے پھول برسائے گئے۔

اعلیٰ جذبات اور خیالات سے استاذ امیر کا کلام مالامال ہے۔ برخلاف اسکے ادنیٰ جذبات اور خیالات مرزا داغ کی شاعری کا سرمایہ ہے۔ داغ نے عشق سے مراد ہوسناکی اور نفس پرستی لی ہے اس لیئے ان کی شاعری میں جذبات عالیہ نہیں ہیں۔ جذبات عالیہ کا تعلق حسن و عشق سے ہے اور داغ کے اشعار خواہشات نفسانی اور جذبات حیوانی سے لبریز ہیں مرزا کی شاعری ادنیٰ ہے البتہ زبان ان کے مضمون کے لیے جان ہے زبان کی بے تکلفی اور شوخی بیان نے اُن کی شراب کو دوآتشہ کر دیا ہے۔

مگر اب کہ زمانے کے ہاتوں قدیم شاعری کا دفتر آب رسیدہ اور گہ اختہ ہو چکا ہے داغ سا شاعر بھی خاک ہندوستان کو نصیب ہونا دشوار ہے ؎

تو بھولنے کی چیز نہیں خوب یاد رکھ
اے داغ کس طرح تجھے دل سے بھلا دیں ہم

؎ مولانا حالی فرماتے ہیں کہ جناب [illegible] خان صاحب آرزو صاف شعر کو پسند کرتے تھے اس لیئے اشعار داغ کے مداح تھے۔ ثاقب۔

لطیفہ۔ پہلے یہ جان لینا چاہیئے کہ مرزا [illegible] کا تخلص [illegible] تھا کلام [illegible] تھا۔ اب سنیئے۔

[illegible]

[illegible]

فرق مراتب

جناب امیر کے کلام میں اگرچہ سوز و گداز کم ہے مگر مرزا داغ تو اس دولت سے بالکل ہی محروم ہیں'

استاذ کی جامعیت اور اصناف سخن پر قدرت ایک امر مسلم ہے اور ان کے کامل الفن ہونے میں کوئی کلام نہیں' ان کی شاعری ہمارے لئے دلیل راہ ہوگی اور ان کی تصانیف سے ہمکو بہت کچھ امید نفع کی ہے۔

مرزا داغ کی غزل سے اگر ہم کچھ سیکھ سکتے ہیں تو وہ شوخی اور زبان کی صفائی ہے۔

اب ہم جستہ جستہ جناب امیر کا کلام مع مختصر نوٹ کے پیش کرتے ہیں

نظم

از دیوان مرآۃ الغیب

اگر لکھنؤ کی شاعری یا آتش و ناسخ کا انداز کلام دیکھنا' اور اس زمانیکے خیالات اور احساسات کا پتا لگانا ہو تو مرآۃ الغیب دیکھو لیکن میرا یہ انتخاب اہل دہلی کے مذاق کے موافق ہے۔ اور ایسے اشعار دیوان میں کم ہیں۔

مرے ہی سامنے دامن اُٹھا کر نازسے چلنا — مجھی سے ہر گلہ الزام سے چاک گریباں کا
جگر کو دوں کہ دل کو دوں بتا ایے اتناد کے قاتل — کہ دو پیاسوں میں ہے یہ ایک قطرہ آب پیکاں کا

پہلو میں میرے دل کو نہ اے درد کر تلاش — مدت ہوئی غریب وطن سے نکل گیا
داد محشر کو بھالی میری انگلی چھیڑ چھاڑ — چھیڑ کر پوچھا مگر کیا ہوا کیونکر ہوا
ہر جگہ جوش محبت کا نیا عالم ہوا — آنکھ میں آنسو جگر میں داغ دل میں غم ہوا
روکنا فرقت میں اشکوں کا نہیں اچھا امیر — چار دن کے ضبط میں دیکھو تو کیا عالم ہوا
ہوا شہید تبسم جگر کہ دل یارب — گری تڑپ کے یہ بجلی کدھر نہیں معلوم
اے برق تو ذرا کبھی تڑپی ٹھہر گئی — یاں عمر کٹ گئی ہے اسی اضطراب میں
گم گشتہ دل کی تا بکجا جستجو کریں — ہاں درد دل ملے تو تری آرزو کریں
خنجر کو چوس چوس کے کہتے ہیں پیر زخم — ظالم مزے بھرے ہوئے تجھ میں کہاں کے ہیں
وہ اور وعدہ وصل کا قاصد نہیں نہیں — سچ سچ بتا یہ لفظ انہیں کی زباں کے ہیں
مزا لے لیکے رگڑا ہی گلا شمشیر قاتل سے — برنگ زخم ہم ہنس ہنس کے دیکھیں لہو برسے
پتلیاں تک بھی تو پھر جاتی ہیں دیکھو دم نزع — وقت پڑتا ہے تو سب آنکھ چرا جاتے ہیں
کانٹوں سے کہو سنبھال لینا — آتا ہے غش ایک برہنہ پا کو
اس دل پہ ہزار جان صدقے — جس دل میں ہو آرزو تمہاری
سوال وصل کا کرنے سے یہ ہوا حاصل — کہ آسرا ترے امید وار کھو بیٹھے
آنکھ کہتی ہے یہ دل سے کہ کرے گی برباد — خواہش وصل تجھے حسرت دیدار مجھے

اب اسی دیوان سے وہ اشعار لکھے جاتے ہیں کہ جن میں ترکیبیں دل آویز اور الفاظ شگفتہ نہیں اور مضامین شان غزل کے خلاف ہیں اور سوز و گداز جو غزل کے لیے ضروری ہے اس کا بھی نشان نہیں۔

کچھ لے گئے ہیں زاغ و زغن کچھ سگ گدا — لاش اپنی بعد مرگ ہی گوشت فرید کا

وہ یادِ ابن ساقی کوثر میں مے پیوں — شامی کباب بن گئے جگر ہو یزید کا
ہوں وہ مجنوں جھاڑتا ہوں اٹھکے میں ایک صبح — رستہ جاروبِ مژہ سے کوچۂ زنجیر کا
حلقۂ گیسو میں پائی نقد دل دیکر، جگہ — دیدیا پہلے کرایہ خانۂ زنجیر کا
آوازِ صور سن کے کہا دل نے قبر میں — کس کی برات آئی یہ باجا کدھر بجا
بدل کے شکل ڈراتا ہے کیا مجھے دشمن — مقام خوف نہیں، ہو جو شیر پتھر کا
اب سیرِ باغِ وصل کہاں اور ہم کہاں — گولر کا پھول یار کا سیبِ ذقن ہوا
لیلیٰ کے ناقے کو جو کیا ساربان نے تیز — سینے میں لوٹ کر دلِ مجنوں ہرن ہوا
بسمل تڑپ رہے ہیں نکلتا نہیں ہے دم — اک ہاتھ اور بھی نہ وہ قاتل لگا گیا
کہاں جاتا ہے اپنی فکر سے اس چشم کا مضمون — یقیں ہے صید ہو، ڈالا ہے گھوڑا ہم نے آہو پر
تیز پڑتی ہے نظر اس ترک کی مجھ پر امیر — تل رہا ہے باز کیا گنجشک کے آزار پر
نشہ کے ڈورے یار کی آنکھوں میں ہیں امیر — یا چند سرخ پوش مکانِ سیاہ میں
مشاعرے سے حسیں کیوں نہ چھین لیجاتے — رباعیاں مری چوگوشیہ کلاہیں تھیں
داغ کھا کھا کے کروں اپنی میں اوقات بسر — اس لیے دیتے ہیں چھلا وہ نشانی مجھکو
وہ چاٹ دوں کرے نہ مذمت شراب کی — واعظ کے منہ پہ مہر لگا دوں کباب کی
لختِ دل رشتہ نکلتے ہیں چھید کے ساتھ — ہر مدِ آہ سیخ ہے گویا کباب کی
وقتِ تماشا نزاکتِ جاناں کو دیکھنا — موچ آگئی جو لگ گئی ٹھوکر حباب کی

اسی زمین میں جناب محسن کاکوروی نے کسی زمانے میں طبع آزمائی کی تھی، فرماتے ہیں:۔

حالت نہ پوچھئے مرے شیب و شباب کی — دو کروٹیں تھیں عالمِ غفلت کے خواب کی

(نوٹ برصفحہ دیگر)

روے عرق فشاں پہ ہے سرخی شراب کی | شبنم سے بھیگی ہوئی ہو آفتاب کی
ہونے نہ پائی خشک ہی تردامنی مری | محشر میں دھوپ ڈھلنے لگی آفتاب کی
ان کو کبھی خیال ہو میرا یہ وہم ہے | جاگیں مرے نصیب یہ باتیں ہیں خواب کی
دم توڑنے لگا جو ترا مست چشم ناز | رضواں نے روح کھینچ کے بھیجی شراب کی
محسن بہت ہی سست لکھی تھی یہ غزل | گویا کہ اس میں کی مٹی خراب کی

از قصائد

در نعت شریف

الف آدم میں ہے محمود احمد میں ہے بے مد کا | سبب یہ ہے کہ واں سایہ تھا یاں سایہ نہ تھا قد کا
جو آنکھیں ہوں تو نام پاک سے پیدا ہے یکتائی | کہ آغوش احد میں جلوہ گر ہے میم احمد کا
وہی سایہ وہی قد تھا کہ تھے ظل خدا حضرت | جدا کرنا بہت دشوار ہے حرف مشدد کا

بقیہ نوٹ ـ مولانا حالی نے اس مطلع کی اور نیز جناب محسن کے قصیدہ نعتیہ کے اس مطلع کی کہ
مٹا نا ہے دل سے نقش نامۂ اب وجد کا | دبستان محبت میں سبق تھا مجھکو ابجد کا
بارہا تعریف کی اور میرے قلم سے یہ دونوں شعر ابھی تک ... نکلے ہیں ہے ۔
واضح ہو کہ جناب حالی قطع نظر اس کے کہ عربی فارسی اور اردو کے مشہور ناظم و ناقد ہیں
وہ سخن سنجی میں آج اپنا نظیر نہیں رکھتے
مولانا شبلی نعمانی مجھسے فرماتے تھے کہ ایسا ہوا ہے کہ کسی استاد کے شعر کی میرے دل میں
بہت وقعت ہوئی مگر جب میں نے اسے مولانا حالی کو سنایا اور انہوں نے اس کی پروا نہ کی
تو میری نظر سے بھی وہ شعر میری نظر سے گر گیا ۱۲ ثاقب

گماں ہوتا ہے جنت سے وہی اترا عبا ہو کر　　اٹھا رکھا تھا جو اللہ نے سایہ محمدؐ کا

از قصیدۂ دیگر

در بیان بہار

طوبیٰ سے جا کے خلد میں پیوند ہو گئی　　ایسی بڑھی ہر ایک گل و یاسمن کی شاخ

اللہ رے بہار کہ رنگت میں بڑھ گئی　　مرجان کی شاخ سے بھی غزال ختن کی شاخ

از قصیدۂ دیگر

در مدح عدل ممدوح

حکم آپ کا جس روز سے ہے محتسب شرع　　ہے زخم کے بھی چور کو اندیشۂ تعذیر

عاشق کا دل آزار نہیں غمزۂ معشوق　　اس درجہ ہے آوازۂ انصاف جہانگیر

دیوانۂ الفت کا ذرا دل جو کرا ہے　　غل گیسوئے محبوب کرے صورت زنجیر

در مدح اسپ ممدوح

تیزی کا تصور دل مجرم میں جو گزرے　　ہٹ رانے سے قاصد کے نہ ٹھہرے کبھی تقصیر

از قصیدۂ دیگر

تمہید در بیان شدت سرما

سرما میں آئے ابر کے لکھے ورق ورق　　آتش کدے کا پڑھنے لگے تخ بچے سبق

پیدا ہو طفل غنچہ تو برد عجوز بھی　　آئے کہ نال کاٹنے کی میں ہوں مستحق

پہنچے نہ پہنچے لوگ بڑا ہائیں ضرور ہات　　دکھلائے دور سے جو فلک آتش شفق

الکن ہیں سب کے سب یہ معلم کو ہے گماں　　پڑھتے ہیں کانپ کانپ کے لڑکے جو نام حق

از دیوانِ نعت

رُخ آپ کا ہی مہر تو قد آپ کا ہے شمع　　پروانہ صفات بھرے ہوں ہیں ذرہ تمام دن

آئینہ ہی پنجتن و چار یار کا　　نقطے ہیں چار حرف ہیں پانچ آفتاب کے

شہیدی کے مشہور قصیدۂ نعتیہ پر جناب محسن نے طبع آزمائی فرمائی ہے حضرت امیر نے اس کو تضمین کیا ہے اور حق یہ ہے کہ جس شان کا وہ قصیدہ ہے ویسی ہی اس کی تخمیس بھی ہے۔ ایسے بلیغ قصیدے پر ایسے پر زور مصرعے چسپاں کرنا استاد ہی کا کام تھا۔ دو بند اس تضمین کے لکھے جاتے ہیں:-

میں بسم اللہ آزادی ہوں سر پر تاج ہے مکا　　الف آوارگی کا ہے نقشہ بھرے قد کا

بحرِ تختۂ اول ہے میری مشقِ ابجد کا　　مٹانا لوحِ دل سے نقشِ ناموس اب حد کا

دبستانِ محبت میں سبق تھا مجھکو ابجد کا

دمِ تحریر تیرے ذوق سے بڑھ جائے تردستی　　قلم کے نکلیں آنسو ہو یہ جوشِ خندۂ شادی

شمولِ اشکِ شیریں دوات اتنی تو ہو جیکی　　الٰہی پھیل جائے روشنائی میرے نامے کی

بڑھا معلوم ہو لفظ احمد بر میم احمد کا

گو ہر انتخاب دیوان مفردات ہے جس میں بعض وہ اشعار بھی داخل ہیں جو دفعتاً بعد وقت تلف شدہ دیوان کے یاد آئے سنہ ۱۲۹۰(?) ہجری کی تصنیف اور تاریخی نام ہے:-

اس قدر ہے دراز ہجر کی شب　　پر تڑپنے سے جی نہیں بھرتا

غم اسکا حسرتوں سے پوچھتا ہے میرے سینے میں　　کہاں ہے وہ جو دل نام اک یہاں ہمارا رہتا تھا

حضرت عیسیٰ ابھی کیا دیکھتے ہو میری نبض　　پہلے اسکو دیکھ آؤ پھر مجھے تم دیکھنا

پڑ گیا ہی کوئی ناسور جگر میں شاید — کہ مری آنکھ سے کل شب کو لہو بھر آیا
ہزار طرح کے ہوتے ہیں وہم ہم کو امیر — کسی کی آنکھ جہاں ہم پر آب دیکھتے ہیں
میں جاگ رہا ہوں ہجر کی شب — پر میرے نصیب سو رہے ہیں
روتے ہیں ترے مریض پہروں — چھاتی سے لگا کے درد دل کو
مسجد میں بلاتا ہی ہمیں زاہد نافہم — ہوتا کچھ اگر ہوش تو میخانے نہ جاتے

فرماتے ہیں:-

میں مٹ گیا تو وہ بھی مرے ساتھ مٹ گیا — سایے سے خوب حق رفاقت ادا ہوا
کیا بلا تھی نگہ ہوش ربا ساقی کی — اٹھ گئی آنکھ تو کوسوں کوئی ہشیار نہ تھا
قریب ہے یار روز محشر چھپے گا کشتوں کا قتل کیونکر — جو چپ رہیگی زبان خنجر لہو پکاریگا آستین کا

مسٹر جسٹس سید محمود مرحوم نے اس شعر کو اپنے فیصلہ میں درج کیا ہے
(دیکھو اپیل فوجداری نمبر ۷۸۰ ہائی کورٹ الہ آباد سرکار بنام پھولے وغیرہ -
ویکلی نوٹس الہ آباد سنہ ۱۸۹۱ع صفحہ ۵۰)-

زار ایسا ہوں ہوا بادیہ پیما ہو کر — ذرہ چاہے تو اڑا دے مجھے صحرا ہو کر
دل و جگر دونوں جل گئے ہیں ذرا نگاہیں جہاں ملی ہیں — تمہارے سرمے میں ہے بلا کیا پسی ہوئی بجلیاں ملی ہیں
مے کش کے دل کا راز کسی پر عیاں نہیں — شیشے کو دیکھو کہ دہن ہے زباں نہیں
میکشو شیشۂ مے کی ہی حفاظت لازم — دیکھو پتھر تو کوئی ابر کے دامن میں نہیں
ان شوخ حسینوں پہ جو مائل نہیں ہوتا — کچھ اور بلا ہوتی ہے وہ دل نہیں ہوتا
جو نگاہ کی تھی ظالم تو پھر آنکھ کیوں چرائی — وہی تیر کیوں نہ مارا جو جگر کے پار ہوتا
دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں — دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں

غیروں سے ہیں باتیں بھی عنایت کی نظر بھی — پردے کھلتے جاتے ہیں کن انکھیوں سے ادھر بھی

کبھی ہے حشر میں وہ آنکھ شرمائی ہوئی — ہائے کیسی اس بھری محفل میں رسوائی ہوئی

کیوں ترے لب پر تبسم مجلس ماتم میں ہے — یہ ہنسی ہے کیا مرے پھولوں میں سے آئی ہوئی

زبان ضعف پیری میں چلتی رہی — سحر ہو گئی شمع جلتی رہی

بت بن کے وقت نزع بالیں پہ میرے شمع — ہوتا ہے آج خاتمہ گفت و شنید کا

بڑی پیچ در پیچ تھی راہ دیر — خدا ہم کو لایا خدا لے گیا

شمع بالیں سے یہ کہدے اے صبا — سر پہ روتا ہے کوئی بیمار کے؟

نہ پھرا نامہ بر وہاں سے امیر — زندگی نے ہمیں جواب دیا۔

از صنم خانۂ عشق

اس دیوان میں زبان کی صفائی کی جانب خاص توجہ فرمائی ہے اکثر ایک ایک زمین میں کئی کئی غزلیں لکھی ہیں

یہ آفتاب ہے گرما اس کی کبریائی کا — کہ ذرہ ذرہ ہے آئینہ خود نمائی کا

پارسا دہر بدمست ہیں بجز اک تکلف کی طرف — ایسی صحبت میں جو آتا ہوش کیا دیوانہ تھا

واں نگاہیں تیر تیز ادائیں تھیں آہیں تھیں خنجر — وصل کی شب اس طرف افسوں ادھر افسانہ تھا

نیند کے جھونکے چلے آتے تھے کو ہنگام ذبح — تیغ قاتل کی زباں پر کونسا افسانہ تھا

بسنہ ۱۸۹۱ء میں راقم نے ایک مشاعرہ اپنے مکان پر بمقام آگرہ قرار دیا تھا اس صحبت کے لیے جناب مرحوم نے رام پور سے جو غزل ارسال فرمائی تھی اسی کے

یہ شعر ہیں۔ چنانچہ ایک خط میں اُستاذ نے اس غزل کی روانگی کا ذکر کیا ہے وہ میرے نام کے خطوط میں اس مجموعے میں ملے گا۔ اس مشاعرے کی طرح میں جلال لکھنوی، میر مومن حسین مرحوم صفی امروہی شاگرد ذکی مرادآبادی، غلام محمد خاں رہا مرحوم اکبرآبادی تلمیذ امیر، ابن نظیر اکبرآبادی اور مرزا خانی برق شاگرد خواجہ آتش لکھنوی نے بھی غزلیں کہی تھیں۔ افسوس ہے کہ موت نے سب کو سلا دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کہا جب وصل میں میں نے کہ آنکھیں کیوں لڑیں پہلے ۔ تو بولے ہاں ابھی ارماں باقی ہے لڑائی کا
کیا رسوائے عالم چھپ کے پردے میں مجھے تو نے ۔ تری عصمت کے سر پر خون میری پارسائی کا
امیر اک بات بھی واعظ نہیں کہتا خدا لگتی ۔ خدا جانے بکا کرتا ہے کیا جھوٹا خدائی کا
پڑا ہے دیر سے مٹی خراب ہوتی ہے ۔ لگا دو ہاتھ جنازے کو پھر سنور لینا
تڑپ کے منہ سے کلیجا نکل پڑے نہ امیر ۔ بہت جو درد اٹھے دل پہ ہاتھ دھر لینا
آفریں کہنے سے رک جاتا ہے قاتل میرا ۔ لذت قتل گھٹاتا ہے بڑھانا دل کا
گرمیاں کرنے کا ہے خوب سلیقہ ان کو ۔ سیکھو آنکھوں کی شرارت سے جلانا دل کا
سر شب و روز جو وحشت سے ہے چکر میں امیر ۔ یہ بھی شاید ہے قدم اس بت ہرجائی کا
ہاتھ میں نے جو بڑھایا تو کہا ۔ بس بہت پاؤں نہ پھیلائیے گا
تبسم ہے غنچوں میں پھولوں میں خندہ ۔ چمن میں کوئی رنگ دیکھے ہنسی کا
گزرا مہ صیام وہی پھر ہے مے کشی ۔ دروازے میکدے کے کھلے کھل گیا نصیب
نالوں سے ہو گرم یہ گلشن جو بلبل نخل ۔ شبنم کے عوض رات کو تو نے جھڑی دھوپ
چٹکیاں لینے سے دل میں وہ کریں تو انکار ۔ داغ کچھ درد نہیں ہے کہ دکھا بھی نہ سکوں
کس کے سر مارئے یہ بار سفر ۔ راہزن کوئی رہگزر میں نہیں

وہ گلعذار کہ تلتے تھے روز پھولوں میں — انہیں کی خاک شریک آج ہے بگولوں میں

کن آنکھوں کو جوانی میں یہ زیور ہیں امیر — گر کے ہو جائیں گی کل جنس کی انبار پلکیں

اسی زمین میں نواب ناظم نے کیا خوب مقطع کہا ہے

یہی گریۂ خونیں تو کسی دن ناظم — یوں ہی رہ جائیں گی آپس میں چپک کر پلکیں

پھر اس انداز سے وہ ناز بھری بات چلے — آ گئی نیند تہ خنجر قاتل مجھکو

ملتا تو کیا حنا کو لگائیں نہ ہات وہ — جب تک شریک خون ہزار آرزو نہ ہو

گھر یوں رکے ہیں ہم اسیر ہو — زخم جو کوئی مسکرایا ہے

رکتا نہیں ہیں ہمارے خوشی کے پاؤں — شاید جواب خط کہ نامہ بر میں ہے

مرتا ہے اس پہ غیر بھی تو میں ہوں بیقرار — دشمن کے دل کا داغ بھی میرے جگر میں ہے

دل لگی سمجھے ہو دل کا آنا — جان جاتی ہے جب آ جاتا ہے

جو کہتا ہوں کہ میرا دم نکلتا ہے تو کہتے ہیں — ہمارے وصل کا ارماں تو یوں ہی نکلتا ہے

چمکتی نہیں ابر سے برق تاباں — نکلتا ہے پردے سے دامن کسی کا

وہ کیا جانے ہوتی ہے کیسی جوانی — ابھی کھیلتا ہے لڑکپن کسی کا

اس دیوان میں کم وزن اور پست اشعار بھی ہیں چنداں میں سے ہم یہاں لکھتے ہیں:۔

پاؤں وحشت کی کسی روز جو چل جاؤں گا — دو قدم میں ہی دو عالم سے نکل جاؤں گا

مجھ سے کہتا ہے شب وصل جو بن اُنکا — تیرے آغوش کے سانچے میں میں ڈھل جاؤں گا

جھکی جھکی تری آنکھیں نہیں سنتا ناصح — ڈر رہا ہے کہ سنبھلوں گا پھسل جاؤں گا

نیا ہو ابھرا جو جوبن کسی کا — ستا دوں گی میں چلبلا پن کسی کا

مجھ تک کب آسکے گی سپاہِ سزاے جرم
دریا ہی بیچ میں عرقِ انفعال کا

نزع کے وقت چھپائی نہیں تمکو پلکیں
ڈوبتے وقت تو تنکے کا سہارا ہوتا

پلکیں چھپانا آنکھ چرانے کے معنی میں، مجھے اس محاورے کی تحقیق نہیں۔ اور استاذ کے محقق ہونے میں کوئی شک نہیں ؎

سنکر ہیں نصیحت نہیں لاتا جو حسد
اتنا ہی مجھے دھیان کہ جل جائیگا ناصح

سلیماں ہمکو یاد چشم و گیسو نے بنایا ہے
ہمارے گھر میں شب بھر تخت پریوں کے اترتے ہیں

شباب ان کا غضب ہے ہات پڑتا ہے جو سینے پر
نکل جاتا ہے منہ سے مار ڈالا ہائے مرتے ہیں

مرہمِ زخم جو لائی وہ زبانِ شیریں
لبِ خنداں نے کہا میں نمک افشاں ہوں گی

خوشامد جو کی میں نے جوبن کی بولا
ارے یار، ہم بھی نکالے ہوئے ہیں

ہرن کب ہیں غصے میں آنکھیں تمہاری
یہ دو شیر آنکھیں نکالے ہوئے ہیں

بلا کا بلانوش ہے دل ہمارا
غمِ دو جہاں دو نوالے ہوئے ہیں

نوالے، قافیہ ہی متبذل ہے۔ قافیے کا انتخاب کرنا بھی ایک بات ہے اچھا اور نیا قافیہ ہو، یا ترکیب دیگر کوئی قافیہ لایا جائے تو شعر کیا غزل ہی شوخ ہو جاتی ہے مستعمل اور مبتذل قافیوں سے غزل کی شان دب جاتی ہے

نگہِ شوق سے کتنی ہے یہ عفت اس کی
کہ اچھوتا مرا پنڈا ہے نہ چھو تو مجھکو

کیوں نہ مضمون ترِ گوہرِ دنداں کے نکلیں
طبعِ سنجیدہ کی ہات آئی ترازو مجھکو

---

۵ مولانا حالی سے اس محاورے کی نسبت گفتگو ہوئی انہوں نے بھی لاعلمی ظاہر کی۔ بظاہر پلک اور تنکے کی تشبیہ کے سوا اور کوئی وجہ اس اختراع کی سمجھ میں نہیں آتی ۱۲ ثاقب

دیدۂ تر سے کرکے ہم چشمی — کیا سمندر نے غوطہ کھایا ہے
نقد طاعت جو روز کرتے ہیں — خلد کا پیشگی کرایا ہے
ہمارے گھر میں جس دن تھی ہوا اس حور کی آمد — چھپرکھٹ کو پری آکر پری [illegible]

اس قسم کے اشعار کو داخل دیوان نہیں کرنا تھا مگر اکثر دیوانوں میں ایسے اشعار پائے جاتے ہیں، کوئی شاعر اس مجبوری کو اس طرح ظاہر کرتا ہے

شعر اگر اعجاز باشد بے بلند و پست نیست — در ید بیضا ہمہ انگشت ہا یکدست نیست

داغ

اب ہم کچھ پست و بلند اشعار نواب مرزا خاں داغ کے بھی لکھتے ہیں۔ مہتاب داغ ہمارے سامنے ہے اسی میں سے بعض ابیات کا التقاط کرتے ہیں اگرچہ انتخاب [illegible] داغ کا ہمارا قصد نہ تھا اس لیے کہ یہ مجموعہ استاد امیر کے متعلق ہے لیکن چونکہ ہمنے جہاں حضرت امیر کے کلام سے بحث کی ہے وہاں پر مرزا داغ کی شعرگوئی کے باب میں بھی کچھ لکھنا پڑا ہے لہٰذا یہ اقتباس ان کے اشعار کا بے محل نہ ہوگا۔

نواب مرزا خان داغ کے اچھے شعر جو مہتاب داغ سے انتخاب ہوئے

چڑھاؤ پھول مری قبر پر جو آئے ہو — کہ اب زمانہ گیا تیوری چڑھانے کا
بہانہ کرنے سے کہنے مدعا کیسا ہے — یہ سنکر چپ ہو بیٹھا دوسرا کیا
بگڑ بیٹھے جب ذکر عدو پر — سنا کیا آپ نے میں نے کہا کیا
یہ نہ کہئے کہ نہیں اہل وفا میں کوئی — نام اک شخص کا ہے میری زباں پہ پڑا
گلشن میں ترے لبوں نے گویا — رس چوس لیا کلی کلی کا
فاتحہ پڑھنے بھی کوئی قبر پر آتا نہیں — [illegible]

اک چیز ہی اس عالم ہستی میں بشر ہی — دنیا کا طلبگار ہی، دنیا سے حذر بھی

کیوں تجھے چپ لگی ہے اے قاصد — منہ سے تو پھوٹ کچھ لکھا بھی ہے

گو جانتا ہوں جھوٹ مگر اس کو کیا کروں — کھاتے ہیں پیار سے وہ قسم میری جان کی

ہجر کی رات کیسی رات ہے — ایک میں ہوں اور خدا کی ذات ہی

شکوے کے بدلے کیا شکر ستم — پھر خفا ہیں کیا مزے کی بات ہے

جو کہی قاصد نے دل کو لگ گئی — یہ اسی کافر کے منہ کی بات ہے

آنکھیں بچھائیں ہم تو عدو کی ہی راہ میں — پر کیا کریں کہ تو ہے ہماری نگاہ میں

مرزا داغ کے بعض پست اشعار بھی ملاحظہ ہوں

چھوڑ دو نگا میں نہ ہات سے چلے آؤ ساتھ ساتھ — نازک کلائی دکھتی ہے تو آستیں ہی سہی

دیکھکر سانولی صورت تری یوسف بھی کہے — چٹ پٹا حسن نمکدار سلونا کیا ہے

یہ داغ ہے صحابۂ عظام کا غلام — یہ داغ جاں نثار ہے آل رسول کا

عظام غلط ہی، عظام جمع عظیم کی ہی۔

جوش پر اور قیامت کی جوانی آتی — ہات میرا جو ترے سینے پہ اکثر پڑتا

نہایت ہی فحش شعر کہا ہے۔

غیر ہو ناشاد کیوں کیسی کہی — چاہتا ہوں داد کیوں کیسی کہی

اس تمام غزل میں کوئی شعر قابل داد نہیں ہی۔

نہ پوچھ کچھ بھی کسی کی وہاں نہ آؤبھگت — تمہاری بزم میں کل اہتمام کس کا تھا

اس غزل کا حال بھی پچھلی ناشاد غزل کا سا ہی یعنی ایک شعر بھی دل آویز نہیں

نہ اندر کا اکھاڑا ہی نہ ایسی قاف کی پریاں — حسینوں کا تماشا خوب نینی تال میں دیکھا

دل مجبور کے نالوں سے جو ہم آواز — سینہ پھٹ جائے ترا کیا تری چھاتی گئی
نہ پوچھو اُسے کون ہے کیا بتائیں — مگر ایک دیکھا ہے شیطاں سے بڑھ کر
ہات سے قتل نہ وہ پاؤں سے پامال کریں — گھر ہی میں بیٹھے ہوئے حکم کیا کرتے ہیں
نظر کھائے جاتی ہے عشاق کی — حسینوں کو دنیا میں راحت نہیں
بڑی کشمکش میں ہے عہد وفا — کبھی ہے کبھی ان کی نیت نہیں

یہ شعر ادائے مطلب میں قاصر ہے ۱۲

آج کل نالۂ بلبل میں کچھ تاثیر نہیں — کیا عجب گل یہ پکارے کہ مرے کان گئے

"کان گئے" اس محاورے کی تحقیق نہیں، مولانا حالی سے ذکر آیا، انہوں نے خود بھی سوچا اور فرہنگ آصفیہ میں بھی دیکھا مگر کچھ دریافت نہیں ہوا۔

اتفاق سے دلی میں آکر میں نے ایک صاحب کی زبانی استاد امیر کا شعر مندرجہ ذیل سُنا تو جس معنی میں اُنہوں نے "کان گئے" لکھا ہے وہ ضرور صحیح ہے ؎

چھو گئی گونج جو بالی کی بگڑ کر بولے — ہات نوچیں ترے مشاطہ مرے کان گئے

لیکن "کان گئے" "کان پھوٹ گئے" کے معنی میں محل تامل ہے۔

جانے نہ دوں گا آپ کو بے فیصلہ ہوئے — دل کے مقدمے کو ابھی چکا جائیے
یہ ٹھری ہے آوارگانِ محبت — جناب خضر کو مقامی کریں گے

"مقامی کرنا" خدا جانے کیا معنی ہیں۔ اس غزل کے تمام اشعار سوا اس کے کہ موزوں کیے جائیں اور کوئی داد ہم نہیں دے سکتے۔

کیونکر نہ کروں شور مناجات سے توبہ — آغاز ہو جب چار گھڑی رات سے توبہ

توبہ آغاز ہوا المعنی فی بطن الشاعر ۱۲

اے فلک ان کے علاوہ بھی حسیں ہیں کہ نہیں　　جو زمانے میں رہیں مشہور نظر آتے رہیں

سینک دے آتشِ رخسار سے اُنکی جوبن　　عشق کی مار پڑی ہے ترے بیمار و نہر

یہ رشک لکھنوی کی تقلید ہے ۱۲

تیری قسمت میں ستارے ہیں کہاں　　کوٹھیاں کیں تو نے جو چرخِ بیسر جمع

نہیں ہوتی بندے سے طاعت یاد　　بس اب خانہ آباد دولت زیادہ

بجائے طاعت، اطاعت ہونا چاہیئے طاعت کا اطلاق عبادتِ الٰہی پر ہوتا ہے۔

حوروں کا انتظار کرے کون حشر تک　　مٹی کی بھی ملے تو روا ہے شباب میں

آخر کے دو شعر مرزا داغ کے کسی دوسرے دیوان کے ہیں، مہتابِ داغ میں نہیں ہیں۔

مرزا داغ کا سرمایۂ علمی کم تھا مگر طبیعت بامذاق اور شوخ پائی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ آخر عمر میں پہلی سی کاوش وہ نہیں کرتے تھے اس لیے دکن چلے جانے پر ان کے اشعار کا رنگ کچھ اور ہی ہو گیا تھا ابتذال اور اہمال سے بھی آخر میں ان کے اشعار محفوظ نہیں رہے۔

ے جب میں نے اشعار داغ کی یہ حالت دیکھی تو ایک روز مولانا حالی سے اس کا تذکرہ آیا وہ فرمانے لگے کہ "مرزا داغ کو اشعار کی پرکھ نہ تھی اور وہ خود اپنے اچھے اور بُرے شعر میں تمیز نہ کر سکتے تھے"۔ میں کہتا ہوں یہی وجہ ہے کہ ان کے دیوان رطب و یابس سے مملو ہیں کس کو فرصت جو ان سنگریزوں میں سے جواہر پاروں کو ڈھونڈ کر نکالے اور عروسِ فن کے لیے ایک خوشنما ہار ترتیب دے۔ ثاقب۔

مرزا سے رخصت ہوتے ہوئے۔ ان کا ایک مادہ تاریخ بھی سن لیجئے نواب وقارالملک کی خطاب یابی کی تاریخ ہے۔ افزائش خطاب مبارک زیادہ باد

حضرت زاہد نے ہمیں دو سہرے لکھکر بھیجے ہیں دونوں حضور نظام کے لئے لکھے گئے تھے۔ ایک اُستاد کا دوسرا مرزا داغ کا۔ کچھ اشعار دونوں کے یہاں لکھے جاتے ہیں۔ اس زمین میں غالب و ذوق نے بھی سہرے لکھے ہیں۔

داغ مرحوم

ہے بجا آصف نوشاہ تجھی پر سہرا — عیش کا طرہ ہے شادی کا ترے سر سہرا
لاگ سے لڑتی ہے ایک ایک لڑی مل مل کر — گل گوہر کا جو ہے سہرے کے اوپر سہرا
گرمیِ حسن سے بچپیں ہیں ساری لڑیاں — رخِ نوشہ پہ ہوا کھلے نہ کیونکر سہرا
اپنے ہاتوں کی ہی لیتی ہے بلائیں مالن — کیسی اترائی ہے نوشاہ پہ بنا کر سہرا
کیا خوشی اسکو ہے پھولا یہ سماتا ہی نہیں — اپنے جامے سے ہوا جاتا ہے باہر سہرا
حق بجانب ہے اگر شاہ سے ہو داد طلب — تو نے اے داغ کہا سب سے بچا کر سہرا

استاد مغفور

جگمگاہٹ میں ستاروں سے ہے بڑھکر سہرا — ہے کرن حور کے دامن کی یہ پرنور سہرا
جگمگا نوشہ ہنس دیکھا ہے قسم کھاتا ہے — ہات رکھ رکھ کے ترے مصحفِ رخ پر سہرا
لوٹ عارض پہ کبھی ہے کبھی پیشانی پر — ایک صورت پہ ٹھہرتا نہیں دم بھر سہرا
ایسا بنتا نہیں خورشید سے پرنور سہرا — گوندھتا تابشعاعی سے ہے دن بھر سہرا
واسطہ فیض کا ہے سارے خدائی کے لئے — شاہ پہ ظل خدا [illegible] سہرا

ٹوٹی جاتی ہیٔ ایسی جاتی ہیٔ کیا کیا ہی نثار　　بدّھی شانے پہ حنا پاؤں پہ سر پر سہرا
شوخ ایسا ہی کہ اڑتا ہی ہوا سے ہاتوں　　مجھکو حیرت ہی کہ باندھا گیا کیونکر سہرا
بھیج اس نظم کو دربارِ معلیٰ میں امیر　　تیری قسمت کا بھی چمکا یگا اختر سہرا

چند ہم قافیہ غزلیں بھی دونوں استادوں کی اور بعض دیگر اساتذہ کی ہم یہاں درج کرتے ہیں جس سے فرق مراتب بخوبی واضح ہو جاے گا۔

داغ دہلوی

دیکھو جو مسکرا کے تم آغوشِ نقشِ پا
گستاخیاں کرے لبِ خاموشِ نقشِ پا
شور اس خرامِ ناز کا محشر سے بڑھ گیا
کیا گوشِ خلق پھوٹ گئے گوشِ نقشِ پا
پھرتے ہیں بے قرار بہت تیری راہ میں
کتنا ہی صاف صاف ہی جوشِ نقشِ پا
تم شوخیوں سے پاؤں تو رکھو زمین پر
کھل کھیلتے ہیں اب لبِ خاموشِ نقشِ پا
یہ کون میرے پیچھے سے چھپ کر نکل گیا
خالی نہیں ہی فتنوں سے آغوشِ نقشِ پا
محشر میں وہ بھی فتنہ نہ دیکھیں گے اہلِ حشر
جو دیکھتے ہیں آپکے مدہوشِ نقشِ پا
مٹ جائیگا مگر نہ کھلے گا یہ اے صبا

امیر مینائی لکھنوی

سر کے وہ پاؤں ہو کے جو ہم دوشِ نقشِ پا
فریاد کر اٹھے لبِ خاموشِ نقشِ پا
کیا جانے آئی شہرِ خموشاں سے کیا خبر
اب تک اسی طرف ہیں لگے گوشِ نقشِ پا
نسبت ہی راہِ عشق سے راہِ حرم کو کیا
یاں کثرتِ سجود وہاں جوشِ نقشِ پا
بیدرد جانے والو ٹھہر جاؤ دم تو لو
کچھ تم سے کہتے ہیں لبِ خاموشِ نقشِ پا
یہ تو کہاں نصیب کہ ہاتھ آئیں وہ قدم
آغوشِ حور ہی مجھے آغوشِ نقشِ پا
رفعت سے تیرے خاک نشینوں کو کام کیا
افسر طلب نہیں سرِ مدہوشِ نقشِ پا
کیا چین سے ہیں خواب میں آسودگانِ خاک

غنچے کا منہ نہیں لب خاموش نقش پا
رونق نہیں ہے آپ نے کیا قبر داغ کی
پھولوں کی چادر و نے چھپا جوش نقش پا
کیں لطف ستم یوں ابنیں حاصل نہیں ہوتا
غنچے کو وہ ملتے ہیں اگر دل نہیں ہوتا
ہیں اور شب تیرہ و صحرائے خطرناک
رہبر کا پتا سیکڑوں منزل نہیں ہوتا
غمزہ بھی ہو سفاک نگاہیں بھی ہوں خونریز
تلوار کے باندھے سے تو قاتل نہیں ہوتا
جس آئینہ کو دیکھ لیا تم سے اس نے
اس آئینہ سے کوئی مقابل نہیں ہوتا
رکھ لوں ترے پیکاں کو کلیجے سے لگا کر
اپنا کبھی ہوتا ہے کبھی دل نہیں ہوتا
یہ داد ملی ان سے مجھے کاوش دل کی
جس کام کی عادت ہو وہ مشکل نہیں ہوتا
انکار تو کرتے ہو مگر یہ بھی سمجھ لو
بے وجہ کسی سے کوئی سائل نہیں ہوتا
منزل پہ جو پہنچے تو ملے قیس کو لیلےٰ
ناقے سے جدا کیا کبھی محمل نہیں ہوتا

دیتے ہیں یہ خبر لب خاموش نقش پا
وحدت کی جلوہ گاہ ہے یہ دشت خاک اثر
ہیں ایک چشم و گوش بر آواز نقش پا
ان شوخ حسینوں پہ جو مائل نہیں ہوتا
کچھ اور بلا ہوتی ہے وہ دل نہیں ہوتا
خضر رہ مقصود اگر دل نہیں ہوتا
منزل کا پتا سیکڑوں منزل نہیں ہوتا
دھبا نہیں دیتا ہے لہو حسرت دل کا
اس خون سے تر دامن قاتل نہیں ہوتا
ٹکڑے بھی ہے گل خون میں ڈوبا ہی جگر کا
اب بھی دل عاشق کے مقابل نہیں ہوتا
عاشق کے بہل جانے کو اتنا بھی ہے کافی
غم دل کا نہ ہوتا ہے اگر دل نہیں ہوتا
اٹھنے کو کہے کوئی تو بن جاتی ہے جی پر
اس بزم میں جانا مجھے مشکل نہیں ہوتا
حسرت سے ادھر اور ادھر دیکھ رہا ہے
بھوکا ترے دیدار کا۔ سائل نہیں ہوتا
اتنا ہی ہوا سے ہے تو اتنا ہے ادھر ہی
لیلےٰ سے الگ پردۂ محمل نہیں ہوتا

کیا عشق سے نفرت ہے کہ وہ پوچھ رہے ہیں
کوئی بھی وہ بستی ہے جہاں دل نہیں ہوتا
اے داغ کس آفت میں ہوں کچھ بن نہیں آتی
وہ چھینتے ہیں مجھ سے جدا دل نہیں ہوتا
تو ہی اپنے ہاتھ سے جب دلربا جاتا رہا
دل کی بھی پروا نہیں جاتا رہا جاتا رہا
جس توقع پر تھی اپنی زندگی وہ مٹ گئی
جو ہر وسا تھا ہمیں وہ آسرا جاتا رہا
دل چرا کر آپ تو بیٹھے ہوئے ہیں چین سے
ڈھونڈھنے والے سے پوچھے کوئی کیا جاتا رہا
مرگ دشمن کا زیادہ تم سے ہی مجھکو ملال
دشمنی کا لطف شکوؤں کا مزا جاتا رہا
ہو سکے مطلب نگاری کیا پریشاں طبع سے
ذہن میں آتے ہی حرف مدعا جاتا رہا
دیکھو دیکھو مجھ پہ برساتے رہو تیر نگاہ
صید جب دم آنکھ سے اوجھل ہوا جاتا رہا
کس قدر ان کو فراق غیر کا افسوس ہے
ہاتھ ملتے ملتے سب رنگ حنا جاتا رہا
اب کئی دن سے وہ رسم و راہ بھی موقوف ہے

راحت کا نکلتا نہیں اس کے کوئی پہلو
مایوس بھی کمبخت میرا دل نہیں ہوتا
یہ شعر وہ فن ہے کہ امیر اس کو جو برتو
حاصل بھی ہوتا ہے کہ حاصل نہیں ہوتا
ایک دل ہمدم مرے پہلو سے کیا جاتا رہا
سب تڑپنے تلملانے کا مزا جاتا رہا
جھوٹے وعدوں سے وہ راحت کا سہارا بھی گیا
اے قسمت یاس کا بھی آسرا جاتا رہا
شربت دیدار سے تسکیں ہی کچھ ہو گئی
دیکھ لینے سے دوا کے درد کیا جاتا رہا
بے تکلف نشۂ مے نے تو ان کو کر دیا
پردہ شرمیلی نگاہوں کا مزا جاتا رہا
بیخودی کا ہو برا محروم رکھا وصل سے
آپ جب آئے تو حرف مدعا جاتا رہا
تیرے دشمن سوگ دشمن کا کریں زیبی دے
بوالہوس بدنام کن اچھا ہوا جاتا رہا
شوخیاں رگ رگ میں ہیں ہنستا ہے ان کے رنگ کا
آتے آتے ہاتھ میں رنگ حنا جاتا رہا
آنے والا جانیوالا بیکسی میں کون تھا

داغ

ورنہ برسوں نامہ برآتا جاتا رہا
میں نے دیکھا انکی زلفوں کو تو فرمانے لگے
آپ کا دل کھل پڑا گم ہو گیا جاتا رہا
اچھی صورت کی ہوا کرتی تھی اکثر تاک جھانک
رکھیں آنکھیں مگر وہ دیکھنا جاتا رہا
حرص دامنگیر دنیا مال دنیا بے ثبات
جسقدر حاصل کیا اس سے سوا جاتا رہا
داغ کچھ درہم نہ تھا جسکا انہیں ہوتا خیال
ہو گیا گم ہو گیا جاتا رہا جاتا رہا
عجب اپنا حال ہوتا جو وصال یار ہوتا
کبھی جان صدقے ہوتی کبھی دل نثار ہوتا
کوئی فتنہ تا قیامت نہ پھر آشکار ہوتا
ترے دل پہ کاش ظالم مجھے اختیار ہوتا
جو تمہاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدے کرتا
تمہیں منصفی سے کہدو تمہیں اعتبار ہوتا

امیر

ہاں مگر اکدم غریب آتا رہا جاتا رہا
گھورتے دیکھا جو چتونوں میں جھنجلا کر کہا
کیا لحاظ آنکھوں کا بھی او بیحیا جاتا رہا
ہائے وہ صبح شب وصل انکا کہنا ناز سے
اب تو میری بیوفائی کا گلہ جاتا رہا
آنکھ کیا ہی موہنی ہے سحر ہے اعجاز ہے
اک نگاہ لطف میں سارا گلہ جاتا رہا
کھو گیا دل کھو گیا رہتا تو کیا ہوتا امیر
جانے دو اک بیوفا جاتا رہا جاتا رہا
ترے عکس کا قاتل کبھی بچشم وا ہوتا
تو نثار ہونیوالا ہی جاں نثار ہوتا
مرے بس میں یا تو یارب وہ ستم شعار ہوتا
یہ نہ تھا تو کاش دل پر مجھے اختیار ہوتا
میں زباں سے تم کو سچا کہو لاکھ بار کہدوں
اسے کیا کروں کہ دل کو نہیں اعتبار ہوتا

مر گیا جب میں تو ظالم نے کہا افسوس آج — ہائے ظالم ہائے ظالم کا مزا جاتا رہا
آیت لا تقنطوا تیری تو حامی بول اٹھے — آج سب اندیشہ روز جزا جاتا رہا
جب تلک تم تھے کشیدہ دل تھا شکووں سے بھرا — تم گلے سے ملتے سارا گلا جاتا رہا

داغ

یہ مزہ تھا دل لگی کا کہ برابر آگ لگتی
نہ تجھے قرار ہوتا نہ مجھے قرار ہوتا

نہ مزہ ہے دشمنی میں نہ ہے لطف دوستی میں
کوئی غیر غیر ہوتا کوئی یار یار ہوتا

ترے وعدے پر ستمگر ابھی اور صبر کرتے
اگر اپنی زندگی کا ہمیں اعتبار ہوتا

تمہیں ناز ہو نہ کیونکر کہ لیا ہے داغ کا دل
یہ رقم نہ ہاتھ لگتی نہ یہ افتخار ہوتا

امیر

وہ مزہ دیا تڑپ نے کہ یہ آرزو ہے یارب
مرے دونوں پہلوؤں میں دل بیقرار ہوتا

میں جیوں تو کس کا ہو کر نہیں کوئی دوست میرا
یہ جو دل ہے دشمن جاں یہی دوستدار ہوتا

دم رخصت انکا کہنا کہ یہ کاہے کا ہے رونا
تمہیں میری قسموں کا بھی نہیں اعتبار ہوتا

شب وصل تو جو بیخود نہ ہوا امیر چوکا
ترے آنے کا کبھی تو اسے انتظار ہوتا

بقیہ اشعار غزل امیر مینائی مرحوم

مری خاک بھی لحد میں نہ رہی امیر باقی
انہیں مرنے ہی کا اب تک نہیں اعتبار ہوتا

نئی چوٹیں چلتی قاتل جو کہیں دوچار ہوتا
کہ ادھر سے وار ہوتا تو ادھر سے پیار ہوتا

پس مرگ کاش یوں ہی مجھے وصل یار ہوتا
وہ سر مزار ہوتا میں تہ مزار ہوتا

یہی آرزو کہ دو دو ترے تیر ساتھ چلتے
کوئی دل کو پیار کرتا کوئی دل کے پار ہوتا

ترا میکدہ سلامت ترے خم کی خیر ساقی
مرا نشہ کیوں اترتا مجھے کیوں خمار ہوتا

مرے اتقا کا باعث تو ہے میری ناتوانی
جو میں توبہ توڑ سکتا تو شراب خوار ہوتا

میں ہوں نامراد ایسا کہ بلک کے یاس روتی
کہیں پا کے آسرا کچھ جو امیدوار ہوتا

نہیں پوچھتا ہے مجھکو کوئی پھول اس چمن میں
دل داغدار ہوتا تو گلے کا ہار ہوتا

داغ

اس بزم میں شریک تو جایا نہ جائے گا
میں جاؤنگا اگر مرا سایا نہ جائے گا
دل نکلے اس کی بزم میں جایا نہ جائیگا
یہ مدعی بغل میں دبایا نہ جائے گا
اے حشر امتیاز کہ ہیں ہم شہید ناز
مردوں کی طرح ہم کو اُٹھایا نہ جائے گا
دل کیا ملا دگے کہ ہمیں ہو گیا یقیں
تم سے تو خاک میں بھی ملایا نہ جائے گا
جو دل دکھا رہا ہے مرا ہر گھڑی مجھے
آنکھوں سے سو برس بھی دکھایا نہ جائیگا

امیر

گھر میں تمہارے غیر سے جایا نہ جائے گا
آغوش نو میں کبھی سمایا نہ جائے گا
دل گیسوؤں میں ہم سے پھنسایا نہ جائیگا
اس چاند کو یہ داغ لگایا نہ جائے گا
چلو ہی سے پلا دے مجھے ساقیا شراب
ہوں ناتواں جام اٹھایا نہ جائے گا
لاکھوں کو خاک میں تو ملا دے گا آسماں
ظالم سے دو دلوں کو ملایا نہ جائے گا
مجھ روسیہ کو قبر میں رہنے دے اے کریم
یہ منہ کسی کو مجھ سے دکھایا نہ جائے گا

بقیہ اشعار صفحہ ۵۵

ترے ناوک ادا سے کبھی ہارتا نہ ہمت
جگر اس سے آگے ہوتا تو جگر کے پار ہوتا

اثر اس قدر تو ہوتا مرے لوٹنے کا ان پر
کہ وہ کروٹیں ہی لیتے جو میں بیقرار ہوتا

مرا دل جگر جو دیکھا تو ادا سے ناز بولا
یہ ترا شکار ہوتا وہ مرا شکار ہوتا

سر قبر آتے ہو تم جو بڑھا کے اپنا گہنا
کوئی پھول چھین لیتا جو گلے میں ہار ہوتا

ترے تیر کی خطا کیا مری حسرتوں نے روکا
یہ لپٹتیں یہ بلائیں تو وہ دل کے پار ہوتا

میں نثار تجھ پہ ہوتا تو قریب جان کھوتا
میں ترا شکار ہوتا وہ مرا شکار ہوتا

مرے دل کو یوں مٹایا کہ نشان تک نہ رکھا
میں لپٹ کے رو تو لیتا جو کہیں مزار ہوتا

داغ

دشمن کے آگے سر نہ جھکے گا کسی طرح
یہ آسماں زمیں سے ملایا نہ جائے گا

فتنہ نہیں ہوں جس کو اٹھایا کرے فلک
مجھ سے گرے ہوئے کو اٹھایا نہ جائے گا

زلفیں نہیں کہ شانے سے آراستہ کیا
بگڑا ہو مزاج بنایا نہ جائے گا

اے داغ تجھکو رزق کی خواہش ہے حرص کی
اتنا بھی غم کھلائے گا کھایا نہ جائے گا

امیر

لاؤں میں ایسے دل میں کدورت محال ہے
یہ لعل خاک میں تو ملایا نہ جائے گا

تیرے ہزار غمزے میں قاتل اٹھاؤں گا
خنجر کا تیرے ناز اٹھایا نہ جائے گا

دوزخ نے مجھکو دیکھ کے مالک سے یہ کہا
مجھ سے تو یہ غریب جلایا نہ جائے گا

وہ غنچہ اس چمن میں مرا دل ہے اے امیر
باد بہار سے بھی کھلایا نہ جائے گا

بقیہ اشعار غزل امیر مینائی مرحوم

دل میں خیال اُن آنکھوں کا لایا نجائے گا
مے خانہ گھر خدا کا بنایا نہ جائے گا

آہوں سے سوز عشق مٹایا نہ جائے گا
آندھی سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

بے خود نہ کر وصال میں اے جلوۂ صنم
ہوں ناتواں پھر آپ میں آیا نہ جائے گا

پہنائے جن کو پھولوں کے ہار ایسے بعد مرگ
دو پھول ایسے کفن بھی بسایا نجائے گا

ترک ادب ہی دل سے مٹاؤں جو داغ عشق
مسجد کا ہی چراغ بجھایا نہ جائے گا

کیوں یاس توڑتی ہے مرے دل کا آسرا
یہ گھر اجڑ گیا تو بسایا نہ جائے گا

دکھلا کے سب کو دست حنائی وہ کہتے ہیں
عاشق کا یہ لہو ہے چھپایا نہ جائے گا

سو غمگسار لاکھ ہوں غمخوار آس پاس
دل میں جو درد ہے وہ بٹایا نہ جائے گا

دیدار یار کا اُٹھے گا مزا امیر
جب تک دوئی کا پردا اٹھایا نجائے گا

داغ

بیاں کس سے کروں ماجرائے دردِ جگر
جگر کو تھام کے کہتا ہوں ہائے دردِ جگر
مرے طبیب کو مشکل پہ سخت مشکل ہے
دوائے سوزشِ دل پھر دوائے دردِ جگر
اس انجمن میں اگر جم کے بیٹھ بھی جاؤں
ہزار مرتبہ اٹھ کر اٹھائے دردِ جگر
نہیں غزل کی یہ لے داغ یا شفاخانہ
سنا نہ کان سے تم نے سوائے دردِ جگر
جو دردِ دل میں گرفتار تھا ترا بیمار
وہ رفتہ رفتہ ہوا مبتلائے دردِ جگر
بھنویں تنی ہیں خنجر ہاتھ میں ہے تن کے بیٹھے ہیں
کسی سے آج بگڑی ہے کہ وہ یوں بن کے بیٹھے ہیں
دلوں پر سیکڑوں سکے ترے جوبن کے بیٹھے ہیں
کلیجوں پر ہزاروں تیر اس چتون کے بیٹھے ہیں
الٰہی کیوں نہیں اٹھتی قیامت ماجرا کیا ہے
ہمارے سامنے پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں
یہ گستاخی یہ چھیڑ اچھی نہیں ہے اے دلِ ناداں
ابھی پھر روٹھ جائیں گے ابھی وہ من کے بیٹھے ہیں

امیر

لیا کسی نے جو نام دوائے دردِ جگر
تڑپ کے دل یہ پکارا کہ ہائے دردِ جگر
نہ کوئی ڈھونڈنے والا نہ مہرباں ہے طبیب
کہاں سے آئے الٰہی دوائے دردِ جگر
اٹھا کے آنکھ بھی دیکھا نہیں کسی کی طرف
ہوا کہاں سے یہ بیٹھے بٹھائے دردِ جگر
دیا ہے قسمت بد نے عجیب مرض ہے مرض
کہ درد سینے میں بھی ہے سوائے دردِ جگر
ہمارے دل کا وہی درد امیر کچھ سمجھے
ہوا ہو عشق میں جو مبتلائے دردِ جگر
انہیں وہ مجمعِ اغیار ہے کیا بن کے بیٹھے ہیں
یہاں دشمن ہی سب اٹھتے ہیں جو بن کے بیٹھے ہیں
یہ ابرو چشم جتنے ہیں کہ لبوں میں تنکے بیٹھے ہیں
یہ سب مارے ہوئے ظالم ترے چتون کے بیٹھے ہیں
عداوت ہم سے کی جاتی ہے پردہ میں محبت کے
اٹھا کر ہم کو وہ خود سامنے دشمن کے بیٹھے ہیں
شبِ وصل ہے کیا کیا ناز و انداز کے جھگڑے
ابھی ہم منتظر ہیں کھینچے دامن کے بیٹھے ہیں

داغ

اثر ہی جذبِ الفت میں تو کھنچ کر آہی جائیں گے
ہمیں پروا نہیں ہم سے اگر وہ تن کے بیٹھے ہیں

کسوں ہی یا دعا ہی یا معمہ کھل نہیں سکتا
وہ کچھ پڑھتے ہوئے آگے مرے مدفن کے بیٹھے ہیں

بہت رویا ہوں میں جب سے یہ میں نے خواب دیکھا ہے
کہ آپ آنسو بہائے سامنے دشمن کے بیٹھے ہیں

کھڑے ہوں زیرِ طوبیٰ وہ نہ دم لینے کو دم بھر بھی
جو حسرت مند تیرے سایۂ دامن کے بیٹھے ہیں

تلاشِ منزلِ مقصد کی گردش اٹھ نہیں سکتی
کمر کھولے ہوئے رستے میں ہم رہزن کے بیٹھے ہیں

نگاہِ شوخ و چشمِ شوق میں در پردہ چھنتی ہے
کہ وہ چلمن میں ہیں نزدیک ہم چلمن کے بیٹھے ہیں

یہ اٹھنا بیٹھنا محفل میں انکا رنگ لائیگا
قیامت بن کے اٹھیں گے بھبھوکا بن کے بیٹھے ہیں

کسی کی شامت آئیگی کسی کی جان جائیگی
کسی کی تاک میں وہ بام پر بن ٹھن کے بیٹھے ہیں

قسم دیکر انہیں یہ پوچھ لو تم رنگ ڈھنگ اس کے
تمہاری بزم میں کچھ دوست بھی دشمن کے بیٹھے ہیں

امیر

وہ آمادہ ہوئے تو سر نے پر ہم آمادہ ہیں مرنے پر
ادھر وہ بن کے بیٹھے ہیں ادھر ہم تن کے بیٹھے ہیں

ملا کر خاک میں بھی ہائے شرم انکی نہیں جاتی
نگہ نیچی کیئے وہ سامنے مدفن کے بیٹھے ہیں

علاوہ میرے دشمن سے نہیں جاتا نہیں جاتا
نہیں دشمن تو اب وہ سوگ میں دشمن کے بیٹھے ہیں

تری دامن میں جو آیا آفتابِ حشر بھی سر پر
تو ہم سمجھے کہ سائے میں ترے دامن کے بیٹھے ہیں

کڑی منزل ہے بوڑھے ہوں کی جو موت آئے تو بہتر ہو
تھکے ماندے مسافر منتظر رہزن کے بیٹھے ہیں

نگاہِ شوق ایسی پردہ در ہے کچھ نہیں کھلتا
کہ چلمن کے ادھر یا وہ ادھر چلمن کے بیٹھے ہیں

بگڑ کر جب وہ اٹھتے ہیں تو دل بیٹھے ہیں لاکھوں کے
ہزاروں فتنے اٹھتے ہیں جہاں وہ بن کے بیٹھے ہیں

وہ آئینے میں پیاری شکل اپنی دیکھ کر بولے
کہ یہ ہیں کون میرے گھر میں بن ٹھن کے بیٹھے ہیں

ہوئی انصاف سے کہدیں کہ ہے کس کی جگہ اچھی
بغل میں انکے ہم پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں

داغ

کوئی چھینٹا پڑے تو داغ کلکتے چلے جائیں
عظیم آباد میں ہم منتظر ساون کے بیٹھے ہیں

سبک ہو جائیں گے گر جائیں گے وہ بزم دشمن میں
کہ جب تک گھر میں بیٹھے ہیں تو لاکھوں من کے بیٹھے ہیں

یہ جوش گریہ تو دیکھو کہ جب فرقت میں یاد آیا
در و دیوار اک پل میں مرے مسکن کے بیٹھے ہیں

صاف کب امتحان لیتے ہیں
وہ تو دم دے کے جان لیتے ہیں
یوں ہی منظور خانہ ویرانی
مول میرا مکان لیتے ہیں

امیر

عجب ساتھ ہی کیا ایک سنئے گھر بنکے بیٹھے ہیں
کہیں بھادوں کے زیادی کہیں ساون بنکے بیٹھے ہیں

بڑے ہی قدرداں کانٹے ہیں صحرائے محبت کے
کہیں گاہک گریباں کے کہیں دامن کے بیٹھے ہیں

چھڑا جان کا مشکل ہی کا ہونے علائق سے
یہاں سب کھینچے والے میرے دامن کے بیٹھے ہیں

آزمایش میں جان لیتے ہیں
خوب آپ امتحان لیتے ہیں
ہوکے برباد تیرے خانہ خراب
لامکاں میں مکاں لیتے ہیں

بقیہ اشعار غزل امیر مینائی مرحوم

ازل لیجاتے ہیں عاشق کے دلکو سینہ وری کے — غضب کے دو اچکے ہیں جو بن ٹھن کے بیٹھے ہیں

کسی کو تونے تاکا چوٹ آئی میرے ہی دل پر — نشانے ہی پہ سب ناوک تری چتون کے بیٹھے ہیں

اذیت سے نہیں خالی کوئی کام اپنا الفت میں — اٹھے ہیں رو دیکر نقش حسرت بنکے بیٹھے ہیں

پڑی ہے آنکھ تیری ہی تو رونا مجھکو آتا ہے — تیری محفل میں ہم تصویر حسرت بنکے بیٹھے ہیں

نہیں ملے ماہ وش یہ آسماں پر جا بجا تارے — پتنگے کہکے تری شمع رخ روشن کے بیٹھے ہیں

امیر آئی ہی مجھکو شرم اس محفل میں کچھ پڑھتے — سخنور آج ان و کاں میں یہاں فن کے بیٹھے ہیں

داغ

تم تغافل کرو رقیبوں سے
جاننے والے جان لیتے ہیں
پھر نہ آنا کوئی اگر بھیجے
نامہ بر سے زبان لیتے ہیں
اب بھی گر پڑکے ضعف سے نالے
ساتواں آسماں لیتے ہیں
تیرے خنجر سے بھی تو اے قاتل
نوک کی نوجوان لیتے ہیں
اپنے بسمل کا سر زانو پر
کس محبت سے جان لیتے ہیں
یہ سنا ہے مرے لئے تلوار
اک نئے مہربان لیتے ہیں
وہ جھگڑتے ہیں جب رقیبوں سے
بیچ میں مجھکو سان لیتے ہیں
ضد ہر اک بات پر نہیں اچھی
دوست کی دوست مان لیتے ہیں
منزل شوق طے نہیں ہوتی
ہچکیاں ناتوان لیتے ہیں

امیر

پھیر دیں دل نہیں جوان کو پسند
کیوں غریبوں کی جان لیتے ہیں
سوز دل اس پری سے کہنے کو
شمع سے ہم زبان لیتے ہیں
یہ ملا اوج خاکساری سے
کہ قدم آسمان لیتے ہیں
نقد دل دے کے مصر حسن سے ہم
کیا نکیلا جوان لیتے ہیں
چھوڑتے ہیں وہ سینے میں پیکاں
دل ہی کر کے جان لیتے ہیں
طعنے دیتے ہیں عشق میں بے مہر
چٹکیاں مہربان لیتے ہیں
ساتھ مستوں کے مفت میں قاضی
آخرت پر زکو سان لیتے ہیں
تیری ہر بات پر ہیں سو سو عذر
غیر کی خوب مان لیتے ہیں
ہر قدم پر ہے رنگ نقش قدم
دم ترے ناتوان لیتے ہیں

داغ

یہ نہ کہئے ہم سے تیرے منہ میں خاک
اس میں تیری زبان لیتے ہیں
کون جاتا ہے اس گلی میں جسے
دور سے پاسباں لیتے ہیں
کر گزرتے ہیں ہو بری کہ بھلی
دل میں جو کچھ وہ ٹھان لیتے ہیں
مستعد ہوکے یہ کہو تو سہی
آئیے امتحان لیتے ہیں
داغ بھی ہے عجب سحر بیاں
بات جس کی وہ مان لیتے ہیں
راہ پر ان کو لگا لائے تو ہیں باتوں میں
اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں
یہ بھی تم جانتے ہو چند ملاقاتوں میں
آزمایا ہے تمہیں ہم نے کئی باتوں میں

امیر

پھیر ہوتے ہیں جوش شباب کے بعد
تیر دے کر کمان لیتے ہیں
وصل میں بھی جھجک نہیں جاتی
پھیر کر منہ وہ پان لیتے ہیں
نہیں ساقی یہ قلقل مینا
ہچکیاں ہچکیاں لیتے ہیں
میکشوں کو عروج مستی میں
ہاتھوں ہاتھ آسمان لیتے ہیں
ہر گلوری پہ چھیڑ ہے شب وصل
ہم یہ رخصت کا پان لیتے ہیں
ہائے وہ دن کہ گزر جاتی تھی شب باتوں میں
اب نہ باتوں میں مزا ہے نہ ملاقاتوں میں
لطف کیا آئے تکلف کی ملاقاتوں میں
کچھ رکھائی کے سوا بات نہیں باتوں میں

بقیہ اشعار غزل امیر مینائی مرحوم

دم تو لیتے ہیں جان بوجھ کے پھر
اپنے انجان جان لیتے ہیں
ناتوانی سے ہم حسینوں میں
چھانٹ کر دھان پان لیتے ہیں
ہم سند کے لیے لغت میں امیر
فصحا کی زبان لیتے ہیں

داغ

ابر رحمت ہی برستا نظر آیا زاہد
خاک اڑتی کبھی دیکھی نہ خراباتوں میں

یارب اس چاند سے ٹکڑے کو کہاں سے لاؤں
روشنی جس کی ہو ان تاروں بھری راتوں میں

تمہیں انصاف سے اے حضرت ناصح کہدو
لطف ان باتوں میں آتا ہے کہ ان باتوں میں

دور تک دست دعا ساتھ دعا کے جاتے
ہائے پیدا نہ ہوئے ہاتھ میری باتوں میں

کیا قیامت ہے اس ارمان بھرے کی حسرت
اک شب جبکو میسر ہو سو راتوں میں

عہد جمشید میں تھا لطف مے و ابر و ہوا
کب یہ معشوق تھے اسوقت کی برساتوں میں

ہفت افلاک ہیں لیکن نہیں کھلتا یہ حجاب
کونسا دشمن عشاق ہے ان ساتوں میں

اور سنیئے ابھی رندوں سے جناب واعظ
چلدیئے آپ تو دو چار ہی صلواتوں میں

بھیجدیتا ہے انہیں عشق متاع دل وجاں
ایک سرکار لٹی جاتی ہے سوغاتوں میں

امیر

مسجدوں میں ہیں یہ ہو حق کے کہاں ہنگامے
رنگ توحید اچھلتا ہے خراباتوں میں

دل اڑا لیتے ہیں وہ کھول کے زلفوں کی لٹیں
دیکھو دن پھرتے ہیں چوروں کے انہیں راتوں میں

چار ہی دن میں وہ بت دیکھئے کیا چل نکلا
کیسی قینچی سی زباں چلنے لگی باتوں میں

پھر سمجھ کر کبھی ناصح کی بھی سن لیتا ہوں
اک نہ اک بات نکل آتی ہے سو باتوں میں

وصل میں زلف سیہ نے جو کیا ہے اندھیر
یہ اندھیرا تو نہ تھا ہجر کی بھی راتوں میں

جب کہا نالہ و زاری میری دیکھو بولے
بجلیاں ہمنے بہت دیکھی ہیں برساتوں میں

ناز ادا آن حیا غمزہ کرشمہ شوخی
لیگیا دل کو اڑا کر کوئی ان ساتوں میں

واعظ اب چھیڑ کے رندوں سے سنا کرتے ہیں
کچھ مزا ملنے لگا ہے انہیں صلواتوں میں

دل دیا میں نے تو بولے کوئی کم ہوتی ہے
دل ہی دل روز چلے آتے ہیں سوغاتوں میں

داغ

دل کچھ آگاہ تو ہو شیوۂ عیاری سے
اس لئے آپ ہم آتے ہیں تری گھاتوں میں
وصل کیسا وہ کسی طرح بہلتے ہی نہیں
شام سے صبح ہوئی ان کی مداراتوں میں
جلوۂ یار سے جب بزم میں غش آیا ہے
تو رقیبوں نے سنبھالا ہے مجھے ہاتھوں میں
ایسی تقریر سنی تھی نہ کبھی شوخ و شریر
تیری آنکھوں کے بھی فتنے ہیں تری باتوں میں
ہمنے دیکھا انہیں لوگوں کو ترا دم بھرتے
جن کی شہرت تھی یہ ہرگز نہیں ان باتوں میں
وہ گئے دن جو رہی یاد بتوں کی اے داغ
رات بھر اب تو گزرتی ہے مناجاتوں میں

تم نے بدلے ہم سے گن گن کیلئے
ہم نے کیا چاہا تھا اس دن کے لیے
کچھ نرالا ہے جوانی کا بناؤ
شوخیاں زیور ہیں اس سن کیلئے
چاہنے والوں سے گر مطلب نہیں
آپ پھر پیدا ہوئے کس کے لئے

امیر

کچھ اشارے جو کیے ہیں نے تو جھنجھلا کے کہا
تم تو ہاں کرتے ہو دن رات نہیں کہتا تو نہیں
عمر رفتہ کو عبث شیخ حرم ڈھونڈتا ہے
ڈھونڈ لے آ کے جوانی کو خراباتوں میں
التجا ٹوٹے ہوئے دل کی وہاں ہے مقبول
درد کی ساری ہے تاثیر مناجاتوں میں
انجمن ہو کہ چمن سب میں ہے آپکے ہیئت
ایک ساقی کی ہزاروں ہی خراباتوں میں
[illegible]
ہے جنبش یا کوں شمشیر خراباتوں میں
بت نہ بولیں جو نہیں بولتے ہیں ہم سے امیر
اپنے اللہ سے باتیں ہیں مناجاتوں میں

فتنے اور ایسے کمسن کے لیے
ساقیا ہلکی سی لا ان کے لیے
ہے جوانی خود جوانی کا سنگار
سادگی گہنا ہے اس سن کے لیے
کون ویرانے میں دیکھے گا بہار
پھول جنگل میں کھلے کس کے لیے

داغ

فیصلہ ہو آج میرا آپ کا
یہ اشارہ کہا ہے کس دن کے لیے

دے مے بے درد اے پیر مغاں
چاہیئے اک پاک باطن کے لیے

دل کے لینے کو ضمانت چاہیئے
اور اطمینان ضامن کے لیے

میکشو اب آئی شاید فصل گل
بلبلوں نے چونچ میں تنکے لیے

ہمنشینوں سے مرے کہتے ہیں وہ
چھوڑ دیں غیروں کو کیا ان کے لیے

وہ نہیں سنتے ہماری کیا کریں
مانگتے ہیں ہم دعا جن کے لیے

آجکل میں داغ ہو گے کامیاب
کیوں مرے جاتے ہو دو دن کے لیے

امیر

وصل کا دن اور اتنا مختصر
دن گنے جاتے تھے اس دن کیلئے

دختِ رز سی پاک دامن چاہیئے
شیخ جی سے پاک باطن کے لیے

دل کا ضامن تو ترا کیا اعتبار
پہلے اک ضامن ہو ضامن کے لیے

جھاڑنی ہے کون سے گل کی نظر
بلبلیں پھرتی ہیں کیوں تنکے لیے

سب حسیں ہیں زاہدوں کو ناپسند
اب کوئی حور آئے گی ان کے لئے

ساری دنیا کے ہیں وہ میرے سوا
میں نے دنیا چھوڑ دی جن کے لیے

لاش پر عبرت یہ کہتی ہے امیر
آئے تھے دنیا میں اس دن کے لیے

بقیہ اشعار غزل امیر مینائی مرحوم

جب سے بلبل تو نے دو تنکے لیے
ٹوٹتی ہیں بجلیاں ان کے لیے

ے نہ دی قرض اس نے دو دن کے لیے
جس نے توڑے ہم سے گن گن کیلئے

داغ

نگہ نکلی نہ دل کی چور زلف عنبریں نکلی
ادھر لا ہاتھ مٹھی کھول یہ چوری یہیں نکلی

تری خاطر سے کس دن آرزوئے نازنیں نکلی
نہیں نکلی نہیں نکلی نہیں نکلی نہیں نکلی

دعائے بے اثر کی جب بتائی کچھ سبب زاری
کلیجے سے ہمارے جل کے آہ آتشیں نکلی

اٹھے دست دعا کیا ضعف سے اب گر گیا ہارا
سمجھے تھے ہاتھ تھا وہ خالی آستیں نکلی

دل مرا روتا ہے پیری رات کو
جاگنے سونا خدا کو جانتے ہے

پی بھی لے زاہد جوانی میں شراب
والے قسمت وہ بھی کہتے ہیں برا

کھا گئی پیری جوانی کو مری
چھاونی چھائے گی کیا فصل خزاں

مجھ سے رخصت ہو مرا عہد شباب
باغباں کلیاں ہوں ہلکے رنگ کی

امیر

کسی کی کل دبی دل میں مرے تاڑنے زمیں نکلی
ترے تیر دل کے گھر بھر کی تلاشی لی کہیں نکلی

ابھی نہ ہو گزرے کہیں ہیں ابھی کہیں تیغ کہیں نکلی
کوئی ارماں نہیں نکلا کوئی حسرت نہیں نکلی

تمنا کب ترے عشاق کی اے نازنیں نکلی
جنازے سے جو نکلی ہی تو آہ آتشیں نکلی

جنوں اب تک سناتا ہے سناتا تھا چولی دامن کا
گریباں کو نکلنے کیوں نہ آستیں نکلی

رات رو لی ہے مرے دل کیلئے
تھا یہ سارا حسن ضامن کیلئے

عمر بھر ترسے گا اسدن کے لیے
ہم بہت بیٹھے ہوئے جن کے لیے

ہائے تھی یہ رات اسدن کیلئے
صبح ہو آئی ہاتھ میں تیغ لیے

یا خدا کتنا ترسا اسدن کے لیے
بھیجتا ہوں آپ ایک کمسن کے لیے

صبح کا سونا جو ہاتھ آتا امیر
بھیجتے تحفہ موذن کے لیے

داغ

رسائی ضعف سے مشکل تھی اُسکے روز بیاتک
ہماری آہ سے ملکر نگاہ واپس نکلی
وہ اپنی ہر ادا کی آپ ہی تعریف کرتے ہیں
نگہ نے نیچہ مارا زباں سے آفریں نکلی
کھوں کیا پہلے ہی آنکھیں نکالیں اُنہنے مجھپر
ابھی کمبخت پوری بات بھی منہ سے نہیں نکلی
مجھے خوش دیکھکر تم کیوں مبارکباد دیتے ہو
نہ پوچھو وصل کی حسرت کہاں نکلی کہیں نکلی
ہمارا حال دنیا میں کوئی کب دیکھہ سکتا ہے
توقع چشم جاناں سے بھی وہ بھی شرمگیں نکلی
زمانیکو تو یہ ارماں مجھکو اسکا رونا ہے
وہ بھی کیا ہوئی حسرت جو وقت واپسیں نکلی
پھرے ہی سامنے باد صبا کیوں نقاب الٹی
چھری کھینچے ہوئے اس شوخ کی چین جبیں نکلی
ٹھکانا خانہ ویراں محبت کا کہاں ہوتا
نہ اس قابل فلک نکلا نہ اس قابل زمیں نکلی
نہاں ہو ناز عشق و حسن دیکھا قیس و لیلےٰ میں
جو یہ صحرا نشیں نکلا تو وہ محمل نشیں نکلی

امیر

اسیدن کیلئے آنکھوں میں ہمنے جسکو پالا تھا
بڑی تو یہ مروت لے نگاہ واپسیں نکلی
الٰہی قتل پر میرے وہ اتراتے ہیں کیوں اتنا
بدن سے جان نکلی یا زبانسے آفریں نکلی
کیا اقرار بھی اس نے تو وہ انکار ہی ٹھہرا
مری قسمت سے اسکی ہاں بھی پردہ نہیں نکلی
ہوا دیدار اس کا خواب میں باتیں تصور میں
کوئی حسرت کہیں نکلی کوئی حسرت کہیں نکلی
اڑا کر لے گئی دل اک نگہ میں ساری محفل کے
بڑی ہی شوخ دیدہ تیری چشم شرمگیں نکلی
مری باتیں یہ ان سا سنگدل بیداد جو رکھتا
عجب حسرت بھری اک آہ وقت واپسیں نکلی
کیا خون اس نے کن کن حسرتوں کا وصل میں آکر
بڑی کافر بڑی ظالم تری چین جبیں نکلی
تن بیجاں کو زیر خاک کیا دم دہرکے بیٹھا ہے
ستم کرنے میں استاد آسماں کی بھی زمیں نکلی
دل مجنوں سے نکلی آہ یا بجلی کوئی چمکی
کہ محمل سے تڑپکر لیلیٰ محمل نشیں نکلی

امیر	داغ
ترے انکار کے انداز کی بھی مار ہی ڈالا	اجل نے دی نہ مہلت بات کی بھی بگڑی حسرت
ادھر منہ سے نہیں نکلی ادھر جان حزیں نکلی	ادھر گھر سے وہ نکلے تھے ادھر جان حزیں نکلی
الٰہی کس شمیمِ ناز نے سر [illegible]	تمہیں دعویٰ تھا ہم ہوں گے مقابل ماہ کامل کے
کہ ننگے پاؤں فردوس بریں سے حور عیں نکلی	خدا کی شان یہ لو وصل کی شب چودھویں نکلی
فنا کی راہ [illegible] بھی [illegible] ادھر ہیں	بہت آنکھیں لگی رہتی ہیں تیری چشم پرفن پر
[illegible] نکلی [illegible] سے آفریں نکلی	ہماری تاک میں جو تھی وہ خود زیر نگیں نکلی
امیر ایسا ہوا جو [illegible] دل [illegible] نکلو	مری طبع رواں سے داغ جس دم جوش [illegible]
[illegible] دونوں [illegible] نکلی	وہی پانی ہوئی جو شعر کی تہہ [illegible] نکلی
[illegible] تیغ [illegible] قاتل کے	[illegible] ہاتھ سے دل کے
[illegible] نکال [illegible] دل کے	[illegible] گلے [illegible]
[illegible]	[illegible] سے آگے [illegible]
[illegible] منزل کے	[illegible] منزل [illegible]
[illegible] مجھ سے [illegible]	[illegible] حسن [illegible]
[illegible] دل کے	[illegible]
[illegible] احسان	بوسہ [illegible]
[illegible] کے	[illegible]
[illegible]	[illegible] گردن میں [illegible]
[illegible] دل سے	[illegible] سے ملتے ترے گلے دل کے

داغ

شوق سے آپ آئینہ دیکھیں
ہوش اُڑ جائیں گے مقابل کے
داغ کے عشق پر یہ ناز کرو
ہم ہیں معشوق فرد کامل کے

یہ پوچھو دل سے شرمیلی نگاہ یار کیسی ہے
کرے جو میان ہی کا کام وہ تلوار کیسی ہے
نزاکت سے حیا سے نشے سے جھک کر اٹھی
وہ سو جھوں کی اچھی آنکھ پر بیمار کیسی ہے
تمہاری چال کے ہم مٹنے والے دیکھا دیکھی
قیامت سے ذرا پوچھو مری رفتار کیسی ہے
نگاہ تیز میں اس کی چمک جاتی ہے بجلی سی
الٰہی خیر یہ تلوار میں تلوار کیسی ہے
مرے سینے پہ رکھکر ہاتھ دل سے پوچھتے ہیں وہ
بتا تیری طبیعت اے مرے بیمار کیسی ہے
جب اس کوچے میں جاتا ہوں اچھلتا ہے یہ دل اُڑ اُڑ
ادھر ہو کر دیکھوں تو یہ دیوار کیسی ہے
ترستی ہیں کسی کی دید کو یک مدت سے
اب ان آنکھوں سے پوچھو لذت دیدار کیسی ہے

امیر

فیصلہ کر رہے ہیں مجنوں کا
بیچ میں پڑ کے پردے محمل کے
اس کی رحمت سے لو لگا کہ امیر
آڑے آئے گی وقت مشکل کے

ارے بانکے یہ تیغ ابروئے خمدار کیسی ہے
پڑے ہیں سینکڑوں بال اس میں یہ تلوار کیسی ہے
بہت عیار تیری آنکھ بھی عیار کیسی ہے
ہزاروں مار ڈالے اس نے یہ بیمار کیسی ہے
گزرتی ہے شب بھر شمع اور جب صبح ہوتی ہے
سر منزل پہنچ جاتی ہے یہ رفتار کیسی ہے
خدا جانے تمہیں ان کو ہے کیوں شمشیر ابرو پر
نہ چلتی ہے نہ چل سکتی ہے یہ تلوار کیسی ہے
یہاں ہونٹوں پہ دم ہے اور وہ بیدرد کہتا ہے
طبیعت تیری سچ کہہ اے مرے بیمار کیسی ہے
ضرور اس گھر میں کوئی بن سنور کر آنیوالا ہے
یہ رونق آج تمہارے در و دیوار کیسی ہے
یہاں تو حسرت دیدار ہی میں عمر گزری ہے
تم آئینہ سے پوچھو لذت دیدار کیسی ہے

داغ

الٰہی کیوں نہ چاہوں وصلت اعدا میں مجھ سے
بڑی فیاض ہے کمبخت تری سرکار کیسی ہے
کوئی کرتا ہے باتیں یاس کی بیمار کے منہ پر
ارے ظالم یہ تسکین دل بیمار کیسی ہے
سماتے ہی نظر میں صاف اتری ہے مرے دل میں
تری تصویر کی بھی شوخی رفتار کیسی ہے
تغافل سے نہ ہو پرسش تو پھر اے داغ کیا کہیے
ہمارا حال ایسا ہے جو پوچھے یار کیسی ہے

امیر

حسین آئینہ کے دربار میں ہر روز آتے ہیں
صفائے قلب کی چمکی ہوئی سرکار کیسی ہے
صبا چھو لی کہ گھبرا لی بلبل گلچین سے فریاد
خدایا نے چمن میں نرگس بیمار کیسی ہے
چمکتی ہے جو بجلی ہنس کے وہ شوخی سے کہتے ہیں
سنبھل کر یار دیکھ لغزش رفتار کیسی ہے
ہنسے بوسے نہیں تم دیتے مجھکو یقین آیا
دم انکار ہونٹوں پر ہنسی اے یار کیسی ہے
تو منسب کرتے ہوئے بیکسی سے تو خوش ہو
امیر انصاف سے کہیو یہ تمکو [illegible] کیسی ہے

جب جناب امیر حیدرآباد تشریف فرما ہوئے تو ماہ [illegible] میں ایک مسدس سرکار نظام میں نظم کیا تھا مگر قضا نے اس کے پیش کرنے کی نوبت نہیں آنے دی۔ مسدس مذکور کے چند بند یہاں لکھے جاتے ہیں۔

آج کیسا راس آیا انقلاب آسماں — گر گیا تسکین خاطر اضطراب آسماں
اٹھ گیا آنکھوں کے آگے سے حجاب آسماں — گر گئے نظروں سے ماہ و آفتاب آسماں
اپنی گردش دیکھکر خود آسماں چکرا گیا
گردش چشم حسیناں کا ہمیں لطف آ گیا
لی مقدر نے یہ کروٹ یا کسی دلدار نے — لے لیا بوسہ جبیں کا دولت بیدار نے

رخ سے برقع کو ہٹایا شاہد اسرار نے　　منہ چھپایا دامنِ قتال میں ادبار نے

باغِ امکاں میں بہارِ کامرانی آگئی
پیرِ گردوں پر [illegible] سرے سے جوانی آگئی

سرو قد تعظیم دیتے ہیں بگولے دشت میں　　گرد اٹھتی ہے کہ دامن بڑھ کے چھوتے دشت میں
انس کی بو دینے رہی ہیں پھول پھولے دشت میں　　خضر ہی پہ لوٹتے ہیں جو راہ بھولے دشت میں

دشتِ ایمن کی طرح ہر سو ہی بارش نور کی
شاخ آہو ہے کہ ڈالی ہی نہالِ طور کی

پتی پتی ہات اٹھاتی ہی دعا کے واسطے　　ڈالیاں جھکتی ہیں عرض مدعا کے واسطے
کہتی ہی صرصر بڑھے چلئے خدا کیواسطے　　دے رہا ہی سبزہ خضر رہنما کے واسطے

اس مصرع میں ردیف نے کیا لطف دیا ہی!

پر لگے قدرت کے اڑ چلنے کا ساماں ہوگیا
موجۂ ریگ رواں تخت سلیماں ہوگیا

ابر کیا برسے گا دامانِ کرم کے سامنے　　مہر کیا چمکیگا خورشید علم کے سامنے
جود حاتم گرد ہی فیض اتم کے سامنے　　قطرۂ ناچیز ہی کیا چیز یم کے سامنے

جس کسی کو اک نظر دیکھا خزانہ مل گیا
جس زمیں پر پڑ گیا سایہ گلستاں کھل گیا

عدل کے خنجر سے نخل ظلم کی جڑ کٹ گئی　　دولت امن و اماں سارے جہاں میں بٹ گئی
جوش عشرت بڑھ گیا کلفت کی قوت گھٹ گئی　　جو بلا آئی وہ رعب شہ سے پیچھے ہٹ گئی

ہی عملداری خزاں کی گلشنِ ایجاد میں

چین سے سوتے ہیں فتنے دیدۂ حساد میں

سخن ہر سخن میں ہے نگاہِ ناز کی جادوگری ۔۔۔ چلبلے مضموں سے اگر سیکھے شوخی پر
چھین لی اس شاعری نے دلبروں کی دلبری ۔۔۔ عیب و نقصان سے ہے بری حسن خوبی کی بھر

لوحش اللہ کیا رسا ہے فکر عالی کی کمند
بچ کے تجھ سے جا نہیں سکتا ہے مضمون بلند

استاذ مرحوم نے تاریخیں بھی بہت کہی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ وہ سال تاریخ اکثر بلا تعمیہ داخلی و خارجی ہر واقعہ کا نہایت مناسب الفاظ میں نکالتے تھے۔ ہم نمونے کے طور پر ذیل میں چند قطعات تاریخ درج کرتے ہیں۔

تاریخ مخزن الاخبار

مخزن الاخبار کو پایا جو مالامال حسن ۔۔۔ لوٹنے کا دُزدِ غفلت کو بہانہ مل گیا
سال سے ہے اوجِ نجم مشتری روشن امیر ۔۔۔ جس کو پڑھنے آگیا گنجینہ خزانہ مل گیا

تاریخ رسالۂ معرفت و سلوک مؤلفہ حضرت شاہ معصوم صاحب مجددی

ہدایت میں اس کے مضامین عالی ۔۔۔ خضر ہیں پئے کاروان طریقت
امیر اس کی تاریخ میں نے یہ لکھی ۔۔۔ نسخہ رہبر سالکانِ طریقت

تاریخ دیوان نواب عبدالعزیز خاں عزیز بریلوی مرحوم

یکتا ہے فصاحت میں بلاغت میں یہ دیوان ۔۔۔ تعریف کرے اس کی یہ کیا منہ دہن کا

زیبا ہے امیر اسکے لیے مصرع تاریخ ہر صفحہ بنا آئینہ ہے بزم سخن کا
۱۳۰۱ھ

تاریخ دیوان فارسی نواب کلب علیخان بہادر

دل انجمن معنی سلطان سخن آرا شمعے عجبے افروخت از شعلہ زبانی ہا
آں شمع بود دیوان آں شعلہ بود مضموں پیداست ز لمعانش رنگ ہمہ دانی ہا
از ہند بایران شد و ز پارس بہند آمد ہر ملک معطر گشت از عطر فشانی ہا
در پارس ہمی بالد زیں نظم زبان دانی در ہند ہمی جوشد زیں بحر روانی ہا
مطبوع شد و گفتم تاریخ امیر آنرا چوں ہند عجم نازید از شوخ زبانی ہا
۱۲۹۶ھ

تاریخ مثنوی نشتر تیز مصنفہ جامع مکتوبات

گفت چوں مثنوی نشتر تیز ثاقب تیز فہم و تیز نظر
گشت محسود خلق و گفت امیر دل حاسد مقام ایں نشتر
۱۲۹۹ھ

تاریخ ولادت فرزند آنریبل رائے بجے پرکاش لال بہادر مدارالمہام ریاست ڈمراؤں

ہوا فرزند پیدا خانۂ فرزندی شاہیں مبارک ہو کہ دہن دولت کی مورت اج جو گ آیا
امیر اچھی ولادت کی ہی یہ تاریخ سمت میں بکرماجیت کے گھر نیک صورت اج جو گ آیا
سمت ۱۹۵۲

تاریخ کدخدائی دختر و پسر نواب شرف الدولہ بہادر وزیر سلطنت اودہ

نواب با حشم شرف الدولہ ہیں ہم — جن کی بہادری پہ ہے شمشیر تک گواہ
اچھے کے اچھے ہوتے ہیں سچ ہے جہاں میں — وہ آسمان جاہ تو اولاد مہر و ماہ ہے
ہیں رنگ و بوے باغ شرف دختر و پسر — دونوں دریگانہ دریاے عز و جاہ
دونوں کی شادیاں ہوئیں یوں پائی زیب — گلشن کا رنگ جشن سے محفل یہ شہ کا جاہ
تاریخ خامۂ دو زباں نے لکھی ایسی — یہ مہ قرین مہر ہوا و زہرہ قمر میں ماہ

تاریخ کتاب سبعہ سیارہ مصنفہ جامع مکتوبات

رقم زد حضرت ثاقب کتابے جامع و نادر — دبیر آسماں ہم چوں امیر از مدح او قاصر
چو گیرد اول و آخر کسے از سبعہ سیارہ — اگر نا فہم نبود سال تاریخش شود ظاہر
۱۲۷۵ ہجری

تاریخ عقد دختر و پسر نواب شرف الدولہ

اے خوشا نواب والا مرتبت — جن کے رخ سے مقتبس ہر بار چاند
ان کے دخت و طفل دونوں ارجمند — ایک سورج ایک ہے تکرار چاند
عقد دونوں کے ہوئے دل نے کہا — آئے ہیں گھر میں شرف کے چار چاند
۱۲۷۳ھ

۹۲۷۵۶

LYTTON LIBRARY
Date..........
ALIGARH.
MUSLIM UNIVERSITY

نثر

از زاد الامیر

(تشویق و ترغیب)

اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بندوں کے لئے زمین کو قرارگاہ بنایا ہے تو اس سے یہ غرض نہیں کہ اس پر اونچے اونچے مکان بنائیں اور عیش و عشرت میں پڑکر غفلت میں بسر کریں بلکہ مقصود یہ ہے کہ آرام پائیں اور نفع اٹھائیں اور موانع عبادت و بندگی کو دفع کریں اور ہر نعمت کو دیکھکر نعماے اخروی کو پیش نظر رکھیں اور اپنے آپ کو مسافر اور دنیا کو سراے فانی جانیں اور زمین کو اپنی کھیتی کی جگہ بنائیں اور اس سے ایسا توشہ حاصل کریں جو وطن اصلی کے سفر میں کام آئے یعنی نیک اعمال کے تحفے دنیا سے اپنے لئے ذخیرہ کریں اور دنیا کے پھندوں اور مکروں سے بچے رہیں اور خوب سمجھ لیں کہ عمر ان کو یوں لئے جاتی ہے جیسے کشتی اپنے سواروں کو تمام عالم یہاں مسافر ہے جو پیدا ہوا اس کی پہلی منزل گہوارہ ہے اور دوسری منزل لحد ہے اور وطن دار آخرت اور تمام سفر کا فاصلہ ہے۔ ہر برس عمر کا ایک مرحلہ ہے اور ہر مہینا ایک فرسنگ اور ہر آن ایک میل اور ہر سانس ایک قدم اور اللہ کی بندگی اس سفر کی پونجی اور اوقات راس المال اور نفس کی خواہشیں اس راہ کے ڈاکو اور نفس و شیطان ڈاکوؤں کے سردار ہیں یہاں آنے کا اصل نفع یہ ہے کہ جنت میں بڑی سلطنت اور پائدار نعمت کے ساتھ خداے تعالیٰ

۳۷۲۳

کا دیدار ہوا اور نقصان یہ ہی کہ خدائے تعالیٰ سے دور اور عذاب میں گرفتار ہوا اس صورت میں جو شخص اپنی ایک سانس بھی غفلت میں کھوئے گا تو وہ قیامت کے دن خسارہ اٹھائیگا اور حسرت میں روئے گا۔ اسی ڈر سے توفیق پانے والوں نے مستعد ہو کر نفسانی لذتوں کو چھوڑ دیا اور عمر کو غنیمت جان کر دن رات ذکر و فکر الٰہی میں بسر کرنے لگے اور مختلف اوقات کے واسطے مختلف وظیفے اختیار کیئے اس لئے کہ آخرت کی عمدہ سے عمدہ نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے اور اس کے حصول کی صورت یہی ہیکہ بندہ اللہ تعالیٰ کا محب اور عارف ہو اور اسی حال پر مرے اور محبت وانس محبوب کے ساتھ ذکر و دوام سے میسر ہوتا ہے اور معرفت اس کی ذات اور صفات میں فکر سے حاصل ہوتی ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ ذکر و فکر الٰہی میں ڈوبا رہے اور چونکہ ایک ہی طرح پر ذکر و فکر کرنے سے اکتا جاتا ہے تو اس لیئے ہر وقت کے لئے جدا گانہ ورد مقرر کرنا بہتر ہے کہ پریشانی جائے اور طرح طرح کی لذت پائے اور دوام کی رغبت کے سبب سے التزام بھی آسان ہو جائے۔ جو شخص بے حساب جنت میں جانا چاہے تو اپنے سارے اوقات طاعات میں مصروف رکھے اور جو کوئی اپنی نیکیوں کا پلہ بھاری رکھنا چاہے تو وہ اپنے اکثر اوقات کو عبادت میں صرف کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو باوجودیکہ وہ سب بندوں سے مقرب اور درجات میں سب سے برتر ہیں ارشاد فرماتا ہے ان لک فی النھار سبحاً طویلا واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا واذکر اسم ربک بکرۃ واصیلا ومن اللیل فاسجد لہ وسبحہ لیلاً طویلاہ

از رسالہ اسرارِ نماز

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ ارحم الراحمین نے اپنی رحمت کاملہ سے تمام مخلوقات کو کیا کیا نعمتیں عطا فرمائیں اور تمام کائنات میں انسان ضعیف البنیان کو بڑی نعمت یہ دی ہے کہ اسے اشرف المخلوقات کیا۔ غور کرنا چاہیئے کہ انسان اشرف المخلوقات کیوں ہے اور کس صفت نے اس کو ولقد کرمنا بنی آدم کا خلعت پہنایا ہے اس سے تو بظاہر زیادہ عاجز اور ناقص کوئی چیز نہیں کہ اسکی گرمی سردی کی برداشت ہے نہ بھوک پیاس کا تحمل۔ ذرا سے درد میں تڑپ جاتا ہے ذرا سی مصیبت کی تاب نہیں لاتا ہے۔ اس کے علم کی طرف دیکھئے تو بالکل بے حقیقت ہے اگر ایک رگ بھی اس کے دماغ میں بے محل ہو تو صحت میں ایسا خلل ہو کہ دیوانوں کی طرح تنکے چننے لگے اور ہزار سر پٹکے مگر یہ نہ سمجھے کہ اس کا سبب کیا ہے۔ دوا اس کے درد کی سامنے رکھی ہو اور نادانی سے نہ جانے کہ یہ میرے درد کی دوا ہے۔ اور اگر اس کی قوت کا خیال کیجئے تو اس سے عاجز تر کوئی نہیں ایک پسو ایک ہنگے تک سے جیت نہیں سکتا نمرود سے طاقت ور بادشاہ کو مچھر نے ہلاک کر ڈالا اور اس کے اتنے بڑے لشکر کو تباہ کر دیا اور اگر ہمت کو خیال کیجئے تو ذرا سا نقصان اسکو پریشان کر دیتا ہے بھوک کے وقت غذا نہیں ملتی تو بدحواس ہو جاتا ہے ...

.... جب یہ معلوم ہوا کہ علم و قدرت ہمت و صورت سب میں نقصان ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ شرف و بزرگی کا سبب کچھ

ادب ہے وہ کیا ہے؟ قلب مستقیم و عقل سلیم۔ عقل سلیم سے مراد وہ عقل ہے کہ جو انسان کو اور حیوانات سے ممتاز کرے اور قلب سلیم سے مراد وہ قلب ہے جو شرف معرفت سے سرفراز کرے۔ معرفت ہی تمام مخلوقات سے فضل و شرف انسان کا سبب ہے اور اسی بزرگی کی بدولت اشرف المخلوقات اس کا لقب ہے۔ سوچنا چاہیے کہ میری حقیقت کیا ہے۔ میں کون ہوں۔ کہاں سے آیا۔ ملکوت سے ملک میں کیوں پہنچا۔ انجام کار مجھکو کہاں جانا ہے اور جہاں لیجائیں گے وہاں کیا معاملہ پیش آنا ہے۔ نیکبختی میری کن باتوں میں ہے اور بدبختی کن باتوں میں۔ ان سب سوالات کے جوابات اگر مجمل بھی بتائے جائیں تو اس رسالے میں جو کچھ مقصود ہے وہ رہ جائے۔ ناچار مختصر سی تمہید لکھکر اصل مطلب شروع کیا جاتا ہے۔

سونے والو! چونکو اور سمجھو کہ تم دنیا میں مسافر ہو۔ پہلی منزل تمہاری پشت پدر ہے دوسری رحم مادر تیسری فضائے دنیا چوتھی لحد پانچویں میدان قیامت چھٹے جنت ہو یا دوزخ۔ جب معلوم ہو چکا کہ ابتدا اور انتہا یہ ہے تو ضرور ہے انسان اپنی راہ سعادت کو پہچانے اور جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کو حق جانے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔

جناب مرحوم نے ۱۸۸۸ء میں ایک مناجات تحریر فرمائی تھی جو رسالہ گداز لکھنؤ میں شائع ہوئی تھی۔ غالباً اردو کی نثر میں یہ پہلی مناجات ہے۔ اس کے پڑھنے سے شان تقوی ظاہر ہوتی ہے تو فقرہ فقرہ خوف کی تصویر ہے۔ یہی مناجات میری

امید قوی ہے کہ یہ تضرع وزاری درگاہ باری میں منظور ہو جاتی ہے کیلئے وسیلۂ نجات ہو۔

مناجات

خداوندا بندہ گنہگار ہے تیری ذات غفار ہے وہ معاملہ کر جو آمرزگار کو گنہگار کے ساتھ سزاوار ہے نہ وہ معاملہ جو عادل ظالم کے ساتھ کرتا ہے۔ خداوندا خلقت تیری شان قہاری سے کانپتی ہے اور یہ عاجز تیری شان عدالت سے بھی ڈرتا ہے خداوندا اگر تو عفو و کرم کو چھوڑ کر فقط انصاف و عدالت سے کام فرمائیگا تو کوئی گنہگار بچا نہ پاوے گا۔ خداوندا جب تیری تیغ عدالت پر نگاہ جاتی ہے تو اپنی عاجزی پیکر سامنے آتی ہے۔ خداوندا اعمال بد پر سزا عین انصاف ہے مگر امیدواران رحمت پر نظر عدالت ان کی امید کے خلاف ہے۔ خداوندا جو تیری رحمت پر آس لگائے بیٹھا اس کا آسرا نہ توڑ خداوندا گنجشک ضعیف کو شہباز عدالت کے منہ پر نہ چھوڑ۔ اے داور میں خطرات نفسانی کے ہاتھ سے دادخواہ ہوں میری داد کو پہنچ۔ دردمند ہوں دوا بھیج مریض ہوں شفا بھیج خس طوفانی ہوں گرداب بلا سے نجات دے تشنہ جگر سوختہ ہوں دریائے رحمت سے آب حیات دے۔ فرشتوں کو بال و پر دئیے میری بے پال و پری پر ترس کھا نوح کو طوفان سے نکالا میری تباہ کشتی پر بھی رحم فرما۔ خداوندا غریب ہوں مسکین ہوں میری دعائیں مقبول کر سائل ہوں فقیر ہوں میری التجائیں قبول کر۔ خداوندا دل میں جو داغ پڑے اسکو جنت کا پھول بنا دے خداوندا کلیجے میں جو کانٹا چبھا ہے اس میں مژگاں حور کا جلوہ دکھا دے۔ خداوندا دنیا میں عافیت کے ساتھ رکھ اور ایمان کے ساتھ

رکھ اور ایمان کے ساتھ اٹھا۔ خداوندا سکرات موت کی مشکل سہل۔ خداوندا
فشار گور کی منزل آسان۔ خداوندا قبر کی تنگی فراخی سے اور وحشت موانست سے
بدل جائے خداوندا اس بے زبان کی کیا مجال کہ نکیرین کے سوالونکا جواب
دے سکے اسوقت تیرے محبوب خاص شفیع المذنبین انیس الغریبین مدد کو
آئیں۔ خداوندا جس وقت زمین لوہے کی طرح پلٹے آسمان دھنکی ہوئی روئی
کی طرح اڑیں، پہاڑ متزلزل ہو کر خاک سیاہ ہوں، ستارے آنسوؤں کی طرح گریں، انبیاء
اولیا خوف سے تھرائیں، آنکھیں روئیں، دل دھڑکیں، جن و انس کے کلیجے پانی
ہوں، جہنم کی آگ ہر امت کے گھیرنے کا ارادہ کرے، گنہگاروں کے بدن
عریاں ہوں اور تیری شان عدالت تخت پر جلوہ دکھاتی ہو، صدقہ اپنی ستاری
کا اسوقت میرے عیوب چھپانا، مجمعوں میں برہنہ نہ بلانا، بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال
دیکر مجمعوں میں شرمسار نہ فرمانا ہائے! وہ انبیا کا ہراس، وہ امتوں کا لرزنا،
وہ زمین کا کانپنا وہ میزان میں گناہوں کے پلے کی گرانی، وہ گنہگاروں کی
پشیمانی، اس وقت سوا تیرے کون ہے کہ عدالت سے رحم کی طرف تجھے توجہ کرے
یا ارحم الراحمین اسی نبی کریم کا صدقہ جس کو تو نے رحمۃ للعالمین خطاب دیا ہے
دوزخ میں منہ کے بل نہ گرانا، صراط پر قدم ڈگمگائیں تو دستگیری فرمانا، سوا نیزے
پر آفتاب آئے تو لوائے احمد کے سائے میں گرمی سے بچانا۔ خداوندا آخرت کی
کڑی منزلیں پیش آئیں سب باآسانی طے ہو جائیں، خداوندا اگر تو مجھ
سیہ کار کی نافرمانیوں پر نظر کرے تو جہنم بھی انتقام کو کافی نہ ہوگا۔ خداوندا
دل حسرتوں سے بھرا ہے مگر یہ نہیں [illegible]

ڈر لگتا ہے کہ جو مرادو مانگی جائے مبادا وہ خلاف مصلحت ہو۔ خداوندا اس بندۂ ناچیز
کے حق میں جو بہتر ہو اسی کی طلب کی ہدایت ہو خداوند الیقین کی وہ قوت دے
کہ سب وسوسوں سے نجات پاؤں۔ خداوند اشان رحمت کی وہ نیرنگیاں دکھا
کہ جہاں رسائی وہم سے باہر ہو وہاں پہنچ جاؤں۔ خداوندا میرا تو یہ حال ہے
کہ جیسے کوئی اندھا لنگڑا لولا عاجز بیدست و پا جنگل میں پڑا ہزاروں آفتوں
لاکھوں مصیبتوں میں مبتلا ہات پاؤں مارتا ہو اور نہ کسی فریادرس دستگیر کو
دیکھے نہ کسی غمخوار مددگار سے یاری اور غمخواری کی امید ہو مگر بے اختیار فریاد میں
پکارتا ہو۔ بارالٰہا میری تو یہ حقیقت ہے جیسے کسی بھوکے پیاسے کے ایک طرف
نعمتوں کا خوان رکھا ہو اور دوسری طرف چشمۂ شیریں بہتا ہو مگر نہ وہ اس سے ایک
لقمہ کھا سکے نہ اس کے ایک قطرے سے پیاس بجھا سکے۔ میں ایسا ہوں
جیسے کوئی جان بوجھکر اپنے آپ کو جلتی آگ میں ڈالے یا جیسے کوئی منزل مقصود
کی سیدھی راہ جاننے والا اپنے آپ کو بیابان مصیبت میں گمراہ بنائے۔
اے بھوکوں کو کھلانیوالے مردوں کو جلانیوالے تو ہی مجھے اپنی پسندیدہ نعمتوں
سے سیر کر گناہوں کی بھڑکتی آگ سے نکال منزل مقصود کی سیدھی راہ دکھلا
اے پتھر کے کیڑے کو رزق پہنچانیوالے ایک طائر کے سیراب کرنے کو دریا
جوش میں لانے والے! اے بیکسوں کے دادرس اے غریبوں کے
فریادرس! تیرے سوا کون کسی کا سہارا ڈھونڈے۔ میں عاصی ہوں خاطی ہوں
جو کچھ ہوں تیرا ہوں مجھے اپنی درگاہ سے نکال طوق ملامت میری گردن میں نہ
ڈال۔ خداوندا اگر بندہ نابینا اور تو اس کی نظر سے غائب ہے تیری ذات تو

حاضر وناظر ہے اگر بندہ عاجز وضعیف ہے تیری ذات تو قوی وقادر ہے۔ خداوندا اپنی جملہ صفات جمال کا صدقہ، خداوندا اپنی شان جلال کا صدقہ خداوندا اس تقرب کا صدقہ جو دو کمانوں سے بھی کم تھا خداوندا ان آنکھوں کا صدقہ جو باوجود تیرے لطف کے تیرے خوف سے رویا کیں۔ خداوندا اس دندان مبارک کا صدقہ جو تیری راہ میں کفار کے ہاتھ سے صدمہ سنگ اٹھا کر شہید ہوا۔ خداوندا اس سینے کا صدقہ جو تیرے اسرار کا گنجینہ رہا۔ خداوندا اس دل کا صدقہ جو تیرے ذکر کا خزینہ رہا۔ خداوندا اپنے محبوب اور آل عترت و صحاب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ اس بندہ ناچیز کی سیہ کاری سے درگزر کر اپنی شان کرم پر نظر کر میرے اصول فروع ماں باپ اہل وعیال بھائیوں بہنوں عزیزوں دوستوں آقاؤں خادموں استادوں شاگردوں کو مخصوص مورد رحمت کاملہ فرما دے۔ خداوندا اگرچہ ہر کام وقت پر موقوف ہے مگر مژدہ قبولیت اس وقت سے پہلے سنا دے بلکہ آثار اجابت دعوات آنکھوں سے دکھا دے

خداوندا کچھ ایسی کڑی منزل نہیں ہے — مجھے مشکل تجھے مشکل نہیں ہے

امیر اللغات

آج تک اردو زبان کے لغت میں کوئی تالیف اس جامعیت اور تحقیق کے ساتھ ملک کے ہاتھ نہیں آئی افسوس اور نہایت افسوس ہے کہ استاد کی رحلت نے ایسی جامع لغت کو ناتمام رکھا۔ یہ قابل قدر کتاب نہ صرف لغت ہی بلکہ اردو علم ادب کی تکمیل کے لیے بہترین ہدایت ہے

دل سوز رہنما شفیق استاد اردو فن انشا کے واسطے اس سے بڑھ کر کوئی کہاں سے پیدا کر سکتا ہے۔ اس کتاب میں سب کچھ ہے، دلی لکھنؤ کی زبان، مفردات، مرکبات، جملے، مثلیں، مشہور مقولے، محاورے، اصطلاحیں، شان، مثل، کنایات، صفات، تشبیہات، استعارات، شعرا کے خاص مستعملات، الفاظ و مصطلحات، قانون کچہری اور اہل دفتر کے خاص محاورات، پیشہ والوں کی خاص اصطلاحیں، فقرا کی صدائیں، آزادوں کی بولی ٹھولیاں، ریختی، ٹوٹکے، عورتوں کی رسمیں، انکی منتیں، ان کی خاص قسمیں، اشعار مثالیہ کا التزام، فصیح و غیر فصیح، مستعمل و متروک اضداد، تذکیر و تانیث کی بحث اور اس باب میں مولف کی رائے، دو مرادف لفظوں کا دقیق فرق، حرف زاید کی تفصیل، رسم الخط و املا، اشتقاق، سنسکرت اور دری وغیرہ زبانوں سے محاوروں کا پہلو سے استعمال، مشہور لوگوں کے مختصر حالات، اردو صرف و نحو کے قواعد، ہندی مثالوں کے علاوہ فارسی اور عربی کی مستعمل مثالیں اور مشہور مقولے لئے گئے ہیں جو اس کتاب میں ہیں، ایسا مبسوط اور حاوی جامع لغت اردو زبان کا امیر اللغات کے سوا نہیں ملے گا اس کے دیکھنے سے مولف کی جامعیت و وسعت نظر تحقیق اور موشگافی کا حال معلوم ہوتا ہے۔

اس کتاب پر ملک کے سربرآوردہ اصحاب نے رویو کیا ہے اور ان کی تحریریں دوسری جلد کے آغاز میں چھپی ہیں سر سید مرحوم نے اس تالیف کی بیحد تعریف کی ہے ان کے بعض فقرے ہم یہاں لکھتے ہیں، فرماتے ہیں "جو ڈھنگ کہ انہوں نے اس نمونے میں اختیار کیا ہے اگر اسی طرح یہ کتاب

انجام کو پہنچی تو کوئی لغت کسی زبان میں باقی نہیں رہے گا۔ اگر شرط لگائی جائیگی جب بھی کوئی ایسا لغت نہیں ملنے کا جو اس کتاب میں نہو"......

بہت سی زبانیں ایسی ہیں جو لغت کی کتابوں کی بدولت مہذب اور مستند اور علمی زبانوں میں داخل ہوگئی ہیں اور اب ہمارے مخدوم امیر احمد اور ان کی امیر اللغات کی بدولت اردو بھی اسی درجے کی زبانوں میں داخل ہو جائے گی۔

اس تالیف میں جناب مرحوم نے جو فقرے مثالاً لکھے ہیں وہ فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے کسی طرح نظم کے بندوبست اور اہتمام سے کم نہیں ہیں۔ ذیل میں ہم کچھ حصہ دیباچے کا اور تھوڑے سے فقرے نقل کرتے ہیں۔

از دیباچہ امیر اللغات حصۂ اول

میں نے ہوش سنبھالا آنکھیں کھولیں تو یہ دیکھا کہ اچھے اچھے اہل زبان اور زبان داں سرزمین سخن کے فرمانروا ہیں انہیں صحبتوں میں اردو زبان کی چھان بنان کا شوق مجھے بھی ہوا اور اسی زمانے میں یہ آرزو پیدا ہوئی اور ہر گھڑی بے چین کرنے لگی کہ اردو الفاظ کے بکھرے ہوئے موتیوں کی ایک خوشنما لڑی بناؤں اتنے میں لکھنؤ کی سلطنت مٹ گئی اور غدر ہو گیا وطن کی تباہی اور گھر بار کے لٹنے سے چندے جو اس ہی جمع نہو سکے الفاظ کیسے! لیکن اس آرزو کی آگ دل میں سلگتی رہی۔ یہاں تک کہ فردوس مکان نواب محمد یوسف علی خاں بہادر والی رام پور نے مجھے طلب فرما کر عزت کا خلعت اور اطمینان کا سرمایہ دیا۔ اب میں پھر اپنی تمنا کے سلسلے کو بڑھانے لگا۔ مگر اس زمانے میں رام پور کی عدالت دیوانی مجھ سے متعلق تھی

نواب فردوس مکان اپنے کلام میں بھی مشورہ فرماتے تھے اور فن شاعری کے متعلق
جو نئی نئی شکلوں سے پیش آتے تھے وہ یوں ہی کم فرصتی کی زنجیروں میں جکڑے
ہوئے تھے اتنی مہلت تو میں نہ پا سکا کہ اپنے ارادے کو پورا کروں تاہم کچھ نہ
کچھ شغل چلا گیا جب خلد آشیاں نواب کلب علی خاں بہادر کا عہد آیا تب فرصت
کی کمی اور بڑھی لیکن کچھ ہی ہوا یہاں وہی دھن بندھی رہی ۱۸۸۳ء میں علوم
کے قدرداں سر الفرڈ لائل صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی
و چیف کمشنر اودھ نے نواب خلد آشیاں طاب ثراہ سے اردو کے ایک جامع
لغت کی فرمایش کی۔ نواب خلد آشیاں نے مجھے حکم دیا۔ یہاں تو یہ تمنا ہی
تھی فوراً "آنکھ" کے لفظ کا ایک نمونہ تیار کیا جسے نواب خلد آشیاں نے
جنرل محمد اعظم الدین خاں بہادر سابق سفیر و حال وائس پریسیڈنٹ کونسل
آف ریجنسی کے ذریعے سے سر الفرڈ لائل صاحب بہادر کے پاس بھیجا جسے
جنرل صاحب بہادر نے کہ بڑے مربی اس لغت کے اسوقت سے اس
وقت تک ہیں اور ان کو اس لغت کے ساتھ پوری دلچسپی اور سچی ہمدردی
بلکہ عشق ہے دوسری جون ۱۸۸۶ء کو میری درخواست کے ساتھ پیش
کیا۔ ہز آنر نے نمونے کو بہت پسند فرما کے چند ہدایتیں کیں اور وعدے فرمائے
ان کو بطور یادداشت جنرل صاحب بہادر نے لکھ لیا۔

محاورات و فقرے

اپنا پیٹ تو کتا بھی پال لیتا ہے" فقرہ۔ وہ انسان کیا جو آپ چین کرے

اور اپنے متعلقین کی خبر نہ لے اپنا پیٹ تو کتا بھی پال لیتا ہے۔ "اپنا ٹھکانا کر لینا" فقرہ۔ اب میرے یہاں گذارا نہ ہوگا آپ کہیں اور اپنا ٹھکانا کر لیجئے۔ "اپنا حساب کر لو" فقرہ۔ اپنا حساب کر لو اب میرے ذمے تمہارا کچھ نہیں باقی ہے۔ "اترتا چاند" فقرہ۔ سنا ہے کہ اُترتے چاند ان کی شادی ہوگی۔ "اترنا" فقرہ۔ پانی نہ برسنے سے گیہوں اُتر گیا ہے۔ "اٹھنا" فقرے۔ کمرے سے ابھی پلنگ تو اٹھے نہیں کرسی کیونکر بچھے۔ وہ جہاں بیٹھ جاتے ہیں پھر اٹھنے کا نام نہیں لیتے۔ جو مصیبت آپ اٹھاتے ہیں کسی سے بھی نہ اٹھے گی۔ ان کے پاس خزانہ ہو تو دو دن میں اٹھ جائے۔ ادھر دیوار اٹھی اب آمد و رفت نہیں ہے۔ میر صاحب کا تعزیہ تو کیا اٹھتا ہے۔ رات کو علم اٹھیں گے۔ اسی طرح ۹۹ استعمال اٹھنے کے تحریر فرمائے ہیں۔

"احدی" فقرہ کیا جب سے نوکر چاکر ہوئے ہیں وہ احدی بنکے بیٹھ جاتے ہیں۔ "احسان اتارنا" فقرہ۔ تھوڑا سا روپیہ خرچ ہو گیا تو بلا سے اس کا احسان تو اُتر گیا۔ "ادرک کا لچھا" فقرہ۔ ادرک کا لچھا میاں فیض علی کی دکان کا بال سے باریک ہوتا ہے۔ "ادھار" فقرہ۔ ہمارے یہاں دمڑی کی چیز بھی ادھار نہیں آتی۔ "ادھر کی دنیا ادھر ہو جانا" فقرہ۔ ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے مگر وہ اپنے خیال سے کبھی باز نہ آئیں گے۔ "اڈھن" فقرہ۔ پانی تو اڈھن ہو رہا کہ اس سے خاک تسکین ہوگی۔ "اندھا دھند" فقرہ۔ بے سوچے سمجھے اندھا دھند روپیہ اٹھائے چلے جاتے ہیں۔

"اوچھا ہاتھ پڑنا" فقرہ۔ خیریت ہوئی کہ ہاتھ اوچھا پڑا ورنہ کام تمام

ہو گیا تھا۔ اور "فقرے باران کوٹ تو تم نہیں چھوٹے جاتے ہو اور جو
پانی آجائے تو کیا کروگے۔ یہ منہ اور مسالا؟ تم اور شاعری
جسقدر میں طرح دیتا ہوں وہ اور شیر ہوتے جاتے ہیں۔ اتنی روشنائی
کافی ہوگی اور عنایت کیجیے" تم اور سمجھے ہو میرا مطلب اور ہی۔ اجی ہم کو کون
روک سکتا ہی جائیں اور جائیں جلیم صاحب آئے اور میں اچھا ہوا۔ تم
وہاں گئے اور دہرے گئے سہ معنی میں اور کے استعمال کو دکھایا ہے۔

حمزہ ثاقب

مکتوباتِ امیرؔ مینائی

جناب امیر مرحوم نے جو خطوط اپنے احباب اور تلامذہ کو وقتاً بعد وقت تحریر کئے ہیں ان کو بتقاضائے ارباب علم میں نے اس مجموعے میں بسعی تمام جابجا سے طلب کرکے جمع کیا ہے۔

ان خطوط کی سلاست زبان، اور متانت بیان کا اظہار غیر ضروری ہے "مشک آں ست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید۔"

جو لوگ طالب فن انشا ہیں ان کے واسطے یہ خطوط استاد شفیق کا کام دیں گے۔ زبان کی فصاحت ومتانت، معاملہ نگاری، مختصر نویسی، ہر بات کی تحقیق صحت وخط کی احتیاط یہ تمام باتیں اور غور کرنے والوں کو ان سے بہت زیادہ یہ تحریریں تعلیم دیں گی۔

ان امور کے علاوہ احباب سے اخلاص تلامذہ کے ساتھ شفقت، عزیزوں سے محبت، تقویٰ، صبر ورضا، استقلال اور دوسری صفات پاکیزہ کا سبق بھی حاصل ہوگا۔

بہر حال امید کی جاتی ہے کہ تمام پہلوؤں سے یہ مجموعہ ہر مذاق سلیم کے لیے مفید ثابت ہوگا۔

ثاقب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطوط منشی امیر احمد

۱۳۲۸ ہجری

حکیم برہم صاحب اڈیٹر ریاض الاخبار (گورکھپور) کے نام

۷ر جون سنہ ۹۱ء

پیارے برہمؔ دعائیں لو۔

نورچشم ممتاز نے امیر اللغات سے متعلق تمہارے حکموں کی تعمیل کر کے کارڈ اطلاعی تمکو لکھ بھیجا۔ اب اس خط میں کوئی بات جواب طلب نہ رہی البتہ وہ قطعہ جس کا ایک مصرع تمنے لکھکر تین مصرع اوپر کے مانگے ہیں وہ بھیجنا ہی ٹھیک ٹھیک وہی لفظ جو عہد واجد علی شاہ مرحوم میں کہے تھے یاد نہیں رہے اس لیے کہ عہد شاہی تک جو کلام مرتب ہوا تھا وہ غدر میں تلف ہوگیا۔ اس وقت خیال کرنے سے جو مصرع یاد آئے وہ یہ ہیں

مجھکو حقہ دیکے تالا غیر کو بوسہ دیا — دیکھتا جا او مرے دمباز اپنے طور کو
حصہ کس کا دیدیا کس کو ذرا انصاف کر — دودبے حلوا مجھے حلوائے بے دود اور کو

منشی نظام الدین صاحب کی تنگ حالی سے بہت دل دکھا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ ان کی صفات انسانی کا کیا حال ہی کبھی لکھنے گا مگر نہایت ستی

کے ساتھ تحقیقی باتیں جو قابل اعتماد کامل ہوں۔ محمد احمد مع اخوان تسلیم
رساں ہیں۔ جلیل سلام کہتے ہیں۔ وسیم ایک برس سے اس [illegible]
ہیں راجہ جون پور کی سرکار میں نوکر ہیں سال بھر کے بعد کل ان کا ایک خط آیا ہے۔

امیر فقیر۔

رام پور۔ ۲۶ر اگست

پیارے برہم۔ سلام و دعا پھر دعا

محبت نامہ سعادت شمامہ ۲۲ر اگست کا لکھا ہوا ۲۴ کو آیا۔ انتظار نے بہت [illegible]
دل تڑپایا۔ دیکھا چاہئے یہ راسے آپ کی کہ سرکار عالیہ عرضداشت ضروری
لکھوائیں گی۔ کہاں تک صحیح ہمارا دے کے موافق آپ نے بھی [illegible] سے لئے
ہوں اور عرضداشت کا ملاحظہ ہونا معلوم ہو تو [illegible] قائم ہوسکے
جنکی نسبت آپ کا خیال ہے اگر جواب [illegible] کی تو نہیں ہے ان کو [illegible]
سے توڑنا ذرا مشکل بات ہے۔ شاید آپ کی جودت اور کوئی حکمت کام کر جائے
بہرکیف اب آپ کی آئندہ تحریر دیکھا [illegible] ہوگا۔

آپ کے وجع الورک اور درد گلو نے دل دردمند کو اور بھی دردمند
کر دیا الحمد للہ کہ ان امراض سے نجات ہوئی۔ جناب قاضی صاحب کی
اذیتوں کا تصور ہر دم دل کو تڑپاتا ہے۔ معاذ اللہ کیسے کیسے صدمے
اٹھائے ہیں۔ میں نے مزاج پرسی کا خط لکھا تھا۔ جواب اس سے نہ آیا
کہ زخم میں پھر نشگاف کی حاجت ہوئی اور تکلیف گھٹ کر بڑھ گئی۔ اب بھی م
التماس کرتا ہوں کہ آپ کسی موقع پر میری طرف سے بکمال نیاز و خلوص

سلام و دعا۔ اور اس بانکپن اور جرات کے ساتھ تنگاف دلوانے پر آفرین و مرحبا کہئے۔ میں اکثر اوقات دعاے صحت دلخواہ میں مصروف رہتا ہوں مجیب الدعوات مستجاب فرمائے۔ ابتک فساد آب و ہوا کا وہاں باقی رہنا اور بھی دل کو پریشان رکھتا ہے۔ آغاز ماہ اگست سے اس ملک میں بھی یہی مرض وبائی پھیل رہا ہے ہر وقت دھڑکوں ہی میں گذرتی ہے۔ حق تعالیٰ ہر جگہ سے اس بلا کو دفع فرمائے سب جگہ امن چین ہو جائے فقط

امیر فقیر۔

رام پور ۸ ستمبر ۹۷ء

پیارے برہم اسوقت سلام و دعا سب نداردا اس لیے کہ ایک تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ رائے سین کے انسپکٹر ہو گئے۔ اگر سچ ہے تو ہم سخت ناچار و مضطر ہو گئے۔ اب درد دل کس کو لکھیں کسکی رسائی ذہن کے امید گاہوں رسائی تقدیر کی امید رکھیں معلوم نہیں کیا مصلحت ہے کہ آپ نے پہلے تحصیلداری سے انکار کیا اب انسپکٹری قبول کر لی۔ ہماری نظر میں آج وہ شہر سونا ہو گیا۔ خیر غریبوں کا اللہ والی ہے خدا سے دعا ہے کہ آپ جہاں رہیں خوش رہیں اور ہمیشہ اپنی خوشی سے خوش ہونے والوں کا دل خوش کیا کریں اور ہم کو بتائیں گے اب ہم تحریکات خاص کی کیا سبیل نکالیں۔ اور کوئی مطلب اس خط میں لکھنے کا موقع نہیں رائے سین کا ٹھیک پتا ایسے خط سے کہ پڑھا جائے لکھ بھیجئے۔ لطیف و مسعود اور سب عزیزان ماوجب گزارہیں۔ ایک خط اور کلام تمہارا کئی روز ہوئے بھیجا ہے اس کی رسید کا انتظار ہے۔ امیر فقیر۔

پیارے برہم۔ تمہارا خط آیا۔ غزل پہنچی۔ لطیف میاں لکھنؤ گئے ہیں دو چار دن میں آئیں گے۔ غزل پر اصلاح توجہ سے ہوگی بشرطیکہ اصلاح مثنوی معلومہ کا عمدہ نتیجہ تمہاری کوشش سے ظہور پذیر ہو۔ تم سارسا آدمی اور اب تک اس باب میں حسن کارگزاری کا پتا نہیں لطیف احمد کا خط تم کو پہنچا ہوگا تمہارا خط اور غزل ان کو تفویض کرنے کے لئے مداملت میں ہے۔ جو مطالب تم نے لطیف میاں کو اپنی غزل اور گلدستے سے متعلق لکھے ہیں وہ ان سب کا بخوبی لحاظ کریں گے اور کوئی جدید مطلب نہیں۔ سب عزیزاں و احباب ما و حسب حال ہیں۔ یوسف نے کچھ نہ لکھا کہ اب تم کس کام پر ہو، ضرور لکھو فقط

امیر فقیر ۱۱ / دسمبر ۹۴ء رامپور

ریاست پور ۲۳ / اگست ۹۵ء

پیارے برہم، تم میرے زخم جگر کے مرہم ہو تمہاری بھیجی ہوئی تحریر محبت خمیر نے میرے پریشان دل کو جمعیت بخشی اور انکار و انتشار کی جماعت کو درہم برہم کر دیا۔ خدا کرے تم ہمیشہ شاد و آباد اور تمہارے بدخواہ برباد رہیں، تم نے بیشک مجھے اپنے دل سے بھلا ڈالا ہے کہ مجھے برسوں یاد نہیں کرتے ہو۔ مگر اس پر بھی میرا محبت منزل دل تم کو نہیں بھولا گو یہاں بسبب موانع تو یہ تحریر کی نوبت نہیں آتی، مگر تمہاری یاد بالکل نہیں جاتی۔ تم سے اور تمہارے خطوط سے تمہاری یاد ہی اچھی۔ اب جو تم نے اپنی ملاقات سے مسرور کرنے کا وعدہ کیا ہے خدا تمہارے وعدے کو پورا کرے جو تمہارا وعدہ ہے وہی میری تمنا ہے۔ وہی تمنا کو پورا ہوتے میں نے بہت کم دیکھا ہے۔ اس [illegible]

پوری خوشی نہیں ہوسکتی۔
میری پریشانیوں کا دفتر بہت بڑا ہے اس کے لکھنے کو فرصت اور اطمینان چاہیئے۔ اور فرصت اور اطمینان ہی کا یہاں کال ہے۔ بہر حال جس حال میں ہوں اللہ کا شکر کرتا ہوں کبھی کبھی تمہارا مختصر و منتخب کلام آتا تو میں باوجود اس کے دیکھنے کا قصد کرتا اور پھر بھی ممکن نہوتا تو عذر کرتا شکر ہے کہ عذر میرا بغیر ظاہر کیے ہوئے پہلے ہی سے تمہارے یہاں مقبول ہے۔ امیر اللغات کے دونوں حصے تمہارے طلب کے موافق بھیج سکتا ہوں مگر ویلو پی ایبل نو روانہ ہو نہیں سکتے اس لیے کہ قیمت فوراً ادا کرنا نہیں ہے۔ لہٰذا تم کہو تو بصیغہ بیرنگ روانہ کر دیئے جائیں بیٹ بھیجنے میں تلف ہونیکا اندیشہ ہے۔ کئی نسخے اس طرح بھیجنے میں تلف ہو چکے ہیں۔ سب چھوٹے بڑے ماوجب گذار ہیں۔ جلیل تمہاری محبت کے علیل تسلیم بالوف التکریم والتبجیل کہتے ہیں۔ داعی خیر

امیر تقصیر

داغ دل کے مرہم پیارے برہم۔ دعا سلام۔ اپنے سوالوں کا جواب لو۔
بحر متقارب کی تخصیص نہیں ہر بحر سالم میں تسبیغ کراہت سے خالی نہیں محقق نصیر الدین طوسی نے معیار الاشعار میں اس کی تصریح کی ہے اور یہی محقق بحر متقارب میں یہ شعر ؎

بہالا نگارا چو آزادہ سروی ولیکن برخسار مانند گلنار

لکھکر کہتے ہیں وایں ناپسندیدہ است چہ حرف آخر از دائرہ بیروں ست" اور متقارب مزاحف میں اہل فارس اور اہل اردو نے تسبیغ کا استعمال

کیا ہے اور اس کو کسی نے مکروہ نہیں جانا حافظ ؎

گر تیغ بارد در کوے آں ماہ گردن نہادیم الحمد للہ

تقطیع مصرع اول فعلن فعولن فعلن فعولاں تقطیع مصرع ثانی فعلن فعولاں فعلن فعولاں ۔ میر ؎

اب حال اپنا اسکے ہے دلخواہ کیا پوچھتے ہو الحمد للہ

مشقت کو محنت کو جو عار سمجھیں ہنر اور پیشے کو جو خوار سمجھیں

میری رائے میں یہ سالم ہے نہ مسبغ

قرن بضتحتین صحیح ہے ۔ انوری ؎

دو قرن از کرمت بردہ جہان برگ و نوا تو چہ دانی کہ جہان بے تو چہ بے برگ و نواست

مالیقر کا استعمال خط و کتابت کے ساتھ ہے جیسے کہیں فلاں شخص کا خط مالیقر ہے خوشنویس نہیں اور کسی چیز کے ساتھ استعمال میرے سننے میں نہیں آیا ۔

بحر نے جو ایک شعر میں ؎

اب مجھسے التیام کی باتیں نہ کیجئے دل تم سے پھٹ گیا جگر افگار ہوگیا

مصرع اولیٰ میں کیجئے کے ساتھ خطاب کیا ہے اور دوسرے مصرع میں تم سے یہ بحر پر موقوف نہیں بلکہ اس زمانے تک اکثر معاصرین بحر جنکا شمار اساتذہ میں ہے اس کے تارک نہ تھے ۔ ان کے بعد متاخرین نے اس اختلاف خطابات سے احتراز کیا ۔ میں بھی انہیں تارکین میں ہوں ۔

حیدر آباد دکن

پیارے برہم۔

دوبارہ پان بھیجنے کا شکریہ۔ اس مرتبہ پان بالکل ضائع گئے، ایک تو ڈھولیوں کے اندر بہت ہی ناقص پڑے بھرے ہوئے تھے۔ دوسرے ہرے اور خام ہونے سے ٹھہر نہ سکے۔ اب کے پان بھیجو تو سفید پکّے پان اعلیٰ درجہ کے بھیجو۔ وہ مستقیم پہنچیں گے اور زیادہ ٹھہریں گے۔

میری حالت اور حسب ہم لیاقت حسین کی تحریر سے معلوم ہوتی ہوگی اب مجھے بہت افاقہ ہے اور مرض کا گویا ازالہ ہو چکا ہے مگر ضعف سے اب بھی یہ حالت ہے کہ اپنی طاقت سے کروٹ نہیں لے سکتا۔ لطیف احمد و مسعود احمد تپ میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اس سے اور پریشانی ہے کچھ عجیب اتفاق ہے کہ قافلہ میں کوئی فرد صحیح نہیں ہے لیاقت اور ثابت علی بھی بار بار مبتلا ہوئے اور سنبھلے نہیں پریشانیوں میں شبانہ روز گذرتے ہیں۔ اتنا موقع نہیں ملتا کہ تم کو یا کسی کو کوئی خط لکھ سکوں۔ بدقت اس وقت یہ سطریں لکھوائی ہیں

پان بھیجنے کی تکلیف بار بار تمہیں دی گئی ہیں نہایت محجوب ہوں۔ اور اس مرتبہ کے پان ضائع ہونے کا سخت افسوس ہے۔ زیادہ کیا لکھوں تم اپنی خیریت سے ہمیشہ مسرور کرتے رہو والسلام

امیر فقیر

۱۵ جون سنہ ۹۲ء

پیارے برہم

مدت کے بعد دل غ دل کا محرم آیا۔ تمہارے عذر کو تاملی نے مجکو اپنی

تقصیر پر اور زیادہ منفعل کیا - کیا کروں ہزاروں مکروہات ہیں - امیر اللغات کا
دوسرا حصہ عنقریب چھپنے جاے گا پروف تو ہیں دیکھنے کو نہیں ملتا تمہیں
کیونکر پہنچ سکے صرف کاپیاں آتی ہیں وہ دفتر میں مقابلہ ہو کر واپس جاتی ہیں
کاپیوں کو پتھر پر ڈالکر پروف اتار کر اگر صاحب مطبع بھیجیں تو جب تک پروف
واپس نہ جائیں جب تک چھاپنے سے معذوری ہو اور ان کے پتھر گھرے ہیں
یہ ہرج کوئی کیوں گوارا کرے گا - ہاں کسی مطبع کا بہت بڑا کارخانہ ہو پتھر
بکثرت ہوں تو شاید ایسا ہو سکے - اغلاط ہی اسی سے بچاتے ہیں کہ پروف
نہیں آتا کاپی میں بن بھی جاتا ہے تو مطبع میں بنانے سے کچھ رہ بھی جاتا ہے پروف
آے تو مکرر نظر ہو اور غلطی بہت ہی کم ہو - کاش آپ رنگلام کے عوض اکبرآباد
میں ہوتے یا ایسے فارغ البال الوالعزم ہوتے کہ بے ضرورت سے اکبرآباد
میں رہ سکتے تو پروف دیکھتے اور اپنے سامنے چھپواتے - اکمل الاخبار ایک
دوست کے پاس سے اکثر یہاں آجاتا ہے میں تو کبھی دیکھتا نہیں ہوں اس لئے
کہ مفت بیچ ہو گا مگر آہ کی نظر اکثر پڑ جاتی ہے - جہاں کہیں آتا ہو تم بھی وہاں سے
لیکر دیکھ لیا کرو تو بہتر ہے مجھے یقین نہیں کہ ریاض مجھ سے خفا ہوں بلکہ مرگ خاتون
نے ان کو اپنی زندگی سے بیزار کر دیا ہے -

آپ کے دوست ڈاکٹر احمد شاہ صاحب نے امیر اللغات کے حصص
آیندہ کے دیکھنے کا شوق جس پیرائے میں ظاہر کیا اس کا میں ممنون ہوا
میری طرف سے بعد سلام اخلاص انضمام کہئے کہ اگر امیر اللغات کی تکمیل جلد
منظور ہو تو کسی حکمت سے ایک لاکھ روپیہ دلوائے پھر دیکھئے کتنے جلد حصے

نکلتے ہیں۔ محامد خاتم النبیین ڈاکٹر صاحب کے واسطے آج ہی کی ڈاک میں روانہ ہوتا ہے صنم خانہ عشق کے چھپ جانے کی خبر تو آپ نے سنی فال نیک سے زیادہ اس کی حقیقت کچھ نہیں ہے اگر چھپا ہوتا تو پہلے آپ کو پہنچتا۔ منشی فیاض الرحمان صاحب اور قاضی خیر اللہ صاحب کی خدمت میں سلام شوق۔ فرزندان فقیر ما و جب رساں ہیں۔ یہاں برہم اب خط لکھا ہے تو لکھتے رہو۔ پھر ایسا غوطہ نہ لگانا کہ مہینوں خبر نہ لو۔ میں تو پیرانہ سالی اور خستہ حالی سے معذور ہوں مگر تم ماشاءاللہ جوان ہو میری کوتاہ قلمی کو معاف کر دیا کرو۔ سب اہل دفتر ما و جب کہتے ہیں۔ آہ کو جو کچھ لکھا ہے وہ اس کا جواب اپنے قلم سے دیں گے فقط

تمہاری محبت کا منت پذیر۔

امیر فقیر۔

پیارے برہم۔

اندھا جب پتیائے کہ دو آنکھیں پائے

کا مدار کا کہنا اور تمہارا یقین کرنا اور یہ لکھنا کہ کامدار مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتے ایک حاجتمند کو خوش ضرور کرتا ہے مگر ساتھ ہی اس کے یہ ظاہر کرنا کہ وفائے وعدہ کا وقت معین نہیں ہو سکتا اس خوشی کو مٹاتا ہے درد۔ خریف کا وقت تو گزر گیا۔ اب ربیع کا وقت قریب ہے۔ دیکھا چاہئے بہرکیف جب تک رقم مجوزہ یہاں پہنچ نہ جائے اس وقت تک میں تمہاری پوری توجہ کا قائل نہیں سہ این را نبکسے گو کہ ترا نشناسد۔ باتوں میں خوش کر دینا تو تمہارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ جان من ایسی کوشش کرو

کہ کام نکلے۔ ہاتھ چلے تنگدستی نے تنگ کر رکھا ہے۔ براہ بے تکلفی تم کو لکھا ہے مستعد ہو جاؤ۔ زیادہ لکھنا فضول ہے۔ ورنہ اگر سست یک حرف بس ست فقط

امیر فقیر عفی عنہ

۵ ذی قعدہ ۱۳۱۶ھ

رام پور۔ ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۷ء

مجی برہم۔ دعا کے بعد مدعا یہ ہے کہ تمہاری تحریر مشعر ناچاقی طبیعت پہنچکر سخت تشویش و ملالت افزا ہوئی۔ جس وقت سے یہ خط آیا ہے تمہاری ہی طرف جی لگا ہے۔ دعا کے سوا بیچارے بندوں کو چارہ کیا ہے۔ خدا کرے اس خط کے پہونچنے تک تمہاری طبیعت صاف ہو گئی ہو اور مژدہ صحت دلخواہ جلد سامعہ نوازی کرے۔ اور اب خیر سے حسب دلخواہ کامیابی کے ساتھ تمہارا قیام دار الاقبال ہی میں رہے۔ امید ہے کہ اپنی طبیعت پر جبر کر کے جلد جلد حالات خیر آیات سے رفع نگرانی کرتے رہو۔ کئی روز ہوئے ایک خط میں نے تمہارے مستقر حکومت انسپکٹری کے پتے سے روانہ کیا ہے کیا عجب وہاں سے واپس ہو کر بھوپال میں تم کو ملے سب کی طرف سے سلام و مزاج پرسی۔

امیر فقیر

رام پور۔ ۵۔ ستمبر ۱۸۹۷ء

پیارے برہم سلام و دعا

۳۰۔ اگست کا لکھا ہوا خط آیا غزلوں کا پلندہ بھی پہونچا آپ کی بہن کے یہاں چوری ہو جانا اور آپ کی کچہری سے سامان مہمانی احباب اٹھ جانا باعث

افسردگی دل ہوا۔ خداوند تعالیٰ حسن نیت کے اثر سے نعم البدل عطا فرمائے
وزیر صاحب بہادر کو ایک خط اسی دن روانہ کر چکا تھا جس دن آپ کا خط آیا
ان کا وعدہ تو اس خط میں یاد دلایا گیا ہے اور اجازت چاہی گئی ہے کہ لطیف
میاں وہاں حاضر ہو کر امیدواری کریں اور سلام سے مشرف ہوا کریں انسپکٹری
کی تخصیص کر کے لکھنا قبل اس کے کہ اس خط کا جواب آئے مناسب
معلوم ہوا اگر وہ خط یاد دہی کا میں نے نہ لکھا ہوتا تو آپ کی رائے کے موافق
انسپکٹریوں کے سلسلے میں جگہ ملنے کی درخواست کرتا برابر دو خط پہونچنے پر
خیال آتا ہے کہ مبادا جناب وزیر صاحب کی طبیعت پر گراں گزرے۔ نور عین
لیاقت حسین کے واسطے ہی بہت خیال ہے اس واسطے کہ ان کا تکفل کثیر
اور وہ بہت پریشان ہیں۔ جناب قاضی صاحب کے مژدہ صحت سے آپ نے
سامعہ نوازی کی میں بہت خوش ہوا۔ میری طرف سے تہنیت صحت کسی موقع
پر ادا کیجائے

(ج) سے آپ کا کچھ بس نہیں چلتا اور وہ جیم کے پیٹ میں ایک نقطہ ہی
اپنی فکر رسا سے کوئی اچھا اور معقول کام لو تو جی خوش ہو۔ یوں میرے بہلانے
کی تو تم کو ہزار راہیں آتی ہیں جب قلم اٹھاؤ گے بہلا لو گے۔ دیکھو غزلیں تمہاری
دیکھیں قدر کرو تو ایک ایک اصلاح بہت قدر کے قابل ہے۔ سرسری نہ دیکھنا
بہت غور کرنا۔ شعر تم نے کئی غزلوں میں بہت اچھے اچھے کہے ہیں وجہ تصرف
اکثر جگہ تمہارے ذہن سلیم پر اعتماد کر کے نہیں لکھے۔ میں جس حال میں ہوں
وہ مشغلہ شعر و سخن کے بالکل مخالف ہے محض تمہاری خاطر سے تمہاری غزلیں

دیکھی ہیں۔ بیتے کے لیتے شاگردوں کے کلام سے بھرے پڑے ہیں۔ مگر پہلے مجکو مطمئن کر دو پھر جتنا کلام چاہو بھیجو۔ حکیم صاحب حکمت کی باتیں تم کو بہت آتی ہیں۔ کام کی بات ایک نہیں آتی۔ سچی بات لکھی ہے برہم خوب جانتا

امیر فقیر

پیارے برہم سے

غصے میں ترے میں نے عجب لطف اٹھایا — اٹھو عمداً اور بھی تقصیر کرونگا

تمھاری تحریر آئی اسی وقت غزل دیکھی بہت اچھے اچھے شعر ہیں دو ایک جگہ کچھ صرف کیا۔ اس زمانے میں جس بول کا دورہ پڑا تھا نہیں اور بھی ناتواں ہو گیا ہوں اور عسر بول کی تکلیف تو روز ہی رہتی ہے۔ اشعار قصیدے کے آئیں گے تو بشرط امکان دیکھکر بھیجوں گا۔ آپ کے باب میں تحریک باطنی اور ظاہری چلی جاتی ہے۔ خاطر جمع رکھئے انشاء اللہ آپ بہت جلد کامیاب ہوں گے

ز عمر خویش برخوردار باشی — بشرط آنکہ با بابا باشی

امیر فقیر ۔ ۱۰ اکتوبر ۱۸۹۲ء

رام پور اسٹیٹ

۶۔ نومبر ۱۸۹۲ء

پیارے برہم۔ خدا تم کو تمہاری آرزوؤں میں کامیاب کرے۔ تم نے محض اپنی سعادت اور دلسوزی سے میرے امراض اور شکایات کی تفصیل چاہی ہے۔ میں تمہارا شکرگزار ہوں مگر کیا لکھوں کیا نہ لکھوں اس لیے کہ شرح نہ مزاج درچین است وکشتی درفرنگ۔ تم بھوپال میں میں رام پور میں اور

حالات اور شکایات میں اتنا جلد جلد تغیر ہوتا ہے کہ جب تک میں اپنا حال تم کو
لکھکر بھیجوں اور تم کوئی دوا تجویز کر کے مجھے لکھو اس وقت تک وہ شکایت جاتی رہے
اور ایک دو نئی شکایتیں پیدا ہو جائیں۔ مگر تم نے دلسوزی اور محبت و سعادت سے
میرا حال تفصیل پوچھا ہے تو اب ضرور ہوا کہ شکر گزاری کے ساتھ ان تکالیف
سے تم کو مطلع کروں۔ میرے بعض احباب نے جو طبیب ہیں میرا مفصل
حال دریافت کیا تھا۔ میں نے ان کے سوالات کے مقابل میں جواب لکھوا دیے
تھے۔ اسی کی نقل تم کو بھیجتا ہوں۔ ان کو دیکھنے کے بعد اگر اور کوئی بات دریافت
طلب ہوگی تو مجھ سے پھر پوچھ لینا۔ ہاں اتنا لکھ دینا اور ضروری ہے کہ پار سال جو
دورہ حبس بول کا پڑا تھا اور جس کا ذکر ان جوابات میں ہے اس کے بعد اس
سال اسی مہینے اور اسی تاریخ کو دورہ پڑا یعنی ۱۲- ربیع الاول تھی۔ کئی پہر سخت
تکلیف رہی مگر الحمد للہ کہ قاثاطیر سے کام لینے کی ضرورت نہیں پڑی۔ بتدریج
ادرار ہو گیا اگرچہ تھوڑی تھوڑی تکلیف کا اثر کئی روز تک رہا۔ اب میری حالت
یہ ہو گئی ہے کہ چار چار، پانچ پانچ منٹ کے بعد چوکی پر جاتا ہوں نہ کہیں آنے
جانے کے قابل رہا نہ کسی سے ملنے جلنے کے لائق۔ ایک مہینے سوا مہینے سے
یہ شکایت پیدا ہو گئی ہے کہ اجابت کئی کئی بار ہوتی ہے کبھی تلیین کے ساتھ اور
کبھی ذرا ذرا سی ملتیں۔ سینے پر ایک سوزش اور جلن رہتی ہے۔ ریاح نہایت جلتے ہوئے
خارج ہوتے ہیں۔ اجابت ہو جانے سے سوزش وغیرہ میں کمی ہو جاتی ہے اور
اجابت نہیں ہوتی تو بدستور بے چینی رہتی ہے۔ میں نے بعض احباب کے
اصرار سے غزل کہی ہے اب تک دفتر گلچیں میں نہیں بھیجی۔ امراض اور ضعف

دل و دماغ اب مجھے فکر کرنے کی فرصت نہیں دیتے کبھی تمہارے اصرار سے مجبور ہو کر کوئی غزل کہنے کا خیال کرتا ہوں تو دو چار روز میں اٹھتے بیٹھتے کچھ شعر ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح دو تین بار اس زمین میں بھی خیال کیا جو شعر ہو گئے اس میں سے بار بار انتخاب کر کے ممتاز نے صرف پچیس چھبیس شعر کی دو غزلیں رکھی ہیں اور یہی رائے ہے کہ اسی قدر گلدستے میں چھپنے کو بھیجی جائیں۔ مگر میں ان کو بھی زیادہ سمجھتا ہوں فقط

امیر فقیر

پیارے برہم الکھ کر پچھتا رہا ہوں کہ برہمی پیارے ہونے کی چیز کہاں ہے کہ میں نے پیارے برہم القاب میں لکھا۔ یوں دل کو تسکین دیتا ہوں کہ کسی کی برہمی بھی تو کسی کو مزا دکھاتی ہے۔ میرا مخاطب و مخاطبت [illegible] تم مجھ پر مہربان کرا ابتدا میں البتہ کسی قدر [illegible] تخلص کو کام [illegible] تھا مگر جب [illegible] سے کریاں نداستیں کی تو اب [illegible] گیا مہربان ہو گیا [illegible] خدا سے امید ہے مہربان ہی رہے گا اس کی تقصیرات [illegible] سے چشم پوشی [illegible] رہے گا۔ پیاسے [illegible] فروری کا خط اس وقت نظر کے سامنے ہے اور تاخیر و تقصیر جواب سے مجھے محجوب کرتا امیر اللغات کو خدا رونق دے [illegible] امیر کی بیماری سے [illegible] تو ضرور ایک وقت اصلاح کے واسطے نکالونگا۔ امیر اللغات کا پہلا حصہ چھپ گیا۔ اسی ہفتہ میں خریداروں کو پہنچے گا۔ اشتہارات بعض ہندوستانی اخباروں میں چھپ گئے انگریزی اخبار پائنیر میں اڈیٹوریل تو ۲۰۔ مارچ کو شایع ہو گیا عنقریب اشتہار انگریزی بھی جو ایک منتخب ادیب مسٹر للپ صاحب ڈائرکٹر ریاست رامپور نے

لکھا ہے پانیر میں ملفوف ہو کر نکلے گا تاکہ عموماً فرنگیوں کو اطلاع ہو جائے
صنم خانے کو چندے ابھی اور رہنے دو خدا ذرا اطمینان دے تو اچھا ہو کر نکلے
بغیر اپنے چھپوائے ہوئے خاطر خواہ نہ چھپے گا۔ منشی نظام الدین صاحب نظامؔ
کی لیاقت سے میں بخوبی آگاہ ہوں افسوس کہ بڑی ناقدردانی کے وقت میں وہ پیدا
ہوئے اور بہت خراب مقام پر انکا قیام ہے خدا ان کو کہیں اچھی جگہ پہنچائے
میری آرزو تو یہ ہے کہ امیر اللغات کو رونق ہو تو ان کو اسی دفتر میں رونق افزائی کی
تکلیف دوں۔ میرا اسلام کہئے گا۔ محمد احمد تسلیم گزارہیں۔

امیر فقیر۔ ۲۰۔ مارچ ۹۱ء

سلام و دعا۔ محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا خدا کرے آپ کی حسن تقریب
حسب دلخواہ عمدہ اثر پیدا کرے۔ لطیف میاں گلدستہ چھپوانے کو لکھنؤ گئے
ہوئے ہیں اور اہل مطابع کے ناز اٹھا رہے ہیں مسودہ مہذب و منتخب ہیں سے
ساتھ لیتے گئے ہیں۔ خدا کرے جلد نکلے۔ ابتدا میں ہر کام دقت سے ہوتا ہے
رفتہ رفتہ جب اپنا مطبع ہو جائے گا تو آسانی ہو جائے گی۔ ماہ صیام میں خط
لکھنا بھی دشوار ہے۔ مختصر نگاری معاف ہو فقط

امیر فقیر۔ ۱۷۔ جنوری ۹۸ء۔ ۵۔ رمضان ۱۳۱۶ھ

رام پور ۱۵ ۔ جولائی ۹۰ء

دلنواز ا۔ سلام مسنون۔ گیارہویں صفر کا لکھا ہوا خط چودھویں کو آیا اور اُس کی
خیریت سے مسرت ہوئی اور اصغر علی خاں مہتمم فراشخانہ کی جوانمرگی سے عبرت
وحسرت۔ قاضی صاحب کی خدمت میں عیادت نامہ مختصر لکھا ہے آپ کا مورد

عواطف .... ہونا باعث مزید سرور ہوا خداوند تعالیٰ ہر جگہ آپ کو سہا
اور کامروا رکھے ہیں بھی موقع پر حسن یادآوری کا شکرگزار ہوں۔ بارش یہاں بھی
دسویں سفر سے جوشا جوش ہے۔ میری طبیعت اب تک سنبھلی نہیں۔ موسم بھی خراب
آگیا ہے۔ سب کی طرف سے ما وجب فقط ۔

امیر فقیر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ محبت نامہ آیا آپ کی محبت آمیز خیر خواہی سے
مجھکو پشیمان کیا اب اس کا ذکر ہی جانے دیجئے جوش [illegible] واسطے
آج کل ہر وقت موت کا سامنا ہے ذرا اطمینان ہوا [illegible]
دیکھیں خاطر عاطر جمع رہے یہ پوسٹ کارڈ اس سے لکھ کر [illegible] فتح ہو۔

امیر فقیر۔ [illegible]

ریاست رام پور
۱۴ر جون ۱۸۹۶ء

دلنواز احباب سلام مسنون اخلاص ودعا مشحون
میں داغ مفارقت احباب دل پر لیے ہوئے شب کو [illegible] پہونچا۔ پوسٹ کارڈ
اطلاع خیریت کے واسطے بھیجتا ہوں۔ خلیل ایک ہفتہ کے واسطے لکھنؤ سے
ناگپور گئے اور خلیل کو ایک [illegible] خط لکھنؤ سے [illegible] پہنچے
لطیف ومسعود سلام کہتے ہیں۔ مکرم برادران جناب قاضی صاحب کے
حالات خیریت آیات سے مجھے ضرور مسرور کیجئے اور میری طرف سے بہت
[illegible]

ضرور لکھیے اور حسب وعدہ ہمیشہ صلاح نیک سے شاد کام رکھئے۔ جملہ عزیزان و احباب کو نام بنام دعا و سلام کہئے فقط

امیر فقیر۔ بقلم دیگرے۔

رام پور۔ ۱۴۔ نومبر ۱۸۹۷ء

محب والنواز۔ سلام مسنون دعا مشحون

آپ اب کس حال میں ہیں کیسا مزاج ہے۔ میرے خط کا جواب بھی ندیا جو خبر علالت سنکر فی الفور لکھا تھا۔ میں آپ کی صحت کے لیے ہر وقت دست بدعا ہوں اور کچھ کیفیت دریافت نہونے سے نہایت متردد ہوں۔ خدا کرے اب آپ کو آرام ہو۔ اس کارڈ کو پاکر بواپسی ڈاک جواب بھیجیے! اور مفصل حال لکھکر مطمئن کیجئے۔

سب کی طرف سے ماوجب اور جلیل حسن کی طرف سے مزاج پرسی

امیر فقیر۔

۲ مارچ ۱۸۹۳ء۔ رام پور اسٹیٹ

مجبی برہم کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ تحریر تمہاری پہنچی، باوجود تپ لرزی میں مبتلا ہونے کے دو تاریخیں ایک فارسی اور ایک اردو کہکر قاضی صاحب کی خدمت میں بھیجدیں۔ اور تمہاری نسبت بھی مختصر الفاظ لکھدئیے مجھے جناب قاضی صاحب کی کوئی تحریر نہیں پہنچی۔ ورنہ کیا ممکن تھا کہ میں جواب نہ لکھتا یا تعمیل نہ کرتا فقط

امیر اللہ تسلیم عفی عنہ

مجی۔ سلام و دعا انضمام۔ مدت سے تمہارا محبت نامہ نہیں آیا یہی تمہارا آنا ٹھہرا۔ تم کو یہ عذر ہوگا کہ ضروری کاموں سے فرصت نہیں ہوتی تو کیا تمہارے نزدیک یہ ضروری کام میں داخل نہیں ہے کہ اپنے داعی خیر کو دو کلمہ خیریت سے کبھی کبھی مطمئن کر دو۔ خیر ہم کو یاد کرو یا نہ کرو ہم تو دعا سے یاد کرتے ہیں

کو نہیں پوچھتے ہرگز وہ مزاج
ہم تو کہتے ہیں دعا کرتے ہیں

صنمخانۂ عشق کو نظر ثانی سے میں نے مکمل و مہذب کر لیا ہے کچھ کسر باقی ہے بعض احباب سخت مصر ہیں کہ چھپے امید ہے کہ اب کے ایسا ہی ہوگا۔ اسکو اشاعت وغیرہ میں مدد دینے اور خریدار بہم پہنچانے کی نسبت تمہیں کچھ لکھنے کی حاجت نہیں ہے۔ اتنا تم سے کہتا ہوں کہ یہ دیوان اول سے بدرجہا اولیٰ ہے، باعتبار زبان اور مزے کے اور باعتبار بلاغت کے بھی۔ اور ہاں اب امیر اللغات کے روپئے تو بھیجدو۔ تم نے بڑی دیر کی بڑی ضرورت ہے۔ جلیل آپ کے محبت کے کفیل سلام عرض کرتے ہیں۔

امیر فقیر رام پور ۲۲ نومبر ۱۹۰۵ء۔

حکیم عابد علی صاحب کوثر خیر آبادی کے نام

میرے پیارے کوثر۔ میں نے کسی خط کا جواب تکلم انداز نہیں کیا۔ وسیم گواہ ہیں کہ خیر آباد کو خاتون کی مزاج پرسی کا خط فوراً بھیجا۔ صاحب گنج سے جو خط آیا اس کا جواب بھی دوسرے یا شاید تیسرے دن روانہ کیا خدا جانے کون دشمن راہ سے اڑا لیتا ہے۔ یہ خط مورخہ ۲۵ رجب

اس وقت آیا اگرچہ فرصت نہ تھی مگر سب کام چھوڑ کر غزلیں دیکھیں بنانا تو کہاں ہو سکتا ہی ایک دو جگہ عیوب پر آگاہ کر دیا۔ ایک دو جگہ آہستہ آہستہ والی غزل میں بنا بھی بنا دیا۔ اور انتخاب کے صاد کر کے وسیم کو غزلیں دیدیں کہ لکھو اگر تیار کو آج ہی بھیجدیں اور مسودے کو داخل ذخیرہ مسودات کر کے آپ کو بھیجدیں امید ہی کہ آپ روانہ کریں۔ میری طاقت روز بروز گھٹتی جاتی ہی۔ اور مکروہات بڑھتے جاتے ہیں۔ لغت میں مصروفی اور محنت کی بہت حاجت ہی مشاہرہ بالکل چھوٹی ہی۔ اصلاح کو کلام بکثرت آتا ہی کون بنائے کون جواب لکھے۔ انقلابات و تغیرات جو ریاست میں ہو رہے ہیں وہ اور پریشان کر رہی ہیں سیکڑوں روپے ماہوار کا خرچ اور آمد کچھ نہیں۔ احباب نے جو کچھ کہا وہ نکیا۔ حضرت شاداب نے رسم قدیمہ بالکل ترک کر دی۔ آپ اسی ملک میں ہیں جو یاسے حال رہیں اور حالت جو کچھ معلوم ہو ضرور مجھے لکھ بھیجا کریں کہ مجکو ان کی بھی خواہی پریشان رکھتی ہی۔ ان کو بھی کچھ خیال نہ سہی میں نے بھی کئی مہینے سے ان کو خط نہیں لکھا یہی سمجھکر کہ جواب تو آتا نہیں لکھ کے کیا کروں۔ آپ اپنی ذکاوت سے اگر کوئی راہ نکالئے کہ ان کو توجہ کافی پیدا ہو اور وعدہ وفا کریں تو آپ کا احسان ہی۔ دو سو روپیہ ماہوار دفتر لغت میں صرف ہو رہا ہی۔ سب اطفال و اعزہ و احباب با وجہ رساں ہیں۔ اس ملک کے پیچھے کسی طرح ضرور بھیجئے۔ مولانا مولوی محمد عبد الحق صاحب کے اعزاز و امتیاز و ترقی مراتب سے بہت جی خوش ہوا۔ خدا خوش رکھے اور توفیقات نیک دے آمین

امیر فقیر ۔ ۳۱ ۔ مارچ سنہ ۹ء

مجی ومکرمی۔ سلام وشوق واخلاص و نیاز وسپاس یادآوری کے بعد التماس ہے کہ نوازش نامہ آیا۔ آپ کی غزل پیام یار میں نہ چھپنا میرے قصور سے نہیں ہے میں نے جلد دیکھ دی تھی۔ وسیم و نعیم و اصغر وغیرہ کی غزلیں بھی گئی تھیں۔ عابد کی غزل بھی روانہ ہوئی تھی۔ کسی کی نہیں چھپی۔ خدا جانے کیا سبب ہوا۔ یہ غزل ابھی آئی ابھی دیکھی اور آپ کو بھیجتا ہوں تاکہ آپ بھیجیں ابھی وقت میں گنجایش ہے غالباً وقت پر پہنچے گی۔ اس وقت یہاں صحیح لکھ دینے والا کوئی نہیں ہے مجھے زکام ہے درد سر اور حرارت ہے۔ شاداب کو میں نے تہنیت نامہ آپ کی رائے کے موافق لکھا جواب میں تار آیا کہ میں شکر گزار ہوا۔ خط نہ لکھا۔ لغت میں کوشش ہو رہی ہے جب نتیجہ ظاہر ہوا و حصص نکلنے لگیں تب کی بات۔ روپے کا توڑ ہے اور حاجت بہت ہے خدا کوئی سامان کر دے سب اعزہ از اطفال و احباب واہل دفتر ما وجب رساں ہیں۔ اللہ تعالیٰ وبا کو وہاں سے دفع فرمائے۔ ہمارے شہر اور برکم ہے آپ و ہوا میں اب تک وبائیت نہیں ہے۔ ٹکٹ ملفوف تھا اور ہوتا بھی تو میں احتیاطاً بیرنگ بھیجتا۔ رسید لکھئے گا تاکہ اطمینان ہو۔ وقت بہت تنگ تھا فوراً دیکھ دی ایسا نہ ہو چھپنے سے رہ جائے اور آپ خفا ہو جائیں۔ انتخاب الانتخاب بھیجے گا

امیر نقیر

پیارے کوثر۔ ترکیب استعمال دوا کی معلوم ہوئی سفوف پھانک لینا آسان۔ مگر یہ عرقیات کا قدح پینا محال۔ کوئی سہل راہ نکالیے۔ غزل تو دیکھی ہوئی رکھی تھی تم نے اسوقت دیکھا اور جو شعر پسند آیا اس پر صاد کیا باقی بغیر

پھر کسی وقت دیکھونگا اور خطوط پر نظر کرکے جوبات جواب طلب ہوگی انشا اللہ اس کا جواب لکھونگا۔ گلچیں ہیں جو مجھ سے طرح کی فرمایش ہوئی تھی میں یہ مصرع لکھکر بھیجدیا ہے۔ کنی ہیرے کی نیلم میں جڑی ہے۔ جڑی کہڑی۔ قافیہ اور ہے ردیف۔ آپ کی خواہش کے موافق یہ مصرع طرح لکھدیا گیا۔ سب اعزہ و احباب تسلیم رسان ہیں فقط

امیر فقیر ۱۳ ستمبر

حکیم صاحب۔ عجیب کیفیت میں ہوں کہ دن رات میں کسی وقت آرام نہیں نہ آنکھیں کام دیتی ہیں نہ ہاتھ قابو میں ہیں سواد خط سے آپ پہچان لیجئے کہ رعشہ خط کو خراب کر رہا ہے۔ فرصت ایسی مفقود ہے کہ رات کے ۱۱ بجے تک جان نہیں چھوٹتی لغت نے مجھے مار ڈالا۔ خیر خدا خاتمہ بخیر کرے۔ عرق دیان اور عرق مکوہ کا دس تولے پینا ہی مجھے سخت دشوار ہے مگر دونوں عرق کھچوالوں تو چند سے جبر کرکے پیوں بہرکیف آپ کا احسانمند ہوں۔ یہ فرمائیے کہ حجر الیہود خالص کا سفوف ہے یا مرکب ہے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ غزل میں جلد ... دی ضروری تصرف کرکے چند شعر پیام یار کو بھیجے دیتا ہوں۔

امیر فقیر۔ ۲۵ ستمبر سنہ ۹۲ء

حکیم صاحب۔ پرسوں حبس بول کا دورہ پڑا تھا مرتے مرتے بچا آج اس قابل ہوا کہ آپ کا خط کھولا بہت افسوس ہوا کہ شاید غزل وقت پر نہ پہنچے گی مگر جلدی میں سنکر کچھ کچھ بنایا۔ خدا کرے مشاعرے تک پہنچے زیادہ لکھ نہیں سکتا کہ اور دیر ہوگی اور جلدی میں بعضے شعر بنا بھی نہ سکا

مجبوراً کاٹ دیا۔ پیشاب کی تکلیف اس وقت تک بڑھی ہوئی ہے مگر خیر چنداں نہیں ہے فقط

امیر فقیر

پیارے کوثر۔ محبت نامہ آیا ممنون فرمایا۔ مکرمی شرف الدین صاحب بیرسٹر سے جو مصالحت مقدمہ حضرت شاداب معلوم ہوئی جی خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو خوش رکھے۔ گو وہ اپنی خوشی پر خوش ہونے والوں کو ناخوش رکھیں۔ میں نے مدت سے خط و کتابت مجبور ہو کر ترک کر دی اگر کبھی ادھر سے کوئی تحریر آئے گی تو دیکھا جائے گا۔ شہباز ہماری یہاں نہیں آئے مجھے نہیں معلوم کہ عظیم آباد میں ہیں یا کلکتے چلے گئے۔ غزلیں پچھلی ہوں گی کہیں مگر اب ڈھونڈھنا اور نکالنا اٹھانا دشوار ہے کہ فرصت کہاں۔ جو کلام یہاں پہنچا وہ نذر کر دیجیے جو آپ چاہیں وہ چاہیں۔ مدفن بکسر فا لغۃً صحیح ہے موزوں کرنے کو کون منع کرتا ہے اچھا نہ معلوم ہو نہ کہیے۔ میں نے ہی کبھی نثر کہا خلد آشیاں نے موزوں کیا تھا بہت چرچا رہا مگر جیت انہیں کی تھی کہ لفظ صحیح ہے۔ چپقلش بمعنی جنگ شمشیر غیاث میں بفتح لام ہے اور اردو میں بکسر لام انبوہ کے معنوں میں ہے۔ خانہ کعبہ کا ترجمہ کعبے کا گھر بالکل مستعمل نہیں اور نہایت برا معلوم ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ ترکیب اضافی نہیں ہے ترکیب توصیفی یا بدل لا بدل منہ ہے پھر کعبے کا کا گھر کیونکر درست ہوگا۔ آپ کسی سے لڑتے نہیں اور سمجھے کہ غلط ہے ہاں معتبرین کے کلام میں نکلے تو خیر۔ اگر کوئی آپ سے پوچھتا ہے تو سمجھا دیجئے۔ کہ یہ تو یہ خیال ہے پھر وہ نا دیانت کرے تو چپ ہو رہیے لغت کا کام ہوتا ہے مگر سستی ہے۔ گرمی کی وہ شدت ہے کہ معاذ اللہ

حکیم صاحب دل کے بڑہانیوالے اگلی صحبتوں کے یاد دلانے والے خطوط آپ کے کم آتے ہیں اور جی چاہتا ہے کہ زیادہ آئیں بشرطیکہ غزلیں ان میں نہوں سب عزیز و اطفال ما دجب رساں ہیں۔

پیارے کوثر۔ ارحم الراحمین بطفیل ساقی کوثر تم کو دونوں جہان میں جام مراد سے سیراب کرے۔ محبت نامہ آیا تاخیر جواب سے منفعل ہوں۔ موانع و مکروہات اسقدر ہیں کہ لکھ نہیں سکتا۔ اسوقت چند شعر خود دیکھے اور باقی دوسرے سے سنے بارک اللہ فی عمرکم واقبالکم۔ ممتاز احمد کے پاؤں سید ہا ہونے کا علاج ہو رہا تھا نمک اور مسکے کی مالش ہوتی تھی جراح نے دو دن موم باندہ دیا تمام ران میں پھوڑے پڑ دانے نکلکر کچہ مرجھا گئے اور پانچ چہ پھوڑے ہو گئے اب ان کا علاج ہو رہا ہے۔ خدا رحم فرمائے۔ عسرِ بول کے باب میں جو ہدایات آپ نے کی ہیں واقع میں اب تک ان پر کاربند ہونے کا اتفاق نہیں ہوا کچہ میری کاہلی کو بھی اس میں دخل ہے اور کچہ یہ بات ہے کہ بار بار نئی شکایات پیدا ہو جاتی ہیں کہ ان کے تدارک میں مصروف ہو جاتا ہوں چنانچہ ایک مہینے سے نیچے اوپر کی داڑہیں اسقدر دکھتی ہیں کہ آنکھ اور کان اور سر کا درد تڑپا یا کرتا ہے ہلتی ہیں مگر نکلتی نہیں اور عمل نبوری کی جرات نہیں پڑتی معہذا لوگ کہتے ہیں کہ اوپر کی داڑہ نکلوانے میں آنکھ پر صدمہ پہنچے گا۔ الغرض جتنے دن باقی ہیں ان میں راحت کی امید نہیں۔ خداوند تعالیٰ خاتمہ بخیر کرے اور دار الراحت میں آرام دے۔ آنکھوں کی تکلیف اس زمانہ میں خود بخود کم ہے۔ تر پہلے سے کبھی کبھی آنکھیں دہوتا ہوں اور اطریفل کا بھی استعمال کر لیتا ہوں۔

میر بشارت حسین صاحب رئیس صاحب گنج کے انتقال رحلت سے سخت صدمہ ہوا۔ اس محسن کا نعم البدل خداوند تعالیٰ آپ کو دے۔ دنیا عجب دار حوادث ہی ملاح سے اب تک ایسے ایسے نامور اٹھ گئے ہیں کہ ان کے داغ فراق ایک کے صدمے کو دل ہی جانتا ہے۔ ممکن ہوا تو تمہ غزل سابق کسی وقت نکلوا کر دیکھونگا۔ ممالک نزدیک و دور سے کلام اس کثرت سے آتا ہے کہ میرا دل چھوٹ جاتا ہے طاقت وفا نہیں کرتی۔ فرصت ملتی نہیں دنیا بھر سے شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ سب عزیز و احباب و اہل دفتر خصوصاً آہ و جلیل تسلیم عرض کرتے ہیں۔

امیر فقیر۔ ۲۶۔ مئی سنہ ۹۲ء

ریاست رام پور ہیلکمنڈ ۲۹۔ اکتوبر سنہ ۹۲ء

پیارے کوثر۔ سلام و دعا کے بعد مدعا نگار ہوں کہ ۲۲۔ اکتوبر کا لکھا ہوا محبت نامہ اپنے وقت پر مجھے پہونچا تھا۔ مگر بیزاری طبیعت سے جواب نہ دیسکا عفو کا خواستگار ہوں۔ سفوف حجر الیہود میرے ایک دوست حکیم محمد قیام الدین صاحب نے جو کئی مہینے سے اس دفتر میں رونق افروز ہیں عرب میں تیار کیا ہے آپ کے سفوف تمام شدہ کی جگہ اس کا استعمال کرونگا۔ حکیم صاحب موصوف میرے تغیر حالات کو رات دن دیکھتے ہیں اور ماشاء اللہ ذہین اور ذی استعداد ہیں۔ اس سفوف کو شربت بزوری اور بعض مدرات کے ساتھ استعمال کو تجویز کرتے ہیں چندے اس کا استعمال ہی کرلوں شاید اسی کو شافی مطلق نفع دے۔ میں جہانتک خیال کرتا ہوں جس عمر یوں زیادہ آپ وقت ہوتا ہے جب اعضا فضول سے پاک نہیں ہوتے اور ریاح محتبس ہوتی ہیں

ایسے مسہلہ و ملینہ کا استعمال کرتا ہوں اور تلین سے اجابت
ہوتی ہے تو سوزش مدفع براز کی طرف دیر تک رہتی ہے اور بار بار قلیل اجابت ہوا
کرتی ہے۔ فراغ نہیں ہوتا اور یہ امور اور زیادہ مانع ادرار ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی
دوا ایسی مل جائے جو میں شب کو استعمال کروں اور صبح کو آسانی سے
ما فی الامعا مقوم فضول دفع ہو جایا کریں اور ریاح بخوبی منکسر ہوں تو مجھے توی
امید ہے کہ ادرار کی تکلیفیں ضرور کم ہو جائیں مگر مجھے ایسی دوا نہ یونانی ملتی ہے نہ
ڈاکٹری میں کبھی کبھی اسپغول و تخم ریحان وغیرہ مزلقات سے کچھ کارروائی
ہوتی مگر ان چیزوں کے التزام سے اور خرابیاں ہوتی ہیں جن کو آپ خود جانتے
ہیں۔ آپ بھی بہت سوچکر اپنی حذاقت رائے سے کام لیں اگر مقصود کے موافق کوئی
نسخہ ترکیب پا سکے تو کیا کہنا۔ مگر جلد بھیجئے گا۔ ذرا ایسا نہ ہو کہ بنوانے میں بکھیڑا
بہت ہو۔ بازاری اطریفل کا بھی استعمال بہت کیا۔ خود اس لئے نہیں بنوایا
کہ نسخے مختلف ہیں طبیعت کو یکسوئی نہیں ہوتی معہذا کم سے کم ایک چلّے کے
بعد اس کا استعمال چاہئے یہاں اب ضرورت شدید ہے۔ آپ کے قصد
وطن سے بہت جی خوش ہوا خداوند تعالیٰ آپ کو خیر و عافیت سے لائے
میں آرزو کرتا ہوں کہ آپ وطن سے مجھ دیدار طلب کے دیکھنے کو رام پور
ہی تشریف لائیں۔ خدا کے لیے اب کے ایسا نہ کیجئے گا کہ میں منتظر رہوں۔ خواجہ
حمید بیان صاحب کی خدمت میں حصۂ اول امیر اللغات کا بھیجدیا۔ گھڑنا اور
گھڑھنا دونوں صحیح ہیں مگر گڑھنا شعرا کے کلام میں نہیں پایا۔ فصحائے لکھنو
گھڑنا کو ترجیح دیتے ہیں۔ رشک مرحوم نے جب گڑھی نہیں اور چڑھی بہنا

طرح کی تھی تو مجھے یاد آتا ہے کہ شعرا نے گڑھی نہیں بھی ان معنوں میں کہا تھا ناسخ مرحوم کا شعر یہ ہے ؎

ڈھالی ہوے ہیں سانچے میں تیرے بدن کی طرح ہرگز سنار نے ترے زیور گھڑے نہیں

اور گھڑے بمعنی تنہا البتہ میں نے لکھنؤ میں فصحا سے نہیں سنا اور کلام میں بھی نہیں دیکھا۔ موتی کی لڑی کی سند آپ نے ایسی دی ہے کہ اب میں انہیں کچھ کلام نہیں کر سکتا جنہوں نے مجھکو منع کیا تھا جب انہیں کے یہاں موجود ہے تو مجھے کیا تامل ہو سکتا ہے۔ محمد احمد آپ کی مہربانی کے شکرگزار ہیں مولوی کریم رضا صاحب کا خط ان کو پہنچا اور بہت خوش ہوے۔ مولوی صاحب کا پتا ٹھیک ٹھیک لکھ بھیجئے تو اسی ذریعے سے ان سے خط و کتابت کریں۔ ریاض نے ایک ناتمام سی غزل اپنی بھیجی تھی اور لکھا تھا کہ اور شعر کہکے بھیجونگا پھر کوئی خط نہیں آیا۔ وسیم کا حال مطلق نہیں معلوم کہاں ہیں جلیل اور آہ اور سب اہل دفتر اور بندہ زادگان ابجد اصغر ما وجب گزار ہیں فقط

امیر فقیر عفا عنہ۔ بقلم دیگرے۔

۱۰۔ فروری ۱۸۹۳ء

پیارے کوثر میں آپ کو خیرآباد خط لکھکر بہت خوش ہوا تھا کہ اب کے بار میری آرزو ضرور پوری ہو گی مگر افسوس کہ دل کی حسرت دل ہی میں رہ گئی مصارف کی نسبت تو اگر آپ مجھے اطلاع دیتے تو میں بکمال طیب خاطر فوراً بھیجتا مگر آپ کا تکلف کب اس کی اجازت دیتا تھا۔ امید وصال تو بعمر دگر افتاد۔ اوائل دسمبر میں یاد نہیں کون سی غزل آئی تھی، دفتر میں

تلاش کراؤنگا مِلجائے گی تو انشاءاللہ کسی وقت ملا کر بھیجونگا۔ یہ غزلیں جواب آپنے
بھیجیں باوجود تغیر حالات اور کمزوری طبیعت کے دیکھکر بقدر ضرورت بنائیں
مشق آپ کی بعنایت الٰہی بہت بڑھی ہوئی ہے غزلیں قصیدوں سے کم نہیں
ہوتیں اور ہر قسم کے مضامین ہوا کرتے ہیں، مگر افسوس ہے کہ جیسے کی صحبت میں
چندے آپ کا ہونا خصوصاً اس ہیچمدان سے صحبت رہنا نہیں ہوتا اگر کسر ہے
تو اسیقدر ہے مجھے کسی دوا سے کچھ مطلق فائدہ نہوا اگر آپ کسی نسخے کی ترتیب
ایسی دیں جو کاسر ریاح ہونے کے ساتھ شب کو کھا لینے سے ما فی الامعاء
فضول کو بغیر تلیین کے آسانی سے دفع کردیا کرے تو امید ہے کہ تکلیف گھٹ جائے
عسر بول، قبض و غلبہ ریاح کے وقت زیادہ ہوتا ہے اور تلیین سے جب اجابت ہوتی ہے
تو اور زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ محاورات و لغات کی تحقیق کے واسطے مخزن المحاورات
اور گلشن فیض کسی قدر مفید ضرور ہیں مگر غیر محقق کو دھوکا دینے میں بھی یہ کتابیں استاد
ہیں۔ دعا کیجیے کہ امیراللغات مکمل ہوجائے تو خدا سے امید ہے کہ وہ اِن سب سے
مستغنی کردے گا۔ دوسرا حصہ چھپ رہا ہے مارچ میں انشاءاللہ شائع ہونے کی
امید ہے۔ اس زمانے میں نورِ چشم خورشید احمد کا عقد کاکوری میں قرار پایا
تھا۔ میں اپنے مرض کی وجہ سے جا نہیں سکا چند اعزہ یہاں سے ان کے ساتھ
گئے تھے، عقد سے فراغت ہوگئی، آج کل میں خورشید احمد آنے والے
ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپنے خیرآباد سے خط نہ لکھا۔ لکھا تو اتنے دنوں کے
بعد اب لکھا۔ میں آپ کی عدم ادراک خیریت سے متردد ہوجاتا ہوں خط تو
ضرور لکھا کیجیے کہ نگرانی نہ رہا کرے۔ سب عزیز و احباب خصوصاً ممتاز اور

جلیل ماہوجب رسال ہیں۔ رسید ضرور لکھئے گا۔

امیر فقیر

پیارے کوثر ملفوف کاغذ میں لکھوا کر بھیجتا ہوں اس کو آپ دیکھکر اپنے مراسم کے موافق احمد علی خانصاحب منصور آبادی کو جلد لکھکر بھیجدیں۔ اور کوئی دقیقہ کاربرآری کا فروگذاشت نکریں۔ مجھے مجھی جلیل سے سخت انفعال ہے اور ان کی کامیابی کا نہایت ہی خیال ہے۔ افسوس ہے کہ میں خواہش رکھنے دکی وجہ سے سفر نہ کرسکا ورنہ ضرور دعدہ ان سے وفی کرتا اور بسبب اس کے کہ جلیل کو ذکر سے علیحدہ ہونے دینا مجھے پسند نہیں اور ان کے والد درویش صفت ضعیف نہ دنیا کے تعلقات سے کار و مکان پر ہیں ان سے کوئی دنیاوی کارروائی ہو نہیں سکتی۔ بلکہ وہ خود پیرانہ سالی سے ایک دل سوز خدمت گزار کے محتاج ہیں ان وجوہ سے جلیل دور جانا نہیں چاہتے ہیں۔ ورنہ دکن میں ان کا نوکر ہونا ممکن تھا۔ آدمی یہ ایسے اچھے ہیں کہ جہاں ہوں وہاں اسلامی برکات پہنچیں ہیں ان کی علحدگی کو اپنی بدقسمتی جانتا ہوں مگر مجبوری گوارا کرتا ہوں بشرطیکہ ای جوار یعنی قرب وطن میں ان کی بسر اوقات کی صورت نکلے۔ چونکہ مجھے خوب معلوم ہے کہ اس جوار میں عموماً لوگ تمہارے معتقد ہیں اور خصوصاً احمد علی خانصاحب کو بہت ہی تمہارا لحاظ ہے تم تہ دل سے کوشش کروگے تو حضرت جلیل کامیاب ہوجائیں گے۔ لہذا بہت ہی اصرار سے لکھتا ہوں کہ سرگرم حاجت روائی ہوجئے۔ زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں آپ خود مجمع اوصاف حمیدہ ہیں۔ اللہ آپ کی عمر دراز کرے اور اقبال بڑھائے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ میرا حال

بدستور اور ممتاز احمد کو امید اندمال زخم تو قوی ہے مگر ہنوز رنجور و معذور رہتے اور عزیز بھی گاہ گاہ بیمار ہوجاتے ہیں۔ آجکل پریشانیاں بڑھی ہوئی ہیں خدا رحم فرمائے۔ میں بہت منتظر ہونگا کہ کب آپ لے محمد علی خانصاحب کا خط مشعر طلب جلیں ہیجیں گے تعمیل و تکمیل کے ساتھ کوشش کیجئے۔ سب اطفال واہل دفتر خصوصاً جلیل و آوسلمہا اللہ ما وجب سلام ہیں۔ دلنواز ا اسوقت ڈاک سے ایک تھیلی مجھے پہنچی جس کے منہ پر فقط ایک ڈورا لپٹا ہوا تھا اور ڈورے پر ڈاک کی مہر بھی نہ تھی شاید دھوکے سے یوں ہی روانہ ہوگئی اب آپ کا خط آنے تو طریق استعمال معلوم ہو اطمینان کے واسطے یہ دو سطریں بطور رسید لکھدیں فقط

امیر فقیر۔ ۵ فروری ۱۸۹۲ء

پیارے کوثر۔ مجھے بیماریاں و بیمارداریاں خصوصاً اور مکروہات دنیاوی عموماً نہیں چھوڑتے کہ میں احباب سے سرخرو ہوں تم بھی میرا قصور معاف کردو۔ افسوس کہ طرح گلچیں گزشتہ جسدن آئی اس دن خیال ہوا کہ ضرور دیکھکر بھیجونگا، پھر ایسے حالات ہیں کہ آج تمہارے لکھنے پر غزل کا آنا یاد آیا، عذرخواہ ہوں اور اس غزل کو اسی وقت دیکھکر بھیجتا ہوں، کتاب لغت کی بدولت زیرباری حد سے بڑی ہوئی ہے خدا رحم فرمائے پیشاب کا مرض سخت مکلف ہے چوکی پر جاتے جاتے پاؤں تھک جاتے ہیں اور ہر بار رک کر ہوتا ہے۔ دیر ہوتی ہے تو عسر بول بڑھ جاتا ہے۔ آنکھوں کو جب سے روک لگا ہے تب سے لکھنا اور کتاب دیکھنا گویا چھوٹ

ہی گیا ہے۔ دوسرے کی محتاجی اور زیادہ تکلیف ہے اور اکثر ہرج بھی ہوتا ہے۔ اب یہ دو سطریں لکھیں اور انگیس ڈبڈبا آئیں کروانے لگیں بصارت میں بھی کمی ہونے لگی سب احباب سلام کہتے ہیں اور اطفال تسلیم رساں ہیں۔ پیارے کوثر پچھلی غزلوں کے شعر کچھ بنے ہیں خدا کرے دیکھ لوں تو بھیجوں۔

تمہاری سچی محبت کا منت پذیر

امیر فقیر۔ ۲۔ اگست ۱۸۹۵ء

پیارے کوثر۔ کئی روز ہوئے ایک کارڈ لکھ چکا ہوں اس کے جواب کا انتظار ہے مجھکو نہ فرصت اور اطمینان نہیں کہ آپ کے خطوط کی جملہ مراتب پر نظر کروں اور ہر ایک بات کا جواب لکھواؤں۔ غزل آج دیکھ لی بھیجتا ہوں آپ صاف کر کے گلچیں میں بھیجئے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ پریشانیاں بڑی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے جلیل واہ۔ تسلیم رساں ہیں۔

امیر فقیر۔ ۲۰۔ اگست ۱۸۹۵ء

پیارے عابد۔ سلام و دعا کے بعد معلوم ہو کہ کارڈ آیا مع الخیر وطن آنا اور عزیزان وطن کو بخیریت پانا مبارک ہو میری طبیعت روز بروز بگڑتی ہی جاتی ہے نہ سہولیت ادرار کو کوئی دوا مفید ہوتی ہے نہ ریاح باسوری کا غلبہ اور بار بار تلین ہو ناموقوف ہوتا ہے اور یہی تلین اور حبس ریاح ہی زیادہ علت حبس بول کے معلوم ہوتی ہیں۔ اکثر تجربہ ہوا ہے کہ جب اجابت صالح القوام باسانی اکبارگی ہو جاتی ہے اور ریاح بلا تکلف گردش کرتی ہیں اور منکسر ہوتی ہیں تو ادرار میں سہولت ہوتی ہے حاجت ادرار تو بار بار اس حالت میں بھی ہوتی ہے مگر

پیشاب رکتا نہیں ہے۔ ایسی دوا نہیں ملتی کہ شب کو سوتے وقت استعمال کروں اور صبح کو فضول مقوم بلا انتظار آسانی سے دفع ہو جائیں اور ریاح نہ ستائیں اور ادرار میں دشواری ہو تو آپ بھی اپنی حذاقت رائے سے کام لیں۔ حکیم صاحب گیا کے سفر سے پہلے اب کے بار دو چار دن کے لیے آپ رامپور کو ضرور آئیں اور اپنے دیدار فرحت آثار سے مسرور کریں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو مجھے نہایت حسرت رہے گی اور ملال ہوگا۔ لکھنو ہو کر آنا ہو تو عطر دانوں کی شیشیاں اور چار شیشیاں قارورے کی بڑے منہ کی پاٹی نالے سے لیتے آئیگا۔ سب عزیز و دوست ماوجب رساں ہیں۔ مولانا مولوی محمد عبدالحق صاحب کی خدمت میں سلام وشوق اور نیازمندانہ شکایت عدم یاد فرمائی اور سب احباب کو ماہلیق

امیر فقیر ۱۱۔ دسمبر ۱۸۹۲ء

ریاست رام پور

۱۲۔ اپریل ۱۸۹۳ء

محبی و شفیقی زاد عنایتکم۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ آپکا محبت نامہ ۲۳۔ فروری کا لکھا ہوا آیا تھا۔ مجھے کثرت افکار و آلام سے جواب لکھنے کا موقع نہیں ملا۔ ۲۴۔ شعبان کو جو واقعہ روح فرسا ہوا ہے۔ اس نے اور بھی دل کو چور کر دیا اور وہ واقعہ یہ ہے کہ عروس نور چشم محمد احمد نے سختی ولادت دختر مردہ سے رحلت کی تدبیر اور علاج میں اپنے امکان بھر کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رہا۔ مگر مشیت الٰہی میں کیا دخل۔ میری طبیعت یوں ہی کبھی صحیح نہیں رہتی اور ان صدمات سے کچھ اور ہی حالت ہو گئی ہے۔ شعر اور سخن کا

کا مشغلہ قطعی ترک ہو گیا بلکہ اس کے ذکر سے نفرت ہوتی ہے۔ دعا یہی ہے کہ
اللہ تعالیٰ خاتمہ بخیر کرے۔ آپ سے مجکو بہت ہی ندامت ہے کہ باوجود آپ
کی محبت اور خصوصیت کے میری طرف سے خدمت گزاری میں نہایت
کمی ہوتی ہے بلکہ ہوتی ہی نہیں۔ چند غزلیں جو آخر میں آئیں ان میں ایک
گیا کے مشاعرے کی ہے دوسری گلچیں کی طرح پر۔ گیا کا مشاعرہ تو اب ہو
ہی گیا ہوگا۔ گلچیں میں البتہ وقت باقی ہے۔ اسی نظر سے میں نے گلچیں کی غزل
دیکھی اور دیکھی کیا پڑھوا کر ایک جلسے میں سنی چونکہ اس کے ساتھ وہ دوسری
غزل بھی تھی لہٰذا دونوں کو بھیجتا ہوں اصلاحی کو صاف کر کے گلچیں میں بھیجے
اور غیر اصلاحی کو اور وقت پر اٹھا رکھیئے۔ جہاں اور بہت سی غزلیں دیکھنے کو
باقی ہیں وہاں ایک یہ بھی سہی۔ آپ سے میں اپنی کم خدمتی کی معافی چاہتا ہوں
یہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت اور اطمینان عطا فرمائے کہ آپکا بقیہ کلام
دلجمعی کے ساتھ دیکھ سکوں۔ آپ کے خط کا پورا جواب اس وقت لکھ نہیں
سکتا۔ طبیعت کو ذرا سکون ہو لے تو اس کو غور سے دیکھکر ایک ایک
بات کا جواب لکھوں۔ نورچشم ممتاز علی اور جلیل بہت بہت تسلیم کہتے ہیں
اور سب اطفال ما وجب رساں ہیں۔

امیر الفقیر عفی عنہ

رام پور۔ ۱۹ مئی ۱۸۹۳ء

مجبی و مشفقی زاد لطفکم۔ بعد سلام مسنون اخلاص و دعا شوق کے
مدعا نگار ہوں کہ آپ کا محبت نامہ آیا واقعہ جگر گداز رحلت برادر زادہ

اصغر سجاد برادرزادوں کی سنکر وہ صدمہ اٹھایا کہ اس کو دل ہی جانتا ہے۔ ہائے ان
دونوں کی عمریں ابھی کیا تھیں اور دنیا میں آکر انھوں نے ابھی کیا دیکھا تھا۔
میرا ستم رسیدہ دل تو اس تصور سے پاش پاش ہوا جاتا ہے کہ ان کے
ماں باپ اور آپ کی کیا حالت ہوگی۔ مگر خدا کی مشیت میں سوا صبر و شکر
کے بندے کو کیا دخل ہے۔ آپ خدا کی عنایت سے خود فہیم آدمی ہیں مجھے
صبر کے باب میں زیادہ سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کچھ عجب وقت آگیا ہے
عزیز ہوں یا احباب کسی کی طرف سے کبھی خوشی کی بات سننے میں نہیں
آتی۔ سوانح اور واقعات روح فرسا سے یہ حالت ہے کہ اب دنیا سے
دل سیر ہو گیا ہے کسی چیز اور کسی بات میں دلچسپی نہیں رہی آٹھ پہر یہی دعا ہے
کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ بخیر کرے۔ آپ کی ناسازی طبیعت سے الگ تردد
ہے۔ خدا کرے یہ شکایت جلد دفع ہو جائے۔ امید کہ مژدۂ صحت سے
مطمئن و مسرور کرنے میں دیر نہ کیجئے۔ میری حالت بدستور ہے نہ بیماریوں
اور بیمارداریوں سے فرصت ہوتی ہے نہ آئے دن کے صدمات سے
نجات ملتی ہے۔ باوجود اس بےچینی و معذوری کے غزل و رباعیاں لکھ کر آپ
کی دیکھکر بھیجتا ہوں۔ غزل میں شعر کثرت سے ہیں آپ انتخاب کر کے
اچھے اچھے شعر مشاعرے میں پڑھیں۔ خنجر کا دونا ہونا صحیح ہے۔ سب بندہ زادے
ماوجب گزار ہیں اور نور چشم آہ و جلیل تسلیم کہتے ہیں۔ غزل کی رسید
اور اپنی خیریت بہت جلد لکھئے گا۔

امیر مینائی

رامپور - ۹ - اگست سنہ ۹۳ء

مجی و مشفقی زاد عنایتکم ۔ سلام مسنون اخلاص مع دعا مشحون ۔ آپکا محبت نامہ مرقومہ ۱۸ رجولائی آیا تھا میں سخت نادم ہوں کہ نہ آپ کی غزل دیکھ سکا نہ خط کا جواب لکھ سکا ۔ کیا کروں بیمارداریوں سے تو نجات ہی نہیں ہوتی اب بھی بعض اعزہ سخت بیمار ہیں ۔ جن کی بیماری بہت ہی تکلیف دہ ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے ۔ عجب اتفاق ہے کہ میری طرح آپ کو بھی کاہشوں کی فراغت نہیں ہوتی ۔ آپ کے بھائی کی بی بی کا دو معصومہ لڑکیوں کو چھوڑ کر رحلت کر جانا بڑے صدمہ کی بات ہے خداوند کریم ان غریب لڑکیوں کی حالت پر رحم کرے اور آپ کو مصائب اور آلام سے نجات دے غزل دیکھکر وقت پر نہ بھیج سکنے کی آپ سے معافی چاہتا ہوں اب ذرا اطمینان ہولے تو اس کو نکلوا کر دیکھوں ۔ آپ نے جواہر اللغات کو شروع سے آخر تک دیکھا اور اسکی بعض فروگذاشتوں سے مجکو مطلع کیا میں اس کا شکر گذار ہوں ۔ بے شک کاتب نے غلطی کی اور تصحیح کرنیوالے بھی چوک گئے جو مکس کے شعر میں بچھوا کی جگہ پہنچا چھپ گیا ۔ اچھا اچھا کی مثال میں تجلی کا شعر بیشک بہت مناسب اور اچھا تھا مگر اول تو تجلی مستند استادوں میں نہیں ہیں دوسرے آجتک ان کا کلام لغت میں دیا نہیں گیا "ایک تنکے کا شرمندہ نہ ہونا" میں نظیر کا شعر ضرور دیا جاتا اگر پہلے سے ملتا اتفاق کی بات ہے کہ استقرار سے یہ شعر رہ گیا "ادیر ہونا" فصل الف مع الواو میں لکھا گیا ہے آپ کی نظر اس پر نہیں پڑی ۔ اب ملاحظہ کر لیجئے ۔ حصہ سوم کی ترتیب ہو رہی ہے

قصیدہ کرب کا حرف ماسی حصہ میں تمام کر دیا جائے اگرچہ اس حرف میں بھی بڑی وسعت معلوم ہوئی ہے مگر یہاں حتی الامکان اختصار پر نظر ہے۔ عزیزی ممتاز علی صاحب اپنے ماموں حافظ محمد محمود علی صاحب کے سخت بیمار ہو جانے سے وطن گئے ہوئے ہیں۔ حافظ صاحب کا مرض نہایت خوفناک ہے حالت زار ہے۔ خداوند تعالیٰ صحیح کر دے۔ فرزندان فقیر سلام رساں ہیں۔ ارباب وفا خصوصاً جلیل تسلیم کہتے ہیں۔ مکرر۔ منجملہ اور مریضوں کے ایک نور چشم ممتاز احمد ہے جس کے پاؤں کا زخم کھلکر پھر آلا ہو گیا ہے۔ تپ میں ہر وقت چور رہتا ہے انصاف کرنا چاہیے کہ ایسے میں مجھ سے کیا ہو سکتا ہے۔ کسی گلدستہ میں تازہ چھپی ہوئی میری غزل دیکھئے تو یہ خیال نہ فرمائیے کہ میری حال کی شاعری ہے۔

امیر فقیر

رامپور۔ ۳۰۔ نومبر سنہ ۹۳ء

محبی و شفیقی زاد عنایتکم۔ سلام مسنون دعا و اخلاص مشحون۔ میں آپ سے اپنے قصور کی معافی چاہتا ہوں کہ آپ کے اکثر مہربانی نامے آئے اور میں کسی کا جواب نہ دے سکا۔ میری معذوریوں کی اب کوئی حد نہیں رہی جس بول کے دورے جلد جلد پڑتے ہیں آٹھ روز ہوئے آج ہی کے دن سخت دورہ پڑا تھا دو مرتبہ قاثاطیر کی نوبت آئی خون کئی روز تک آیا کیا۔ اب تک بے چینی رہی ہوئی ہے ہر وقت دھڑکا رہتا ہے کہ اب پیشاب بند ہوا۔ اللہ اللہ کرنے کے سوا اب میں کسی کام کا نہیں رہا۔ خداوند کریم خاتمہ بخیر کرے۔ نور چشم محمد احمد اور برخوردار لیاقت حسین مہینے ڈیڑھ مہینے سے صاحب فراش ہو رہے ہیں لیاقت حسین

کی حالت بہت ہی خراب ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور صحت دے۔ بڑی مشکل سے یہ غزل آپ کی فکر میں نے بنائی۔ شعر اس کثرت سے اور اس تنگی کے ساتھ آپ لکھتے ہیں کہ کہیں اصلاح دینے اور وجوہ لکھنے کی جگہ نہیں ملتی مجبوراً وجوہ قلم انداز ہوتی ہیں۔ آپ کی غزل دیکھنے میں جو دیر ہو جایا کرتی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ آپ کی غزل طویل بہت ہوتی ہے۔ جو کچھ آپ کہتے ہیں سب لکھ دیتے ہیں انتخاب نہیں کرتے۔ میرے نزدیک مناسب ہے کہ آپ کم کر کے لغو اور لچر شعر منتخب کر لیا کریں۔ تاکہ مجھے بھی آسانی ہو۔ ریاض، آغا، جلیل وغیرہ میں کوئی بیس شعر سے زیادہ کی غزل کبھی نہیں پیش کرتے حالانکہ کہتے ہیں بہت۔ زیادہ پریشانیوں کے سوا اور کیا لکھوں۔ امید کہ آپ مجھ سے ناخوش نہ ہوں اور خیر و عافیت مزاج سے ہمیشہ مطلع کرتے رہیں۔ نورچشمان سعادت نشان اور عزیزان جلیل و آغا تسلیم کہتے ہیں۔

۶

امیر فقیر

رام پور ۔ ۹ مارچ ۱۹۰۰ء

مجی حکیم صاحب۔ سلام مسنون دعا مشحون۔ مہربانی نامے نے پہنچ کر شکرگزار بنایا۔ آمد کی سن کے وقت تو خوش کر وقت ناخوش کر دی یا اب تک آپ کا نا آنا معلوم ہونا سخت افسوس کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حسب دلخواہ کامیاب فرمائے۔ یہ داعی خیر دعا سے کسی وقت غافل نہیں ہوتا تا پسند آ لکھنے معنی ہیں اگلی زبان ہے اب میرے نزدیک بھی مستحسن نہیں ہیں ہی کی جگہ بول چال میں چاہے آجاتا ہو مگر کسی معتبر کلام میں اس کی

نظر سے نہیں گزرا۔ حکم اس کو استعمال کا نہیں دیا جا سکتا۔ حضرت امیر مرحوم کی نظر سے آپ کے شعر میں نہیں معلوم کیونکر رہ گیا۔ اور میں نے بھی اسے دیکھا ہی ہو گا اپنے سہو نظر کے اور کیا کہا جائے۔ انکھڑیاں چشم معشوق کے لیے مخصوص ہی اور یہ لفظ مجھے پسند ہی۔ بدنا لفظ نہیں ہی۔ بدھنا ہی اور سرایت کرنے کے معنی میں مستعمل ہی۔ صبا ؎

خو جسکا کہ وہ عشق جنوں زا دل میں ۔۔۔ بدھ گیا ہی نمکیں حسن کا سودا دل میں

ایجاد مذکر ہی سند کے شعر ذیل میں دیکھیے۔ آج کل اس لفظ کی تذکیر و تانیث میں بحث چھڑی ہوئی ہی اخباروں میں مضامین دیکھے جاتے ہیں اور جا بجا سے میرے پاس استفتے آتے ہیں۔ سنا جاتا ہی کہ نواب مرزا خاں صاحب داغ کا قول ہی کہ دلی میں مونث ہی مگر کلام میں کہیں مونث کا پتا نہیں چلتا۔ اگر ایک معتبر شاعر نے بھی مونث کہا ہوتا تو کہا جاتا کہ مختلف فیہ ہی اور بغیر کلام کیے ہوئے کہیں کہیں بول چال میں ہونا کافی ثبوت ہی۔ نسیم دہلوی ؎

جبر آیا ہے سونے کو مبارکباد مرگ ۔۔۔ یہ نیالہ ایجاد ہی میرے ستم ایجاد کا

میر ؎

یہ تازہ لگا ہونے ایجاد گلستاں میں ۔۔۔ رانوں کو لگا رہنے صیاد گلستاں میں

اگرچہ اس شعر میں ایجاد کا لفظ جس صورت میں آیا ہی وہ سند کے لیے پوری طور سے کافی نہیں ہو سکتا۔ مگر دیوان میں اسی طرح چھپا ہی اور ثقات کو اسی طرح پڑھتے سنا ہی۔ فاضل لکھنوی ؎

ایسی یکتائی کہاں کیسی جمع بے سر چہرہ و کل ۔۔۔ عالم ایجاد میں ہو سیکڑوں ایجاد میں

دشنام زیادہ مونث ہی مگر ظفر نے ایک جگہ مذکر کہا ہی فلہذا مختلف فیہ کہا جا سکتا ہی

ناسخ ؎

کسی نے جو حیدر کو دشنام دی — تو گویا پیمبر کو دشنام دی

دل ؎

بارہا میں گیا ہوں نزد امام — کبھی مجکو نہ دی کوئی دشنام

ظفر ؎

ہم کو پوشیدہ ہیں پیغام کسو کے آتے — خط پہ خط روز ہیں سب نے نام کسو کے آتے
ہوس بوسہ اگر کھینچ نہ لاتی ہم کو — کاہیکو سننے کو دشنام کسو کے آتے

سب بندہ زادے اور جلیل حسن بالتخصیص تسلیم گزار و سپاس گزار ہیں۔

امیر فقیر

پیارے کوثر، محبت نامہ آیا غزلیں بھی پہنچیں۔ محنت کی تو نوبت فرصت خط و قت خیر جس نظر سے دیکھ سکا فوراً دیکھ لیں اور اب بھیجتا ہوں۔ سفوف حجر الیہود کا استعمال آٹھ دس دن سے ہوتا ہی ابھی تو کوئی نتیجہ اس کا معلوم نہیں ہوا۔ آئندہ خدا سے امید ہی کہ نفع ہو۔ مشاعرہ کی غزل میں نے فوراً دیکھکر بھیجی مگر افسوس ہی کہ اس وقت تک آپ کے پاس نہیں پہنچی معلوم نہیں آپ نے بطور خود انتخاب کرکے غزل پڑھی یا شرکت سے کنارہ کیا۔ [illegible] تب جو غزل میں نے لکھی اس کے کچھ شعر منتخب کرکے ایک عمدہ ذریعہ سے دیکھنے دکن کو بھیجے ملاحظہ ہوے اور پسند بھی ہوے۔ داغ صاحب [illegible] مجھے تعجب نہیں ہیں نے دیکھیں میری غزل انہوں نے مانگی تھی [illegible] اس کے بعد.

بھی کچھ شعر میں نے کہے۔ آپ کے اس دو غزلے میں بعض شعر مجھ سے متوارد ہو گئے ہیں تو جو دو ایک شعر میرے اختیار سے باہر ہو چکے تھے وہ بمجبوری تمہارے یہاں سے نکال ڈالے اور جن اشعار نے شہرت نہیں پائی تھی ان کو اپنے یہاں سے نکال ڈالا۔ گلچیں کی دھوم دھام سنکر جی چاہتا ہے کہ محنت کیجائے مگر نہ دل و دماغ میں طاقت نہ مکروہات سے فرصت نہ صحت بمجبوری یہی شعر جو موزوں ہوئے ہیں بھیجدونگا۔ مجھے بڑی خوشی یہ ہے کہ گو میری غزل سست ہے مگر میرے عزیزوں دوستوں کی غزلیں تو اچھی نکلیں گی جلیل و آہ نے بہت اچھے اچھے شعر کہے ہیں اور آپ نے تو دریا بہا دئیے ہیں۔ ریاض نے بھی ایک غزل بھیجی تھی اور لکھا تھا کہ ناتمام ہے اور بھیجونگا۔ واقع میں یہ پرچہ اچھا نکلیگا۔ خدا کرے کاغذ و خط بھی اچھا ہو۔ زیادہ اسوقت کچھ لکھوا نہیں سکتا آپ اپنی غزل منتخب کر کے گلدستے میں دیجئیگا۔

امیر فقیر

پیارے کوثر۔ میں اس زمانے میں اپنے امراض و اعراض کی شدت سے بہت ہی بے چین ہوں کوئی کام حتیٰ کہ دوسرے کے ہاتھ سے خط لکھوا دینا بھی مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ صبح سے نصف شب تک گویا چوکی ہی پر بیٹھ کر بسر ہوتی ہے۔ پانچ سات منٹ سے زیادہ توقف نہیں ہو سکتا سفوف حجر الیہود کی نسبت میں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ یہ صرف حجر الیہود ہی یا اور کسی چیز سے ترکیب دی گئی ہے۔ اس کے جواب کا منتظر ہوں جو ق نماند سانہ تیار ہو گئے ہیں۔ انشاء اللہ کل پرسوں سے شروع کروں گا

اس زمانے میں کچھ فضول امعا جمع ہوگئی تھی ان کے واسطے اجزائے انگلینڈ کا استعمال کیا کہ شاید یہی علت مزید عسر بول ہو۔ اب اقراما سفوف حجر الیہود عطیہ سامی کا استعمال کروں گا بشرطیکہ کچھ نفع اس کا معلوم ہو۔ یہ بھی تحریر کیجیے کہ کتنے دن میں اور اک اثر کی امید رکھوں غزل ابھی ایک ہی دو دن کے بعد دفتر پیام یار میں بھیجنا تھی مگر افسوس کہ جیبی نشتر نے لکھا کہ دیر کو پہنچی۔ مسودہ غزل آپ کو بھیجتا ہوں میرے اطفال اور جلیل وآرہ سلمہا اللہ ما وجب سال ہیں۔ حصہ دوم امیر اللغات کی کاپیاں مطبع مفید عام میں لکھی جاتی ہیں عنقریب چھپنا شروع ہوں گی۔ اس حصے کا نصف اخیر ابھی ہیں بڑا اس میں بعضے نوٹ دینا ہے۔ طبیعت کو سکون ہوتا ہی نہیں کہ وہ نوٹ لکھوادوں۔ صبح سے بارہ بجے تک حتی الامکان کچھ کرتا ہی رہتا ہوں مگر پانچ پانچ منٹ کے بعد جھکی جانے آنے سے کوئی کام پورا نہیں ہوتا۔ میرے خیال میں یہ حصہ اول حصے سے خوبصورت ہوگا البتہ مصطلحات و تشبیہات اس حصہ میں چھوڑ دئے گئے۔ ملک کے اکثر لوگوں کی یہ رائے ہوئی کہ یہ لغت میں پنجہ ہے۔ اگر آپ کی کسی بات کا جواب رہ گیا ہو تو معاف کیجیے۔

امیر فقیر۔

رامپور ۲۰۔ اکتوبر ۹۵ء

پیارے کوثر۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و اقبال میں برکت دے۔ اور دولت کونین سے مالامال کرے۔ محبت نامہ لکھ کر آپ نے مجھے مسرور اور شکر گزار کیا غزل اور رباعیاں بھیجتا ہوں۔ رباعی آپ بہت اچھی کہتے ہیں کہ دیکھ کر جی خوش ہو جاتا ہے۔ بارک اللہ فی عمرکم۔ مدت کے بعد آپ کا یہاں آنے کا، ورنہ مجھے

اپنے دیدار فرحت آثار سے مسرور فرمانے کا ارادہ ہوا ہے وہ آرزو ہے کہ ہمیشہ اللہ
سے چاہتا تھا خداوند تعالیٰ آپ کے ارادے اور میری آرزو کو پورا کرے۔ آپ
خیر و عافیت کے ساتھ آئیں اور جلد آئیں کہ دل بیقرار اور آنکھیں محو انتظار ہیں
شک اور سپیچے تیار ہو کر آپ کے پاس سے آ گئے اگرچہ میری فرمایش کے
موافق نہیں مگر آپ لکھتے ہیں کہ باعتبار بندش اور صفائی کام کے بہت اچھے
ہیں خیر جیسے ہیں غنیمت ہیں۔ آپ وقت قصد وطن اپنے ساتھ لائیے اور
دربھنگہ کی کوٹھی میں منشی ظہور احمد کے سپرد کیجئے۔ آپ نے ظہور احمد کو تمنا لکھا ہے، شاید سہو ہو گیا۔ جناب نواب پیارے صاحب کے یہاں سے تنخواہ
وصول نہونا اور مجبور ہو کر آپ کا مستعفی ہو جانا باعث افسوس ہوا اب دعا یہ ہے
کہ جسقدر آپ کی تنخواہ باقی ہے وہ آپ کو وصول ہو جائے اور اللہ تعالیٰ آپ
کو جمیع مقاصد پر کامیاب کرے یہاں کی آب و ہوا ہنوز صفائی اور اعتدال پر
نہیں ہی جاڑے آ گئے مگر عارضی جاڑا شہر سے نہیں گیا اور نہ جاتا نظر آتا ہے
میرے گھر میں کئی آدمی مبتلائے تپ لرزہ ہیں اور میرے الم ضغ منہ کا حال بدستور ہے
شافی مطلق سب مریضوں کو شفائے کامل عطا فرمائے۔ اطفال و احباب
ما وجب گذارش اجلیل بالتخصیص تسلیم کہتے ہیں اور شکر گذاری کے ساتھ تمنائے
شوق ملازمت ظاہر کرتے ہیں۔

امیر اللغات کا تیسرا حصہ مدت سے تیار ہے بے سرمایگی کی وجہ سے
اب تک اس کی طبع کی نوبت نہیں آئی، دیکھئے اللہ کو کیا منظور ہے دفتر بالکل
ابتر ہے فقط

امیر فقیر

حکیم صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ پریشانیوں کے ہجوم سے
آپ کی غزل اور جواب خط نہ بھیج سکا انفعال کے ساتھ معذرت خواہ ہوں۔ آپکا
مع الخیر والعافیۃ گھر پہنچ جانا باعث انشراح خاطر ہوا۔ مگر رامپور کی شیخ غربت
سے امیدوار دل مایوس ہوگیا۔ اب موسم گرما میں آپ اپنا قصد لکھتے ہیں۔
خداوند تعالیٰ آپ کا ارادہ اور میری تمنا بعنوان احسن پوری کرے۔ بیشک اور
بےشک آپ نے لکھنؤ میں منشی ظہور احمد صاحب کو پہنچا دئیے ہیں دل سے
اس کا شکرگزار ہوں۔ اب وہاں سے دو چار دن میں آجائیں گے۔ غزل
آج دیکھکر بھیجتا ہوں، امید کہ اپنی خیریت کے ساتھ اس کی رسید سے بھی مطمئن
کیجیے۔ اور یہ لکھیے کہ وطن سے کب تک روانگی کا قصد ہے۔ سب چھوٹے
بڑے واجب رساں ہیں خصوصاً جلیل بصد شوق تسلیم عرض کرتے ہیں

داعی خیر امیر فقیر ۲ جنوری ۱۸۹۶ء

رامپور

حکیم صاحب مجی و مکرمی سید طفیل احمد صاحب کی ناچاقی طبیعت کو طول
ہوا ہے۔ میں ہمیشہ ان کے حالات مفصل پر اطلاع چاہتا ہوں اور وہ براہ مہربانی
جواب ہمیشہ لکھتے ہیں مگر یہ ان حالات میں ایسا اجمال ہوتا ہے کہ کما حقہ تسکین خاطر
نہیں ہوتی۔ دل سے تشویش نہیں جاتی معلوم نہیں کیا کیا امر ہے میں علاج کیا ہو
کس کس عرض میں کس کس مقدار اس سے نفع ہوا ہے۔ بسبب اعداد
معذوری کی حالت تو یا اپنے پاؤں سے چلتے پھرتے ہیں۔ آپ طبیب ہیں
بہت تفصیل کے ساتھ ان کے حالات سے آگہی حاصل کر کے مجھے

اطلاع دیں اور میرے پریشان دل کو اطمینان بخشیں تو میں نہایت ممنون ہونگا۔ پرانے مہربان دوستوں میں ان کا دم باقی ہے اللہ تعالیٰ ان کے انفاس میں برکت دے۔ فقط

محب سامی کوثر سلامت۔ کل محبت نامہ آیا ممنون کیا جو شبہات آپ نے لکھے ہیں ان میں سے بعض تو میں رفع کئے دیتا ہوں اور بعض اس پر موقوف ہیں کہ پورا شعر اپنا اور اصلاح میری لکھئے واضح ہو کہ کہاں سے پھرتے ادہار ہم بھی ہیں محاورہ فصحا کا نہیں ہے اور بندش بھی تعقید سے خالی نہیں۔ کہاں سے پھرتے ادہر ادہر ہیں ادہر اودہر پیچ ہیں ادہار ہم بھی خوشنما نہیں۔ چاہو رہے ہندو سینہ تختی میں عدیم المثل سینہ تختی میں یائے تحتانی کا اسقاط بجا ہے۔ ترکیب فارسی ہے اگرچہ بعض اساتذہ اردو کے کلام میں سند ملتی ہے مگر کیا ضرور ہے۔ نہا شد خیز تہواسے شوخ عیار اس میں اگر حجز ہے تو پسند نہیں تو غیر تو رکھئے کچھ مضائقہ نہیں منشی ریاض احمد صاحب کا دیوان جسقدر مجھے پہنچا تھا اتنا دیکھ لیا۔ مابقی ابھی آیا نہیں بلکہ سوا مہینے سے کوئی خط نہیں آیا۔ اخبار ادیب ہندوستان کے اچھے ہونے میں شک نہیں مگر بغیر جمع ہونے درخواستوں کے محض اس امید پر کہ اشاعت کے بعد رونق ہوگی۔ جرأت نہیں پڑتی۔ ایک بار بہت نقصان اٹھا چکا ہوں۔ سب احباب کو بادجب۔ جناب برادر صاحب قبلہ سلام و شوق اور استادی منشی صاحب قبلہ بھی سلام و دعا فرماتے ہیں۔

امیر فقیر

سید زاہد حسین صاحب زاہد رئیس سہارنپور کے نام

مکرما! سلام مسنون۔ محبت نامہ آیا ممنون قدر شناسی کیا۔ میں ایک پیرانہ سال شکستہ حال ہیچمدان محض ہوں اور شاعری سے بیگانہ ہوگیا ہوں۔ جو احباب مدت سے مجھکو کلام بھیجتے ہیں ان کا کلام بھی نہیں دیکھ سکتا۔ بیشتر حذر

حضرت زاہد کا خط بنام خاکسار مولف جو حسب خواہش انکے ذیل مکتوبات کیا گیا۔

۱۶ فروری سنہ ۱۹[illegible]ء۔ از سہارنپور۔

خدمت عالی مراتب ذو المناقب مولنا ثاقب میں امیر صاحب و ... عفو کے طالب زاہد کثیر المعائب کا خادمانہ اور نیازمندانہ سلام معذرت تحیہ ... محبت نامہ پہنچا اور باعث شکرگزاری و یادآوری ہوا۔ اس میں ذرہ بھی شک و شبہ نہیں کہ میں ضرور کسی درجہ تک سزاوار ملامت ہوں اور مستوجب شکایت لیکن منفعل اور شرمسار ہوں اور عفو تقصیر کا خواستگار۔ کم و بیش سال بھر کا زمانہ ہوا۔ آپ تو حضرت استاذی امیر مینائی (اللھم اغفر وارحمہ) کے خطوط کے لیے وقتاً فوقتاً یاد دہانی فرما رہے باینہمہ میری جانب سے کوئی دقیقہ تاخیر و تعویق کا اٹھا نہیں رہا۔ آپ ضرور اپنے جی میں کہتے ہوں گے کہ یہ بھی عجب یاوہ گو ہے کہ خود ہی تو اس شد و مد اور وثوق کے ساتھ وعدہ کیا اور اب خود ہی لیت و لعل اور حیلے بہانے کر رہا ہے لیکن مولانا ... وعدہ کو نہیں بھولا بلکہ منتظر وقت اور جویائے موقع رہا کہ ذرا بھی آرام

کر دیتا ہوں اور کبھی کچھ مریکھ دیتا ہوں آپ میرے عذر کو واقعی تصور فرمائیں۔ آپ کا کلام جو باحتیاط تمام رکھا ہوا ہے بقدر امکان دیکھونگا۔ میں خدمت گزاری اہلِ شوق و ذوق کو اپنا فخر جانتا ہوں مگر کیا کروں کہ مجبور و معذور ہوں۔

امیر فقیر۔ ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء رامپور مرادآباد

مجی! سلام۔ غزل کئی دن ہوئے بھیجدی ہے۔ اب پہنچ گئی ہوگی۔ والسلام

امیر فقیر۔ ۲۰ نومبر ۱۸۹۸ء رامپور مرادآباد۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ کئی تحریریں آپ کی آئیں اور میں نے ہر تحریر

و استقام سے چھٹکارا ہو تو ایفاے عہد کروں مگر عوارض اشد اور علالت ممتد نے وہ طول پکڑا کہ ہوش و حواس مختل کر دیے۔ مہینوں دلی رہکر علاج کیا وہاں سے وطن کو واپس آیا تو تپ و لرزے نے اپنا پنجا زہریلا اور ہا ڈالا۔ معہذا اختلاج قلب کے لگاتار دورے پڑے جنہوں نے اور بھی ہلاک کر دیا۔ غرض وہ تکلیفیں اٹھائیں کہ ذکر سے دل لرزتا ہے اور کچھ دل ہی خوب جانتا ہے۔ دسمبر گزشتہ سے طبیعت اعتدال پر آنے لگی اگرچہ گونہ اختلال و اضمحلال باقی ہے لیکن بحمد اللہ شدائد سے نجات پائی۔ اسیوقت سے میں نے تعمیل ارشاد کے لئے تہیہ کیا اور بتدریج و تفاریق جناب مرحوم کے خطوط کی نقل کو جاری رکھا۔ اب آکر اس مہم کو بفضلہ و عونہ انجام کر پایا۔ عرصہ ہوا میرا وہ بکس جس میں ضروری کاغذات رہا کرتے تھے چوری گیا تھا اس میں ۱۸۸۷ء کے قبل کے اکثر خطوط تھے اور نقد مکتوبات حضرت امیر سے مالا مال تھا۔ چور مالا مال اور امیر ہو گیا اور حقیر کو تو فقیر کر گیا۔ بعض خطوط اس لیے نقل نہیں کر سکا کہ جناب مرحوم نے ان کو نظر

سکے آتے ہی یہ قصد کیا کہ اب غزل دیکھتا ہوں اب معذرت نامہ بھیجتا ہوں
مگر ہجوم مکروہات و صدمات اور وفور غم و الم نے فرصت نہ دی۔ پہلے تو اپنے برادر
مہربان نواز پدر کا ماتم رہا۔ پھر ان کی خاتون جو مجھکو بجائے مادر تھیں ان کی رحلت
کا غم ہوا۔ ایک آباد گھر برباد ہو گیا۔ ان حوادث سے جو صدمے مجھ ناتوان
پر ہوئے ان کو لکھ نہیں سکتا۔ آپ کی عنایت و سیادت سے امید عفو
جرم کی رکھتا ہوں۔ کلام تلامذہ نزدیک و دور اس کثرت سے آتا ہے کہ
میں ان کو کسی طرح دیکھ نہیں سکتا۔ قدردانان عذر سنو مجھکو تاخیر اصلاح پر معاف

اغیار سے محفوظ رکھنے اور کسی کو نہ دکھانے کی تاکید کر دی تھی۔ وابقا اسال خدمت
شریف ہیں۔ میں ان اجزاے جواہر کو اپنا سرمایہ ناز اور اردو انشا پردازی کا گنجینہ
سمجھتا تھا۔ اور نثر اردو کی جان جانکر اپنی جان کی برابر رکھتا تھا۔ لیکن جب یہ دیکھا کہ آپ
مجھ سے زیادہ اہل اور قدردان و لائق ہیں۔ ان پھولوں کو سہرا بنانے کی فکر
میں یاس کر رہے ہیں اور ان فصاحت و بلاغت کی تصویروں میں تدوین الطبع
کی روح ڈالکر اور حیات ابدی سے زینت دیکر جیتی جاگتی اور بولتی چالتی صورتیں
بنانے والے ہیں تو یہ صورت بدل و جان منظور و مطبوع طبع ہوئی۔ بنابریں
یہ تمام جواہر عبقریہ اور زواہر عبہریہ بطور ارمغان و تہنیت نذر کرتا ہوں۔ اور ان جواہر کے
ٹکڑوں بلکہ جگر کے ٹکڑوں کو جنہیں عزیز جان سے رکھتا تھا سینے سے الگ کر کے
آپ کے دامن میں ڈالے دیتا ہوں۔ اگر باعث ناگوار نہ ہو اور پسند خاطر ہو تو میری
خاطر سے اتنی رعایت و خصوصیت سمجھئے کہ ان کو اسی سلسلہ و ترتیب سے طبع کرائیے

کہتے ہیں آپ بھی یہی شیوہ اختیار کیجئے۔ اور میں حتی الامکان آپ کا کلام بھی دیکھا کرونگا۔ اس وقت پیشی کے بستے میں سو سے زیادہ وہ خطوط ہیں جن میں مختلف اقسام کا کلام اصلاح طلب ہے۔ اب دیکھنا شروع کرونگا۔ اور اس مہم کو جب تک سر کرونگا تب تک اور کلام آجائے گا۔ آپ خیال فرمائیں کہ پھر آخر تعمیل احکام سرکار بھی کرنا ہے نصف شب تک ہمت کروں تو یہ کام ہو سکے دل و دماغ ضعیف ہو گیا ہے کچھ ہو نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ جمعیت خاطر دے تو بطور خود ضبط اوقات کرکے خدمت گزار احباب ہوں۔ مکروہات دنیوی

تھا کہ یہ موتیوں کی لڑیاں جنکو میں نے بڑی دیدہ ریزی سے پرویا اور گوندھا ہے ٹوٹ نہ جائیں اور ان کے انمول موتی بکھر کر پراگندہ و غیر منتظم ہونے پائیں اور اس سلک مروارید کے ساتھ جنکے موتی انشاءاللہ کبھی بے آب ہونگے نہ گرہیں لگے۔ میری اس تحریر کو بھی جس کی حقیقت پوت کے دانوں سے زیادہ نہیں ضرور منسلک کر دیجئے اور اس سے ابتدا کیجئے کہ گیاہ اگرچہ ناچیز ہے مگر دستہ گل میں پھولوں کا حسن دوبالا کر دیتا ہے۔ خال ہر چند کہ روسیاہ و قبیح ہے لیکن حسن صبیح پر ملیح ہے۔ تعرف الاشیاء باضدادہا۔ جناب مرحوم کے خطوط اگر اور زیادہ مطلوب ہوں تو اخوی منشی محمد احمد صاحب قمر سے رامپور میں اور بھی حافظ جلیل حسن صاحب سے حیدرآباد دکن میں اور مشفقی ممتاز علی صاحب آہ تحصیلدار ریاست ڈونگر گڑھ میں ضرور خط و کتابت کیجئے جنمیں سے آخر الذکر کے پاس یقیناً پورا ذخیرہ جمع ہوگا کیونکہ انہوں نے بھی کچھ دن ہوئے ایسا ہی قصد کیا تھا جو اب تک بعض وجوہ و موانع سے انجام کو نہیں پہنچا۔ والسلام

خاکسار زاہد سیاہ کار

کوئی کام نہیں کرنے دیتی ہیں۔ خط کی رسید ضرور بھیجئے گا تاکہ میں مطمئن ہو جاؤں کہ معذرت نامہ پہنچ گیا فقط

امیر فقیر ۔ ۱۲ ۔ جنوری ۱۸۹۹ء

رامپور مراد آباد

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ فقیر رمضان میں سفر سے فارغ ہو کر وطن پہنچا اور بیمار ہو گیا۔ اب بفضلہ تعالیٰ صحت ہے البتہ اس کی شکایت ہے کہ دماغ میں ضعف ہے اور تھوڑی دیر لکھنے پڑھنے میں آنکھیں دکھنے لگتی ہیں آنسو بھر آتے ہیں۔ میں نے چاہا کہ آپ کا کلام دیکھ کر بھیجوں اور عذر خواہی کروں کہ قصور تاخیر معاف ہو مگر کلام اصلاح طلب کے مسودے جس بستے میں رکھے تھے وہ بستہ ہی غائب ہو گیا نقل و تحویل اسباب میں اکثر چیزیں پریشان ہو گئی ہیں۔ اگر آپ مکرر اپنا کلام عنایت فرمائیں تو بشرط خیریت اب جلد بنجاؤں۔ ورنہ جب وقت وابستہ ملا اور کلام نکلا تو ضرور بناؤں گا۔ رفع انتظار کے لیے مجبورانہ بصد معذرت یہ کارڈ لکھا ہے والعفو عند کرام الناس مقبول۔ دوسرا دیوان میرا ابھی نہیں چھپا فرصت کہاں جو نظر ثانی کروں۔

امیر فقیر ۔ ۲ ۔ جولائی ۱۸۹۶ء رامپور مراد آباد

شفیقا۔ بسلام مسنون۔ ایک مختصر پرچہ صحیفہ اخبار میں نے ممنون عنایت فرمایا۔ اللہ میرے حمایت کرنے والوں کو رکھے۔ کلام حسب وقت مل گیا حتی الامکان دیکھنے میں قصور نہ ہو گا۔ اخباروں میں جو کچھ میری نسبت کبھی کبھی کسی مہربان کی مہربانی سے چھپتا ہے میں نہ خود کبھی اس کا جواب دیتا ہوں نہ کسی دوست

کسی شاگرد کو اجازت دیتا ہوں بشرط یہ ہی کہ اگر جو کچھ لکھا گیا ہی وہ سچ اور صحیح ہی تو منفعل ہونا چاہیئے اور آیندہ احتراز کرنا چاہیئے اور اگر تعصب سے غلط بات لکھی ہی تو صبر کرنا چاہیئے۔ ردو قدح میں طول عمل ہو گا فقط

امیر فقیر۔ ۱۹ جولائی ۱۸۸۸ء

رامپور مراد آباد

دلنواز۔ سلام شوق۔ سلام میں نے نہیں کہے عہد فردوس مکاں میں حسب الفرمایش دو چار سلام موزوں کیے تھے وہ یاد نہیں کہ کس بستے میں ہیں مل جاینگے تو بھیجو نگا۔ حضرت سوزاں کی کیفیت آپ ہی کچھ لکھیے کہ اب مشغلہ کیا ہی اور دلی کا تعلق کیوں ترک ہوا اور آیندہ کیا قصد ہی آیا وطن ہی میں اقامت مدنظر ہے یا سفر کا ارادہ ہی اور سفر کا عزم ہی تو کدہر فقط۔

امیر فقیر۔ ۲۸۔ اگست ۱۸۸۸ء رامپور مراد آباد

مکرمی و محبی۔ سلام مسنون۔ محبت نامہ آیا خاتم کو خوش رکہے کہ مجھ شکستہ حال کی مزاج پرسی کرتے رہتے ہو میں اس سچی محبت کی دل سے قدر کرتا ہوں اور اپنے پیارے قدردان کے لیے دعا کرتا ہوں میں بفضلہ تعالیٰ اب تندرست ہوں اور جس حال میں ہوں قابل شکر ہی کلام تا مقدور دیکھکر بھیجتا ہوں۔ اطفال فقیر با وجیب رسان ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۵ نومبر ۱۸۸۸ء

ریاست رامپور مراد آباد

یادآور کرم گستر سلامت۔ کارڈ آیا ممنون فرمایا۔ بحمد اللہ کہ میں زندہ

ہوں مگر اس زندگی سے جس میں احباب کی خدمت نہ کر سکوں شرمندہ ہوں
ہمیشہ عفو تقصیر کا خواستگار اور دعائے حسن انجام کا امیدوار بنتا ہوں
محمد احمد مع اپنے سب اخوان کے سلام نیاز عرض کرتے ہیں حضرت شاہ سو
سوزاں سلمہم اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بکمال اخلاص تسلیم۔

امیر فقیر۔ ۱۰ فروری سنہ ۵ ریاست رامپور مرادآباد

میرے عنایت فرمائے قدیم سلامت سلام مسنون اخلاص اساس
مشحون۔ مدت کے بعد محبت نامہ آیا ممنون یاد آوری کیا الحمد للہ زندہ ہوں
مگر اس وجہ سے کہ جس واسطے پیدا ہوا ہوں وہ کام نہیں کرتا ہوں زندگی سے
شرمندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنی طرف توجہ کی توفیق بخشے۔ آپ کی نظم حسن شغل
علم میں ہے اس سے جی خوش ہوا اللہ تعالیٰ مزید اقبال بخشے [illegible]
وقت دیکھکر واپس بھیجتا ہوں اس خیال سے کہ شاید ضرورت پڑے پھر کہیں نوبت
آئے۔ شعر بہت اچھے اچھے ہیں۔ اللہم زد و بارک۔ محمد احمد مع اخوان سلام
عرض کرتے ہیں۔ آب و ہوا یہاں کی آجکل خراب ہے ورنہ [illegible]
خدا رحم فرمائے۔ میرے ایک عمدہ عزیز حکیم نعیم الدین خلف اکبر جناب مولوی
محمد وجیہ الزماں خاں اسی مرض وبائی میں مبتلا ہو کر قضا کر گئے ان کا اس
واقعے سے جو قلق ہے وہ بیان نہیں ہو سکتا دل ٹکڑے ہوا جاتا ہے کیا خاک
لکھا جائے۔ اللہ صبر دے۔ میرے دلسوز قدیم حضرت سوزاں وہاں
ہوں تو سلام نیاز کہئے اور جب خط لکھئے تو ضرور ان کی خیریت اور کیفیت
ضرور لکھا کیجئے مجھے حضرت موصوف کے ساتھ بڑی محبت ہے باقی سب

کو ان کی طرف سے التفات نہیں۔ خیر خوش رہیں اور اپنی تمنیات میں کامیاب۔

امیر فقیر۔ ۲۶ ذوالحجہ ۱۳۲۰ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ نوازش نامہ آیا مسرور کیا تاریخیں صنم خانۂ عشق دیوان ثانی کی پہنچیں اور دفتر میں سپرد کر دیں دیوان کی ترتیب میں اعزہ جان الٰہ حکیم نعیم الزماں نعیم تخلص کے دفعتہً وبا سے ہیضہ میں مبتلا ہو کر مرجانے سے حرج ہوا کہ طبیعت اس صدمۂ جانکاہ سے نہایت افسردہ ہو گئی اور وسیم و آدم سلمہا اللہ کے اصرار و التزام سے جو میں چند غزلیں روز گذشتہ کو سن لیتا تھا وہ شغل بھی چھوٹ گیا ہے اب چھپنے میں ذرا دیر ہو گی۔ تاریخیں آپ کی انشاء اللہ ضرور چھپیں گی۔ محمد احمد کے نام رسالہ آیا ہے حضرت سوناں مرحوم کی رحلت کا صدمہ سخت روح فرسا ہوا ہے۔ کیا آدمی تھے۔ خدا بخشے انا للہ کے سوا اس کا مرہم کہاں۔ اللہ تعالیٰ توفیق صبر دے۔ ان کے اعقاب میں جو ان کا جانشین ہو وہ کون ہے کوئی لائق فرزند ہے یا نہیں ضرور لکھئے گا فقط

امیر فقیر ۸ ستمبر ۹۵ء

میرے دلنواز مجھ سے زیادہ مجھ پر مہربان میرے قدر دان سلامت محبت نامہ آیا مسرور کیا مگر غزل اس کی پشت پر ہے لہذا بمجبوری اس سرمایۂ سرور کو پھیرنا پڑا۔ چیز دے کر پھیر لینا آپ نے کس سے سیکھا ہے۔ یہ روش چھوڑ دیجئے اور آئندہ ایسا ستم نہ کیجئے اور کوتاہ قلمی بھی نہ فرمائیے۔ اب کے بار بہت دنوں کے بعد یہ خط آیا میری کوتہ قلمی کو معاف کیجئے۔ میں گوناگوں مصائب و آلام میں گرفتار ہوں۔ غزل آپ نے خوب کہی ہے ماشاء اللہ ثم ماشاء اللہ زمین کٹھی ہے

کئی شعر بھی مزے کے نکلے۔ اپنا حق ثابت کرنے کو میں نے کچھ دخل دیا ہے۔ خدا جانے بگاڑا ہے یا بنایا ہے۔ تاریخ کا کئی بار قصد کیا اور دو ایک مادے پورے ہوئے بھی مگر خود مجھکو بھی پسند نہیں آئے تو آپ کو کیا پسند آتے۔ فرصت تو ہوتی نہیں شب کو لیٹتے وقت کبھی خیال کرنا ہوتا ہے وہ بھی نصف شب کو کہ محنت کرتے کرتے طبیعت تنگ جاتی ہے خیر پھر سوچونگا۔ سید ضرور بھیجئے تاکہ نگرانی نہ رہے اور غزل کے پہنچنے سے اطمینان ہو۔ سوزاں مرحوم کے اخلاف اُنکی خلف ہیں یا اور قطع ہے۔ انکے عدد نسبتی تو نہیں معلوم بلکہ علمی اور اخلاقی صفات میں خلف الرشید ہیں۔ مجھے اطمینان ہو لے تو تعزیت نامہ لکھوں۔ وال فلا۔ ہائے! میرے سوزاں کے کیا صفات تھے۔ خدا بخشے۔ محمد احمد مع اخوان ماوجب سال ہیں۔ آج کل آپ کے مشاغل کیا ہیں مفصل لکھئے۔ دیوان کے چھپنے میں بعض موانع سے کہ اس زمانے میں زیر بار زیادہ ہوگیا ہوں ذرا تاخیر ہے دعا کیجئے آپ بنی فاطمہ ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۱۲۔ نومبر سنہ ۹۶ء رامپور مراداباد

سید صاحب مہربان وکرم فرمائے مخلصان سلامت۔ سلام مسنون میں بیمار تھا اب مرض تو بظاہر نہیں ہے مگر ضعف زیادہ ہے احباب کے بہت سے کام پڑے رہے اور میں شرمندہ ہوا۔ آپ کی فرمائش تاریخ کی تھی۔ آپ سے بھی عذر خواہ ہوں۔ وہ خطوط جن میں دن مہینا وقت وغیرہ رحلت کا تھا وہ چھٹی میں نہ رہے ہیں کیونکہ ڈاک میں کاغذ بکثرت آتے ہیں اور صندوقچہ معمور ہو جاتا ہے لہذا چھٹنے میں کئی کئی بار صاف کیا جاتا ہے کہ ضروری کاغذ محفوظ ہیں بندہ کر

اور بستوں میں بندہ جاتے ہیں باقی چاک ہوتے ہیں۔ بہرکیف اس قدر قیاس سے خیال آیا کہ سال رحلت سنہ ۱۳۰۶ ہجری ہوگا۔ لہذا اسوقت مادہ تاریخ تجویز کرکے تین مصرعے لگائے ہیں جو بھیجتا ہوں اگر پسند آئے تو خیر ورنہ پھر لکھے گا یہ خط محض بنظر احتیاط بیرنگ بھیجتا ہوں ورنہ ٹکٹ موجود تھا اطفال اور اہل دفتر لغت اردو ماوجب ماگزار ہیں۔ مجتبا! اگر عمدہ کتابیں ہوں تو اپنے کتب خانہ میں غور کرکے اچھی اچھی کتابوں کی فہرست ضرور بھیجئے اور عمدہ کتاب میرے نزدیک مطلا و مذہب اور بہت خوشخط ہونے سے نہیں ہوتی بلکہ فی نفسہا فی الکتاب کے حسن پر نظر رہی فقط

امیر فقیر مینائی - ۳۰ - ربیع الآخر سنہ ۱۳۱۶ ہجری

قطع تاریخ

زہے سید کا مش آید پدید ... علی با حسین ار بگرد و قرین
پئے سال رحلت بجا کش امیر ... بگو تربت سید مسلمین ۱۳۰۶

مجتبا۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا۔ بحمداللہ یہاں خیریت ہے۔ آپ کا کوئی خط مع غزل یا بغیر غزل اس زمانے میں نہیں آیا۔ آگے جسے شاید ڈیڑھ یا دو مہینے گزرے ہونگے ایک خط مع غزل جس کی زمین اسوقت یاد نہیں ہے مگر اتنا یاد ہے کہ کوئی نئی اور اچھی زمین تھی آیا تھا اور وہ غزل میں نے ضرور دیکھ کر بھیجی تھی اس کے بعد کوئی غزل نہیں آئی پھر کیسے ہوسکتا تھا کہ غزل آتی اور میں دیکھکر نہ بھیجتا اور غزل بھی آپ کی۔ زیادہ کیا لکھوں۔ نہایت عدیم الفرصت ہوں۔ محمد احمد مع اخوان سلام و نیاز کہتے ہیں

ہمیشہ اپنے خط خیریت نمط سے مسرور کرتے رہا کیجئے۔ فقط

امیر فقیر۔ ۳۱۔ مارچ سنہ ۹۹ء

سید صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مہربانی نامہ آیا تو خبر
حوادث و وقائع رحلت عزیزان سامی سے سخت قلق ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
کے سوا اس داغ کا کوئی مرہم نہیں۔ اللہ صبر و شکر و تسلیم و رضا کی توفیق دے
جس بلا پر صبر کی توفیق ہو وہ اس نعمت سے کہیں بہتر ہے جس پر شکر کی
توفیق نہو۔ یہاں بھی مرض حد وبائیت کو پہنچا ہے اطبا و عطاروں کے دربار گرم
ہیں مگر بحمد اللہ ابھی نجات غالب ہے اور ہلاکت مغلوب۔ میرے ایک عزیز کی
لڑکیوں کی شادی تھی گھر عشرت کدہ ہو رہا تھا دوسرے دن عقد کی شادی چاہنے
والے باپ جو جوان سال خوش خصال تھے دنیا سے دفعتہ کوچ کر کے
اس عشرت کدے کو ماتم کدہ کر دیا۔ جو مہمان نزدیک و دور سے بیاہ میں آئے تھے
وہ تجہیز و تکفین میں شریک ہوئے۔ دنیا عجب عبرت گاہ ہے مگر افسوس کچھ عبرت
نہیں ہوتی ۔ع

آساں نہیں ہے دام سے دنیا کے چھوٹنا [illegible] تکیہ کا [illegible] طلسم کا
میری اولاد میں بھی پانچ آدمی بیمار ہیں [illegible] بچے کو حرارت ہے۔ اللہ
رحم فرمائے اور صحت دے [illegible] دعائے خیر
کا طالب ہوں۔ آپ [illegible]
کا خاتمہ بخیر کرے۔ محمد احمد تسلیم عرض کرتے ہیں۔

امیر فقیر۔ ۲ اپریل سنہ ۹۹ء۔ [illegible] مراد آباد

* دلنواز۔ سلام مسنون اخلاص مشحون خط آپ کا آیا ممنون فرمایا میں اللہ کی عنایت سے بخیریت ہوں باقی زندگی میں مرض وصحت سے نجات کہاں برخوردار محمد احمد کے پھوڑا نکلا تھا جس سے بڑی تکلیف اٹھائی۔ اب بفضلہ اچھے ہیں۔ اور برخوردار ممتاز احمد وجع مفاصل میں عرصہ سے مبتلا ہیں آپ کی دلنوازی وعنایت فرمائی کا بہت ممنون ہوں امید کہ گاہ گاہ خیریت مزاج سے مطلع کرتے رہوگے۔ زیادہ خیریت وبس۔ مکرر آنکہ میں بھی مشتاق ملاقات کا ہوں مگر مشغلہ کسب کمال کا بہت اچھا ہے۔ خدا کرے کہ بعد فراغ اطمینان کے ساتھ ملاقات ہو فقط۔

امیر فقیر ۱۵ جولائی سنہ ۹۰ء۔

میری قدر کرکے میرا دل بڑھانے والے خدا تم کو زندہ رکھے اور اقبال بڑھائے۔ آمین محبت نامہ آیا دل کو تسکین ہوئی تم نے میری انشاپردازی کی ستایش کرکے اور مجھے شرمندہ کیا۔ شرمندگی کے ساتھ تمہاری قدردانی کا (جو محض محبت سے ہے) شکر گزار ہوں۔ خطوط جب میں فکر سے اچھے لکھتا تھا وہ ذخیرہ ایک سو کئی جزو کا میرے ایک شاگرد نے جمع کیا تھا۔ سولہا برس ہوئے کہ وہ بیچارہ مرگیا اور اس ذخیرہ کا پتا نہ لگا پھر کسی نے جمع نہیں کیا۔ تین چار شاگردوں نے کبھی کبھی کچھ خطوں کی نقلیں اپنی پسند کے موافق لکھ لیں وہ جابجا ہیں بعض تحریروں کی نقلیں لڑکوں نے کرلی ہیں اور جب سے دفتر امیر اللغات کھولا گیا ہے تحریر اس دفتر کی بعض مکاتبات لکھ لیتے ہیں

یہ سب بھی اگر جمع ہوں تو ایک مجموعہ ہو سکتا ہے۔ مگر کون یہ کام کرے اسکیلئے ضرور ہے کہ کوئی خوش سلیقہ فہمیدہ و سنجیدہ آدمی ترتیب دیکر ان کو یکجا لکھدے اور میں ایک نظر دیکھکر جو مطالب شایع کرنیکے نہوں ان کو نکال ڈالوں تو بنے مگر اس کی فرصت ہی نہیں ہے۔ کروں کیا "یک انار صد بیمار" کا مصداق ہوں کاہشوں سے نجات نہیں ہوتی یہ لغت اردو کا جسکو لکھ رہا ہوں اس نے کسی کام کر لینے کا وقت نہیں چھوڑا ہے۔ اور پھر وہ بھی جلد نہیں ہوتا ہے اور ہو کیونکر روپیہ پیسہ بہت چاہئے اور یہاں اب تھوڑا سا بھی نہیں ہے خیر خدا مالک ہے وہی کسی فراخ حوصلہ کو ہمت دیدے تو کام چلے اور اب تک جو ہزار ہا روپیہ میرا صرف ہوا ہے وہ رائگاں نجائے اور جانکاہی ٹھکانے لگے اگر یہ کام ہو گیا تو عجب عمدہ کام ہو گا ایسا پورا لغت اردو کا اب تک کوئی نہیں اور آیندہ بھی امید نہیں ہے اسواسطے کہ اب زمانہ اس زبان کو مٹاتا جاتا ہے زیادہ کیا لکھوں۔ آپ کو اپنا دلسوز سمجھکر کچھ جتنا اپنا لکھ گیا ہوں خطر نظر اغیار سے محفوظ رہے۔ بعد کے ساتھ لفظ میں کا لانا خلاف فصاحت ہے اور ہو کی جگہ ہوے یا ہوئے اگلی زبان ہے۔ غزل دیکھی کیا اچھی زمین ہے اور کیا اچھے اچھے شعر کہے ہیں۔ بارک اللہ فی عمرکم۔ اطفال دعا گو ہیں۔

امیر فقیر - ۷ اپریل سنہ [illegible]ء

پیارے ناصر۔ سیلے لوکاٹ پہنچے اور باعث شکر گزاری ہوئے اگرچہ یہ لوکاٹ اعلیٰ قسم کے نہ تھے جیسا کہ سہارنپور کے لوکاٹ مشہور ہیں

اور تم بھیجا کرتے ہو تاہم آپ کے خلوص و محبت کے ساتھ تہدیئے کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے اور دلنوازی میں فرد کرے۔ میں مدت سے آپ کے خط کا منتظر تھا اور حیرت تھی کہ آپ نے مراسلت کیوں ترک کی بحمد اللہ کہ آج آپ کی تحریر پر تنویر دیکھنے میں آئی چونکہ اختصار کی وجہ سے تسکین خاطر پورے طور سے نہیں ہوئی۔ لہذا مفصل تحریر کا خواستگار ہوں۔ میری طبیعت اس زمانے میں بہت خراب رہی بخار آنے لگا تھا۔ اب اللہ کے فضل سے اچھا ہوں۔ سب بندہ زادے سلام کہتے ہیں فقط

امیر فقیر ۱۳ - اپریل ۱۸۹۶ء رامپور

حضرت زاہد کو ایک رند آلودۂ گناہ کا سلام پہنچے۔ اور حالی خاطر محبت ماثر ہو۔ کہ تاریخ تو خط میں ہی نہیں جو معلوم ہو کہ یہ خط کب چلا کب پہنچا۔ اور لفافے پر ڈاک کی مہر پوری کھلی نہیں۔ بہر کیف آج ایک خط مجھے ملا جس میں یہ غزل تھی جوش نقش پا۔ ہجوم انتشار میں غزل دیکھی اور اپنے گمان میں بنائی واقعی خدا جانے بگاڑی ہے یا بنائی ہے۔ جو الفاظ کاٹ دیئے کاٹنے کے وجوہ آپ غور سے سمجھ لیجئیگا۔ زمین مشکل اور پامال ہے شعر آپنے اچھے اچھے کہے ہیں۔ میں نے جن شعروں پر صاد کئے ہیں وہی رکھیے گا۔ مجھے فرصت و اطمینان نہیں ہے ورنہ وجوہ بھی حواشی پر لکھدیتا۔ ماشاء اللہ آپ خود ذہین ہیں سمجھ لیں گے۔ سبحان اللہ کیا غزل کہی ہے اور کس ٹیڑھی زمین میں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و اقبال میں برکت دے اور خیال میں اور وسعت۔ مطالعہ کتب سے آپ کو فرصت نہیں ہوتی اور کتاب بینی کا مشغلہ رہتا ہے ذرا مہربانی کر کے

اپنے کتب خانہ کی فہرست بھجوائیے شاید کوئی کتاب مجھے مطلوب ہو تو مستعار لینے کی درخواست کروں اور نقل لیکر بحفاظت بھیجدوں۔ امیر اللغات کی پہلی جلد چھپی ہے اور آپ کے پاس جلد پہنچے گی۔ محمد احمد تسلیم گزارتے ہیں۔

امیر احمد مینائی عفی عنہ۔ ۳۰ جولائی سنہ ۹۱ء

دلنواز! سلام و نیاز کے بعد التماس ہے کہ ماشاء اللہ کیا اچھے اچھے شعر آپ نے کہے ہیں۔ خدا آپ کی عمر و اقبال میں برکت دے۔ غزل اور خط ایک ہی کاغذ پر تھے خط کا واپس کرنا بہت ہی شاق ہوتا ہے مگر مجبور ہوں۔ آئندہ ایسی پیاری چیز دیکر پھیر لینے کا ارادہ نہ کیا کیجئے۔ انشا کی غزل کے سوا الیلا میلا کے قافیوں میں میں نے کوئی غزل اب سے پہلے نہیں دیکھی۔ کیا عمدہ غزل آپ نے کہی ہے۔ آپ کی طبیعت کا حسن ہر شعر سے ظاہر ہے۔ افسوس ہے کہ میں آپ کی خدمت گزاری سے قاصر رہتا ہوں ورنہ آپ کا شوق چمک جاتا۔ پیرانہ سالی کے علاوہ اور بہت سے اسباب ہیں جو مجھکو شاعری کی طرف متوجہ ہونے سے روکتے ہیں چھیلا کا قافیہ ضرور کہنے کا ہے۔ شوخ لفظ بھی ضرور لکھئے۔ نوش کا قافیہ خوب کہا ہے۔ سبحان اللہ۔ ڈھونڈتا ہے کی جگہ ڈھونڈتے ہے اب زبان نہیں ہے قدما کہتے ہیں متاخرین نے ترک کر دیا ہے۔ خور و نوش مستعمل ہے فقط نوش بے محل پر زبان نہیں ہے۔ اور کوئی عیب نہیں ہے۔ مضمون اچھا ہے اور معنا درست ہے لہذا رہنے دیا۔ ضروری محو و اثبات لکھدینے کی تو مجھے عادت ہے مگر آپ خود فہمیدہ ہیں آپ کو ذرا ذرا سی بات لکھنا کیا ضرورت ہے معہذا اصلاح سے زیادہ ہر جگہ وجوہ اصلاح لکھنا دشوار ہے اور اکثر وجوہ وجدانی ہوتے ہیں جنکو طبع سلیم

بھیجتی ہے۔ گوہر انتخاب کی فکر ہی گی اور جب ملیگا بھیجونگا بالفعل میری تالیفات مطبوعہ میں جو کتابیں موجود ہیں وہ بھی دو تین کتابیں ہیں۔ امیر اللغات اردو زبان کا لغت و سے اور خیابان آفرینش بمیلاد شریف نثر اور دیوان نعت جس میں کچھ کلام نیا بڑھایا ہے اور خیابان آفرینش کے ساتھ تھا۔ خاتم النبیین ملا کر چھپوایا ہے۔ محامد کا نسخہ بار بار چھپنے سے بہت غلط ہو گیا تھا۔ اس کو کچھ صحیح بھی کیا ہے اشتہار دفتر سے آپ کے نام غالبًا روانہ ہوا ہوگا اور نہ پہنچا ہو تو ریاض آزاد وغیرہ میں دیکھ لیجئے گا یا لکھئے تو یہاں سے بھیجدوں۔

امیر فقیر۔

۲۶۔ جولائی ۱۸۹۶ء

محب دلنواز۔ سلام و دعا۔ محبت نامہ اور اس کے ساتھ انگریزی الفاظ کے اوراق جن میں بعض جزائر اور ممالک وغیرہ کے نام بھی شامل ہیں اور بعض لغات اردو کے اوراق کا پمفلٹ مجھے پہنچا۔ تمہاری سچی ہمدردی اور پوری محبت و سعادت سے بہت ہی جی خوش ہوا خدا تمہاری لیاقت اور عمر و مراتب میں ترقی دے۔ ملک میں اب اس ہمدردی اور دل سوزی کے لوگ بہت کم ہیں جو دوسرے کے لیے اپنے اوپر محنت گوارا کریں۔ میں تہ دل سے تمہاری اس عنایت کا شکر گزار ہوں۔ میں دو مہینے سے آشوب چشم میں مبتلا ہوں لکھنا پڑھنا بالکل چھوٹ گیا ہے ذرا مجھے آرام ہو لے تو تمہارے بھیجے ہوے اوراق کو بغور دیکھونگا اور جو باتیں ان میں نئی ملے گی اس کو لغت میں داخل کر کے ملک کو فائدہ

پہنچاؤنگا۔ میرے پاس بھی الف سے ی تک مسلسل معنی و مثل کی ساتھ لغت
موجود ہے جس کا نام میں نے بہار ہند رکھا تھا۔ مگر وہ فارسی عبارت میں گلشن فیض
کی قطع کا ہے اب جہاں تک ممکن ہوا اس سے بڑھانا مقصود ہے۔ امیراللغات
اس سے کئی حصہ زیادہ ہوگا تاہم آپ کے مرسلہ اوراق کو بہت تشکر سے
اور قدر کی نگاہوں سے دیکھکر دفتر میں رکھونگا۔ انگریزی الفاظ سے مجھے کوئی
مناسبت نہیں اس لیے اس کا ایسا ذخیرہ نہ میرے سینے میں ہے نہ سفینے میں
جس سے یہ معلوم ہو کہ اتنے الفاظ اردو نے قبول کر لیے ہیں۔ کتابیں بھی ایسی
اب تک بہت کم ملک میں تالیف ہوئی ہیں صرف فرہنگ فرنگ اور بعض اخبار
کے اوراق جنمیں ایسے لفظ جمع کیے گئے ہیں دفتر میں موجود ہیں۔ اس لیے
میں تم کو ایسے الفاظ کے جمع کر دینے کی ضرور تکلیف دونگا۔ جس کا احسان
نہ صرف مجھپر ہوگا بلکہ ملک ممنون ہوگا۔ تم نے جو انگریزی لفظ امیراللغات
میں کم پائے اس کی وجہ یہ ہے کہ کمیٹی نے باتفاق [illegible] امیراللغات
میں وہی الفاظ انگریزی کے داخل کیے جائیں جن کی جگہ اردو میں کوئی فصیح
مختصر اور ٹھیک انہیں معنوں میں لفظ موجود نہیں ہے۔ [illegible] وغیرہ
لکھے لکھانے مسودہ [illegible] خارج [illegible] کی جگہ کچہری اور
دفتر اور آفس کی جگہ مصنف آرزو کی جگہ [illegible] موجود [illegible] وغیرہ
لکھے گئے ہیں۔ باقی کیا لکھوں۔ ہاں یہ مسرت کہ تم سے لایق شخص کی نظر میں
امیراللغات سب طرح سے اچھا اور ملک و زبان کی ضرورت کو پورا کرتا
ہوا جنچا۔

امیر فقیر۔ ۲۶۔ ستمبر سنہ ۹۱ء

پیارے زاہد دعائیں لو۔ تمہاری غزل پس جام شراب جب سے آئی کئی بار ارادہ ہوا کہ بناوں مگر اس موسم بارد میں میری طبیعت کو بار بار ہرج ہو جاتا ہے سنبھلنے نہیں پاتی کہ پھر بگڑ جاتی ہے اور یہ زمین بھی ایسی ہے کہ اسمیں سنبھل کر قدم رکھنا چاہیئے ناچار اسوقت یہ کارڈ رفع نگرانی کے واسطے بھیجتا ہوں غزل جب دیکھونگا تو بھیجونگا۔ تم سے خفگی کا کیا موقع ہے میں تمہاری لیاقت و صلاحیت و بے لوث محبت سے بہت ہی خوش ہوں اللہ تعالی تمہاری عمر و اقبال میں برکت دے۔ تم ہمیشہ اپنی خیریت اور ترقی اقبال و دولت سے مسرور کیا کرو۔ اور میری کوتہ قلمی کی تقصیر کو معاف کر دو۔ امیر اللغات میں مدد دینے سے ہاتھ نہ رکو یعنی جو کچھ ہو سکے وہ لکھا کرو اور ممنون و مشکور کیا کرو۔ اگر نجم الامثال کے سوا کوئی ذخیرہ مثلوں اور شان امثال کا ملے تو بڑا کام نکلے مثلیں تو خزینۃ الامثال میں ملتی ہیں مگر شان امثال نہیں ملتی۔ سوزاں مرحوم نے ایک زمانے میں وعدہ کیا تھا کہ اس کا مادہ میں دونگا۔ افسوس ہے کہ وہ چل بسے۔ گوہر انتخاب اور امیر اللغات کے باب میں کیا بات آپ پوچھتے ہیں مجھے یاد نہیں پھر لکھ بھیجئے۔ محمد احمد سلام نیاز عرض کرتے ہیں اور ان کے اور اخوان بھی اظہار شوق کرتے ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۱۳ جنوری سنہ ۱۸۹۲ء

پیارے زاہد۔ زہے شرب۔ جام شراب والی غزل اسوقت میں نے دیکھی اور درست ہو کر جو منہ لگا۔ مشکل زمین تھی مگر تم نے بہت اچھے اچھے شعر کہے اللہ تمہاری عمر میں برکت دے اور اقبال بڑھائے۔ میری طبیعت

اب تک صحیح نہیں ہے اور اس موسم بارد میں کہ ہم لوگوں کی طبیعتیں بہتی رہیں۔ ارحم الراحمین
رحم فرمائے۔ اور بتصدق رحمۃ للعالمین خاتمہ بخیر کرے۔ گوہر انتخاب کا
کوئی نسخہ ہے تو ضرور مگر ڈھونڈھکر دینا سکا البتہ دشوار ہے جسوقت کہیں نظر پڑ جائے گا ضرور
بھیجونگا۔ امیر اللغات کی جلد ثانی غالباً الف مقصورہ ہی پر تمام ہو۔ یا شاید بائے
موحدہ کا بھی کوئی ٹکڑا شریک ہو جائے۔ تم سے اگر ممکن ہو تو زبان کی اصلیت
کہ ابتدا کہاں سے یہ زبان پیدا ہوئی اور کن کن تغیرات کے بعد اس حالت کو پہنچی وغیرہ
وغیرہ لکھو۔ تذکرۂ آبحیات میں آزاد نے اور جلوۂ خضر میں صفیر نے اور گلستان
سخن میں مرزا صابر بخش شاہزادہ دہلی نے کچھ کچھ اس بحث کو لکھا ہے میں چاہتا ہوں
کہ امیر اللغات میں یہ بحث ان سے الگ اور نہایت شرح و بسط کے ساتھ
لکھی جائے مگر اس کے مادے کا پتہ نہیں لگتا کہ کن سے اخذ کیا جائے
تم کہیں سے ٹوہ لگاؤ۔ میں بھی فکر میں ہوں جو کچھ آزاد و صفیر وغیرہ نے لکھا ہے
امیر اللغات میں اس کی نقل کر دینے کو تو جی نہیں چاہتا۔ نئی باتیں بھی پیدا ہوں
اور ان کے ضمن میں یہ باتیں بھی سب آجائیں۔ اور عنوان تحریر کا ان سے
الگ ہو تو مضائقہ نہیں۔ الف کا گرنا جائز نہیں۔ ہندی کا الف جو آخر میں ہو وہ
گرتا ہے بعض شعرا نے جو ایسا کہا ہے وہ قابل استناد نہیں ہے کیونکہ اساتذہ
کی طرف سے وہ ہمیشہ مورد ایرادات رہے ہیں۔ مطلع میں میں نے دخل دیا ہے کہ
ہاتھ تک اس کے جو ہو دسترس جام شراب ٭ کیوں نہ اس ہاتھ سے ہو پھر ہوس جام شراب
دوسرے مصرع میں (اس ہاتھ سے) کی جگہ (پیمانوں کو) بنا دیا ہے کیونکہ لطف
اسیقدر مضمون میں ہے۔ کہ جب جام شراب کو یہ فخر حاصل ہے تو اس کے

ہاتھ تک پہنچائیے تو اپنے جام شراب کی ہوس پینے والوں کو کیوں نہو اور جب
اسی ہاتھ سے کہئے گا تو جام شراب کے اس ہاتھ تک پہنچنے کا فائدہ کچھ
نہ ہوگا۔ جرس کا کہرکنا فصحا نہیں کہتے۔ مقطع بھی بدل دیجئے۔ چشم بدور ابھی تمہارا
آغاز شباب ہی بڑھاپے کے مضمون کا ابھی کیا موقع ہے۔ اطفال فقیر داجب
گوار ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۲۰۔ جنوری سنہ ۱۸۹۲ء۔

محب عزیز من۔ دعائیں لو خط پہنچا۔ ممنون یاد آوری کیا بعض موانع سے
جنکا قصہ طول ہے اب تک امیر اللغات کے دوسرے حصہ کے چھپنے کی نوبت
نہیں آئی زمانہ دم نہیں لینے دیتا۔ نصف نظر ثانی سے باقی ہے غالباً بیس جزو کا یہ
حصہ بھی ہوگا اور صرف الف مقصورہ کا۔ امید کرتا ہوں کہ ۱۵ جون سے چھپنے
کے واسطے روانہ ہونا شروع ہو جائے گا اپنا حال کیا لکھوں پیری و صد عیب
آپ اپنی خیریت سے مطلع کرتے رہا کیجئے

امیر فقیر۔ ۹ مئی سنہ ۱۸۹۲ء

پیارے زاہد۔ الٰہی تم ہو اور دونوں جہاں کی لذتیں۔ دنیا میں تمام غوبات
سے محفوظ رہو اور عقبیٰ میں نعمات سے محظوظ مدت کے بعد محبت نامہ آیا میں
نے اس کو سینے سے چھپایا آنکھوں سے لگایا۔ جواب میں تاخیر اس وجہ سے
ہوئی کہ امیر اللغات کے دوسرا حصے نکلنے میں وقت سے تجاوز زیادہ ہو گیا
ہے اس لیے باوصف عدم صحت اور ضعف و نقاہت اسی حصے کی تکمیل میں
مصروف رہتی ہے اور کسی وقت اور کام کرنے کی فرصت نہیں ملتی چاہتا تھا کہ

وقت ملے تو تمہاری ہدایات بہت غور سے دیکھوں اور اردو کی تحقیق میں جو کچھ تمنے لکھا ہی اس پر اچھی طرح نظر کروں تو اس کے بعد جواب لکھوں مگر اسوقت تک ایسا وقت نہ ملا - یہ حصہ ثانی جس پر نظر ثانی ہو رہی ہی چھپنے کو بھیج لوں تو آپ کی تحریر کے ہر جزئے کو تدقیق نظر سے دیکھوں اور صاحبان راے موجودہ دفتر سے بھی بحث کرکے راے لوں - اس وقت ان سطور کے لکھنے سے صرف رفع نگرانی اور بالاجمال آپ کی شکرگزاری مقصود ہی مگر شکر تو ادا ہو نہیں سکتا اس کے عوض بھی اس اخلاص نامہ مختصر کو دعا پر ختم کرتا ہوں - الہی قابلیت و لیاقت و رشد سعادت و عمر و دولت روز افزوں

فقط آپ کی سچی محبت کا منت پذیر

امیر فقیر از ریاست رام پور روہیلکھنڈ

۱۷ جون سنہ ۱۸۹۲ء روز جمعہ

مجی سلام مسنون دعا مشحون - محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا تمہارے مرسلہ اوراق کی نسبت میرا یہ خیال نہیں ہی کہ بعد طبع حصہ دوم ان کو دیکھونگا بلکہ منشا میری تحریر کا یہ ہی کہ مسودے پر جو نظر ثانی ہو رہی ہی اس سے فراغ ہو لے تو ان اوراق پر نظر ڈالوں اور جو باتیں نئی اور مفید مطلب ہیں انکو اس میں چھپنے کے قبل داخل کردوں - ورنہ بعد چھپ جانے کے الف مقصورہ کے لغات کو دیکھنا کیا کام آسکتا ہی - پہلے خط میں تم نے لکھا تھا کہ ایک کتاب سنسکرت کی مفید لغت اردو دستیاب ہوئی ہے - یہاں کے یہاں علم سنسکرت کے متبحر ایک پنڈت ہیں اگر تم اس کتاب کا کوئی جزو

بھیجو تو یہاں پنڈت سے دریافت ہو سکتا ہی کہ یہ کتاب امیر اللغات کے لیے کہاں تک مفید ہی باقی ہیں تمہارے حسن لیاقت سے بہت خوش اور تمہاری سعادت و محبت و اعانت کا بہت ممنون ہوں فقط

امیر فقیر رام پور سٹیٹ - ۱۹ - جون ۱۸۹۲ء

مجی سلام و دعا - کارڈ پہنچا - مجھے خیال تھا کہ جو باتیں آپ نے دریافت کی تھیں اس کا جواب میں دے چکا ہوں مگر افسوس ہی کہ یا تو میرے یاد کی غلطی تھی یا میرا خط ڈاک میں تلف ہو گیا - اب لکھتا ہوں کہ امیر اللغات کا دوسرا حصہ بوجوہ اب تک چھپنے کو نہیں گیا - انشاء اللہ تعالیٰ اسی مہینے سے تھوڑا تھوڑا کر کے روانہ کیا جائے گا - آپ کے مرسلہ اوراق میں نے دیکھے اور جس جس جگہ سے مدد ملی اس سے فائدہ اٹھایا - مگر اردو کے لفظ میں بالفعل مختصر طور پر کچھ لکھدیا گیا ہی - اور ہمیشہ سے یہ خیال ہی کہ اس کی تحقیق علیحدہ لکھکر لغت میں لگائی جائے - کتاب ختم ہونے تک جسوقت موقع ملا یہ خیال پورا کیا جائے گا - اور آپ نے جو کچھ اس کی نسبت لکھا ہی وہ بھی آنکھوں کے سامنے رہیگا تاکہ مفید باتیں اس میں سے بھی چن لیجائیں - گوہر انتخاب جہاں سے ملسکتا ہی انکا پتا آپ کو لکھا جاتا ہی - میرے پاس کوئی جلد اسکی نہیں ہی - امیٹھی نبد گی میاں کی - ضلع لکھنو - قاضی سید تصور حسین صاحب آپ ان سے ویلو پی ایبل خواہ ٹکٹ بھیجکر منگوا لیجئے - ایک روپیہ سے کم قیمت ہی ٹھیک یاد نہیں - اپنی خیریت سے ہمیشہ مسرور فرماتے رہیئے - خدا آپ کی عمر دراز کرے فقط

امیر فقیر ۳ - اگست ۱۸۹۲ء

سعید و رشید دارین عزیزی سید زاہد حسین کو ترقی عمر و اقبال کی
دعائیں۔ محبت نامہ پہنچا۔ اور اس کے ساتھ وہ الفاظ بھی پہنچے جو آپ نے کسی
ڈکشنری سے منتخب کر کے لکھے ہیں۔ میں آپ کی اس محبت و سعادت اور
امیر اللغات کے ساتھ دلی ہمدردی اور اس کی امداد کے خیال کا بہت بہت
شکریہ ادا کرتا ہوں۔ افسوس ہے کہ نصف ٹکڑا دوسرے حصہ کا ۱۵ ستمبر کو
چھپنے کے لیے روانہ ہو چکا لیکن پھر بھی جہاں تک اس ٹکڑے میں الفاظ کا بڑھانا
ممکن ہوگا کوشش کیجائے گی اور یہ ٹکڑا تو اب تک یہاں موجود ہے۔ میں استقرا
کلام اور لغات سے عوام اور خواص کے وہی الفاظ لیتا ہوں جو اردو
لغت کی شان پر بیٹھتے ہیں۔ آپ کے مرسلہ الفاظ میں بھی جو لفظ ایسے
ملیں گے داخل لغت کئے جائیں گے۔ میں نے بہت دنوں ملک کی رائے
پر کام کرنا چاہا مگر باہم رایوں کا اختلاف اسقدر ہوا کہ میں عاجز آگیا۔ چند
نازک خیال اور عالی دماغ احباب نے یہی راے دی کہ ان جھگڑوں میں لغت
تالیف سے رہجائے گا۔ صرف اپنی راے کو دخل دینا چاہیے۔ ملک سے
بہت دنوں صلاح و مشورہ کیا گیا۔ ناچار میں اب اپنی ہی رائے سے کام
لیتا ہوں اور جو عزیز یا دوست میری مدد کرتا ہے اور اپنی کوئی صائب راے
ظاہر کرتا ہے اس کا شکر گزار ہوتا ہوں اور اس کی راے ماننے نہ ماننے میں
ہٹ دھرمی نہیں کرتا۔ جن لغات متروک کے آپ نے نام لکھے وہ سب
اور ان کے علاوہ اور بھی اس دفتر میں موجود ہیں اور پیش نظر رہتے ہیں۔ مجھے
یہ نہیں معلوم ہے کہ کون کونسے اخبار اس زمانے میں امیر اللغات کی نسبت

لڑتے جھگڑتے ہیں۔ اکمل الاخبار نے تھوڑے دنوں سے لکھنا چھوڑ دیا آزاد۔ ریاض الاخبار۔ نجم الاخبار۔ سرمور گزٹ۔ اور وفادار اس دفتر میں بھی آتے ہیں۔ ان اخباروں میں مدت سے کوئی بحث اس قسم کی نہیں چھپی۔ آزردگی۔ آسودگی۔ آشفتگی آوارگی۔ یہ سبب قاعدے کی بنا پر چھوڑ دئیے گئے۔ اور آزادہ رو۔ آفس۔ آفیسر۔ آوارہ مزاج۔ آنچل ڈھلنا بیشک امیر اللغات میں نہیں ہیں بعض تو اختلاف رائے کی وجہ سے عاجز ہو کر چھوڑ دئیے مثلاً آفس کہ اس کی جگہ کچہری اور دفتر کا لفظ موجود ہے جو آدھی انگریزی اور آدھی اردو بولتے ہیں زیادہ انہیں کی زبانوں پر یہ لفظ ہے۔ اور آفیسر لکھنے کی کوئی وجہ نہتی۔ افسر موجود ہے اور اس کا ذکر حصے میں لکھا گیا ہے۔ اور بعض نقص استقرا سے رہ گئے۔ یہ الزام بیجا ہے اس کا دعوی کبھی نہیں کیا گیا کہ امیر اللغات میں کوئی لفظ چھوٹ نہ جائیگا کیونکہ یہ محال ہے۔ بڑے بڑے فارسی اور عربی کے لغات موجود ہیں جن میں روزمرہ کے صدہا الفاظ نہیں ملتے۔ صراح وغیرہ پر دس ہزار لغات صاحب قاموس نے بڑھائے۔ صاحب غیاث اللغات نے کیا کچھ کوشش نہیں کی مگر پھر بھی صدہا الفاظ نہیں ملتے۔ اردو میں اس وقت جتنے لغت لکھے گئے ہیں انکا یہی حال ہے کہ پہلے میں دس لغت ہیں تو دوسرے میں بیس تیسرے میں پچاس ہیں تو چوتھے میں سو۔ ہاں ہم نے یہ قصد کر لیا ہے کہ جو لغات حصہ چھپنے کے بعد چھوٹے ہوئے معلوم ہوں گے وہ سب ایک جگہ جمع ہوتے جائیں گے اور

ختم کتاب کے بعد ایک ضمیمہ ان کا لگا دیا جائے گا - جیسا کہ صاحب برہان قاطع نے کیا ہے -

غزلوں پر اصلاح ہونے کی نسبت جو آپ نے لکھا ہے بہتر تو یہی ہے کہ مہینے ڈیڑھ مہینے میں میں اس حصے سے فراغت پا جاؤنگا اس وقت آپ دو دو ایک ایک کرکے بھیج دیجئے گا - اور اگر کسی غزل پر اصلاح کی نہایت ضرورت ہو تو مجھے آپ کے لیے اس حال میں بھی عذر نہیں ہے - زیادہ بجز دعاے سرسبزی دارین اور کیا لکھوں میری طبیعت اچھی نہیں رہتی ہے اس سبب سے ہر کام میں اور بھی دیر ہوا کرتی ہے - لڑکے اور ارباب دفتر سلام نیاز کہتے ہیں -

امیر احمد عفی عنہ - ۲۷ ستمبر سنہ ۹۲ء رام پور اسٹیٹ

پیارے زاہد - میں تم سے اسقدر محجوب ہوں کہ کئی دن سے تم کو خط لکھنے کا قصد کرتا تھا مگر ندامت کسی طرح اجازت نہ دیتی تھی اس اتفاق کو میں نہایت ہی افسوس کے ساتھ لکھتا ہوں کہ تمہاری غزل مگس جام شراب کھو گئی - ہمیشہ سے یہ قاعدہ تھا کہ کاغذ گیر میں غزلیں اور خطوط احباب و اعزہ کے رکھے جاتے تھے مگر کبھی کوئی خط یا غزل ضائع جانا یاد نہیں آتا - اتفاق سے تم نے جو وہاں غزل کا مسودہ کھو دیا تو مجھ سے بھی یہاں صاف شدہ غزل جاتی رہی - افسوس صد افسوس - میں نے کوئی دقیقہ تلاش کا اٹھا نہیں رکھا مگر غزل نہ ملنا تھا نہ ملی - اب نہایت ہی قلق اور ندامت کے عالم میں تم کو یہ کارڈ اس لیے لکھتا ہوں کہ تم مسودے کو خوب ہی تلاش کرو اور

اگر تمہاری جستجو بھی ناکامیاب رہی تو حافظے پر خوب زور دیکر شعر یاد کرو
اور پھر غزل پوری کر کے مجھے بھیجدو تو دیکھ لوں اب تک مجھے یہ امید لگی ہوئی
ہی کہ تمہاری کوشش سے غزل پھر پوری ہو جائے گی اور اگر خدانخواستہ
تم کو مسودہ نہ ملا اور حافظے نے بھی کمی کی تو مجھے اور بھی رنج ہوگا۔ افسوس
کیسی زمین میں تم نے کیسے کیسے شعر لکھے اور میں ان کو دیکھکر جی خوش بھی نکرنے
پایا۔ رات دن میں کئی کئی بار یہ غزل مجھے یاد آتی ہی اور گھنٹوں قلق رہتا ہی
خدا کرے مسودہ تمہارے پاس نکل آئے یا شعر پورے پورے یاد آجائیں
تو میرا جی خوش ہو۔ زیادہ دعا کے سوا کیا لکھوں فقط

امیر فقیر۔ ۲۔ نومبر ۹۲ ؁ء

رام پور مرادآباد

پیارے زاہد۔ عرصہ ہوا کہ میں نے ایک معذرت نامہ تم کو لکھا تھا کہ
تمہاری غزل مگس جام شراب بقفس جام شراب مجھ سے کھو گئی۔ اس کا مسودہ
اچھی طرح تلاش کرو اور پھر غزل بھیجدو۔ اور اگر خدانخواستہ مسودہ نہ ملے تو
یاد کر کے غزل پوری کرو۔ اب تک تم نے جواب نہیں لکھا اس سے تردد
اور تعجب ہی۔ تردد تو اس وجہ سے کہ خدا جانے تمہارا کیا حال ہی نصیب اعدا
کچھ مزاج تو ناساز نہیں ہو گیا ہی۔ اور تعجب اس کا ہی کہ اگر تمہاری طبیعت
اچھی ہی تو کیا باوجود کمال معذرت اور اظہار ندامت کے تم مجھ سے
اسقدر خفا ہو گئے ہو کہ مجھے خط لکھنا ہی پسند نہیں کرتے۔ ایک خیال
یہ بھی ہوا ہی کہ شاید وہ معذرت نامہ تمکو پہنچا ہی نہو۔ بہر حال اسکو دوسرا

معذرت نامہ بھیجو۔ اور براے خدا اپنی خیریت مزاج سے بہت جلد مطلع کرو۔ میں اپنا حال کیا لکھوں روز بروز بتر ہی۔ امراض قدیمہ اور بعض شکایات جدیدہ کے شدائد میں مبتلا ہوں۔ اللہ تعالی رحم فرمائے۔ لغات کا دوسرا چھپ رہا ہی۔

امیر فقیر۔ ۱۴۔ دسمبر ۱۸۹۲ء

پیارے زاہد۔ شافی مطلق تم کو شفاے کامل عطا فرمائے اور اصلی طاقت و توانائی جلد عود کر آئے۔ اتنے دنوں تک تمہارا خط نہ آنے سے جو دہڑکا بار بار دل میں سماتا تھا آخر تمہارے خط سے تفصیل کے ساتھ اس کی صلیت معلوم ہوئی اور بیمار اور زار و نزار دل کو بہت ہی افسوس ہوا میں کہتا ہی تھا کہ زاہد صاحب دیرینہ میرے خطوط کا جواب نہ لکھے اسکے کیا معنی۔ ہو نہو کوئی مانع توی ضرور ہی۔ معاذ اللہ تمہارے خط ہی کو دیکھکر تمہارا اوپر شدائد امراض اور ان سے حد سے ضعف اور ناتوانی کی تصویر آنکھوں میں پھر گئی۔ افسوس تم نے بہت تکلیف اٹھائی مجھ بوڑھے سے اور کیا ہو سکتا ہی سوا اس کے کہ تمہاری صحت اور تندرستی کے لیے ہمیشہ دعا کروں۔ امراض اور افکار و آلام نے مجھے بالکل نکما کر دیا ہے عجب کاہش اور بےچینی کے ساتھ زندگی کے دن کاٹ رہا ہوں اللہ تعالی خاتمہ بخیر کرے۔ تم بھی میرے حق میں دعاے خیر کرو۔ جوان صالح ہو۔ آل رسول ہو۔ زاہد ہو۔ امیر اللغات کا دوسرا حصہ چھپ رہا ہی صاحب مطبع یقین دلاتے ہیں کہ آخر فروری تک چھپ جانے گا

اس زمانے والے بہت سے لایق عزیز اور احباب شانِ نثل لکھنے کے مخالف ہیں مجبوراً اس کو ترک کر دیا ہے۔ اب میں دعا پر اس خط کو ختم کر کے تم سے استدعا کرتا ہوں کہ اپنی کیفیت مزاج سے جلد جلد مطمئن کرتے ہو خود لکھنے میں اگر خدانخواستہ اب بھی تکلیف ہو تو کسی اور ہی سے ایک کارڈ لکھوا دیا کرو فقط

امیر فقیر۔ ۲۷ جنوری ۱۸۹۳ء رامپور سٹیٹ

الٰہی پیارے زاہد کو مکروہات سے محفوظ اور مرغوبات سے محظوظ رکھ۔ آمین۔ دعا ہو چکی مدعا یہ ہے کہ مدت کے بعد تمہاری تحریر دلپذیر مسرور افزائے خاطر فاتر ہوئی۔ ازالۂ مرض سے اطمینان ہوا حق تعالےٰ قوت کا مژدہ بھی جلد سنائے۔ غزلیں دیکھیں بقدر ضرورت بنائیں بارک اللہ ایسی پتھر زمین میں کیا نازک شعر کہے ہیں اور کتنے کہے ہیں کہ جی ہی جانتا ہے اگر اجازت انتخاب دو اور پھر چاروں غزلیں لکھوا کر مجھے بھیجدو تو میں ریاض الاخبار وغیرہ میں چھپوا دوں تاکہ لوگ دیکھیں کہ ایسی پامال اور سنگلاخ زمینوں میں اب بھی ایسے ایسے پھولنے پھلنے والے موجود ہیں شان اثمال ہیں میں نے یہ رائے قرار دی ہے کہ جس حکایت میں خلاف عقل و عادت کوئی بات بنود وہ ضرور لکھی جائے۔ میرا گمان ہے کہ مانعین یہی وہی لوگ اکثر ہیں جو نیچر کے خلاف امور پر معترض ہیں۔ میں ہاتھ کے مرتعش ہونے سے اب اپنے ہاتھ سے کم لکھتا ہوں دست و قلم کے قابو میں نہ ہونے سے لکھنے میں دقت بھی ہوتی ہے اور خط بھی بدنما ہوتا ہے۔ جی بھی گھبراتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جلیل

آپ سلمہا اللہ سے لکھوا دیا کرتا ہوں۔ کلام بھی انہیں لوگوں سے سنتا ہوں اور جو کچھ بتاتا ہوں یہی لوگ لکھ دیتے ہیں۔ یہ چند سطریں تمنائے سے لیے اپنے قلم سے لکھی ہیں جنہیں نہ رخ حرفوں کے درست ہیں نہ کرسی صحیح۔ الفاظ ثلاثہ میں ساکن کو متحرک کرنیکا قاعدہ عام نہیں ہے بلکہ جسقدر اساتذہ نے تصرف کرلیا ہے قدر جائز ہے۔ اور خواجہ نصیر مرحوم کا کلام استناد کے لیے کافی نہیں ہے۔ قادر سخنان فارس نے کہا ہوتا تو مضائقہ تھا۔ معہذا خواجہ نصیر نے قدس بمعنی پاک نہیں کہا ہے بلکہ قدس ایک شہر کا نام تھا وہاں کے دشت کو کہا ہے اور وحشی نے ترے دشت قدس کی تیلیاں۔

مستوں کی چشم مست کی مژہ کو مگس جام شراب سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ لیکن ایسی تشبیہات میرے نزدیک کراہت سے خالی نہیں شعرا نے خال کو مگس سے تشبیہ دی ہے۔ اور بحر نے باعتبار نیش کے زنبور کے ساتھ تشبیہ دے لی ہے۔ محمد احمد مع اخوان ما وجب رسال ہیں۔

تمہاری محبت کا منت پذیر
فقیر امیر ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء
روز یکشنبہ رامپور مراد آباد

محب دلنواز سلمکم اللہ تعالی۔ سلام مسنون اخلاص و دعا شوق کے بعد مدعا نگار ہوں۔ کہ بہت دن ہوئے کہ تم نے اپنی خیریت سے مجھکو مسرور نہیں کیا۔ کیا کہوں تعلق خاطر کسقدر تکلیف دہ ہے۔ دو مہینے کے قریب قریب ہوتا ہے کہ تمہارا سعادت نامہ آیا تھا اور اس کے ساتھ اس دو غزلے کی نقل

تھی جو یہاں گم ہوگیا تھا میں نے بڑی کوشش سے ان غزلوں کو دیکھا
اور فوراً تمہارے پاس روانہ کیا سخت تعجب ہی کہ تمہارے یہاں سے انکی
رسید تک نہ آئی آجتک انتظار کیا گیا۔ اب انتظار کی بھی گنجایش نہیں
رہی تو یہ خط لکھنے کی نوبت آئی چونکہ اس خط میں تمنے اپنی علالت کا ذکر
لکھا تھا اس خیال سے اور بھی تردد سوہان روح ہی۔ امید کہ دو حرف
خیریت کے لکھکر بہت جلد مطمئن کرو۔ جب تک تمہارا خط آنہیں لیتا
تسکین نہیں ہوتی ہی۔ میرے افکار و آلام کی اس زمانے میں کوئی حد نہیں ہی
ایک تو میں اپنے عوارض جسمانی ہی سے مورد مصائب و آفات رہا کرتا
ہوں دوسرے بندہ زادہ کلاں منشی محمد احمد کی خاتون نے ۲۴۔ شعبان
کو رحلت کر کے مجھے اور بھی چور کر ڈالا۔ اس قیامت نما سانحے سے
جو روحانی صدمہ پہنچا ہی وہ بیان نہیں ہو سکتا۔ مگر مشیت ایزدی پر
سوا صبر اور شکر کرنے کے چارہ ہی کیا ہی۔ آخر میں پھر تم کو لکھتا ہوں
کہ میرا یہ خط پا کر خیریت نامہ لکھنے میں دیر نکرنا او مجھہ آزار رسیدہ کو
تکلیف پر تکلیف نہ دینا فقط

امیر احمد مینائی عفی عنہ۔ ۹۔ اپریل ۱۸۹۳ء
رامپور سٹیٹ

محبی زاد اخلاقکم۔ سلام مسنون اخلاص مودعا مشحون۔ محبت نامہ آیا
دل کا سرور بڑھایا۔ اس سے پہلے ہی خط آپکا آیا تھا ہجوم مکارہ سے
جواب لکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ میرے آلام و اسقام کی کیفیت بدستور

باوجود رنجوری و معذوری کے میں نے آپ کی غزل دیکھی۔ بارک اللہ اچھے اچھے شعر کہے ہیں۔ امیر اللغات کا دوسرا حصہ چھپ گیا۔ کچھ جلدیں اسکی مطبع سے بھی آگئیں۔ یہ حصہ بھی مثل حصۂ اول کے ۲۰ جزو میں نکلا اب حرف (ب) میں حصہ ثالث کی ترتیب ہورہی ہے۔ صنمخانہ عشق ابھی تک طبع نہیں ہوا۔ نورچشم ممتاز علی چھپوانے کی فکر میں ہیں۔ جسوقت چھپے گا آپ کو ضرور پہنچے گا۔ میں اس سے بہت خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحت تامہ عطا فرمائی۔ اب جو کچھ شکایت باقی ہو خدا کرے وہ بھی جلد رفع ہو جاوے۔ امید کہ اپنی خیریت سے اور اس غزل کی رسید سے بہت جلد مطمئن کیجئے۔ نورچشم محمد احمد مع اخوان ماوجب رساں ہیں۔ عزیزی ممتاز علی تسلیم کہتے ہیں۔ اردو میں راہ باٹ تو کوئی بولتا بھی ہے فقط باٹ یعنی انتظار تو زرا بھی مستعمل نہیں ہے۔ مگر یہ کہ حرف (پ) میں آپ سے جو کچھ بن پڑے بے تامل مدد دیجئے۔ یہ حصہ بھی آپ کی سعی و اعانت سے خالی نرہا۔ فقط

امیر فقیر۔ ۱۹ مئی سنہ ۱۸۹۳ء۔ ریاست رامپور

سعید کونین مولوی ناصر حسین کو دعائیں۔ نورچشم خورشید احمد پٹیالے سے آتے تھے ایک صندوق برگ میں تھا۔ اتنا موقع نہ ملا کہ سہارنپور میں اسکی بلٹی بدلواتے اس لیے وہ صندوق وہیں کے اسٹیشن پر رہ گیا۔ اس کی بلٹی اس خط میں ملفوف ہے آپ تکلیف کر کے اس بلٹی کے ذریعہ سے صندوق کو منگوا کر مراد آباد دیر تک بھیج دیجئے۔ اور صندوق پر یہ پتہ لکھدیا جائے "منشی

امیر احمد مینائی۔ ریاست رامپور۔ دفتر امیر اللغات" اور بلٹی اسکی ایک خط میں عبد الکریم خاں کے پاس اس پتہ سے بھیجدیجئے "منشی عبد الکریم خاں منصرم جایداد سرکار رامپور متصل تحصیل شہر مراد آباد۔ منصرم صاحب مراد آباد کے اسٹیشن سے وہ صندوق وصول کر کے مجھے رام پور بھیجدیں گے۔ باقی بعنایت الہی خیریت ہے۔ غزل کی رسید سے اب تک آپ نے مطلع و مطمئن نہیں کیا فقط

امیر فقیر۔ ۲۷ مئی ۱۸۹۳ء۔ رامپور

پیارے زاہد۔ پہلے تمہارا بھیجا ہوا نایاب تحفہ اور ہدیہ پہنچا اس کے بعد کارڈ آیا۔ تمہاری محبت و سعادت کا دل سے ممنون ہوں۔ خدا تم کو دونوں جہاں میں سر سبز اور سرخرو رکھے مجھے اس کا افسوس ہوا کہ تمنے کس تپاک اور محبت سے مجھے تحفہ بھیجا اور وہ خراب خستہ مجھ تک پہنچا۔ خدا جانے کیا پیچ پڑ جاتا ہے کہ اس قسم کے تمام پھل اور میوے خراب ہو کر یہاں پہنچتے ہیں ملیح آباد سے ہر سال مجھے بشیر احمد خاں چن چن کر آم بھیجتے ہیں مگر یہاں اسقدر خراب ہو کر پہنچتے ہیں کہ کھانے سے ملیح آباد کے آم نہیں معلوم ہوتے۔ ہر آم کسی جگہ سے پچا ہوتا ہے اور کسی جگہ بالکل داغی اور سڑا ہوتا ہے۔ یہی حال اس تحفے کا بھی ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ دام خراب کرنے سے کیا فائدہ آیندہ تکلیف نکرنا تمہارے منہ سے ہی جائے اس کا کیا نتیجہ۔ گوہر انتخاب میں بہت سے اشعار وہی ہیں جو مجھے وقتاً فوقتاً تلف شدہ دیوان کے یاد آتے گئے۔ یہ دیوان غدر میں تلف ہو گیا۔ انتخاب یادگار ایک شخص کے پاس ہے مگر تین روپیہ سے

کم نہیں دیتا۔ سرکاری کتب خانہ سے ملنا اب دشوار ہی۔ سرمۃ البصیرت چھپی نہیں قلمی ہی۔ غزل میں نہایت خوشی سے دیکھ لونگا۔ اس لیے کہ تمہاری غزل ہی۔ مگر مصرع لگانے سے مجھے معاف کرو۔ اب میں بالکل شعر نہیں کہتا۔ میرا آخر زمانہ ہی۔ شعر سے نفرت ہوگئی ہی فقط

امیر فقیر ۲۴۔ جون سنہ ۹۳ء

پیارے زاہد۔ سہارنپوری میووں کی پٹاری پہنچی۔ جسقدر تمہاری محبت اور سعادت سے مسرت ہوتی ہی اتنا ہی افسوس اس بات کا ہوتا ہی کہ میوہ گل سڑ کے مجھ تک پہنچتا ہی میں نے اسی خیال سے تم کو ممانعت لکھی تھی مگر تمہارے جوش محبت و سعادت نے کسی طرح نہ مانا اور پھر دام برباد گئے۔ پٹاری جس وقت پہنچی ہی تو اس سے زرد آلو اور آلوچے وغیرہ کا عرق ٹپک رہا تھا کھول کے جو دیکھا تو تمام پھل سڑ گئے تھے۔ گلاب جامن میں کیڑے پڑ گئے تھے سو بس اب برائے خدا میووں کے بھیجنے کا کبھی ارادہ بھی نہ کرنا۔ یہ میوے لطیف الطف ہیں ان کو زیادہ قیام اور پائداری نہیں ذرا سی تاخیر میں بگڑ جاتے ہیں

اب افسوس کی کہانی کے بعد میں تمہارے خط کا جواب لکھتا ہوں کہ انتخاب یادگار انشاء اللہ تعالیٰ خرید کر جلد بھیجدیا جاوے گا۔ آج منی آرڈر بھی تمہارا مرسلہ پہنچ گیا ہی۔ غزل پر مصرع لگانے کا اگر تم کو ایسا ہی اصرار ہے اور تمہاری یہی خوشی ہی تو غزل بھیجدو میں لیتے دیکھوں اور جب زمانہ موقع دے اور فرصت ہو تو مصرع لگاؤں۔ امیر اللغات کا تیسرا حصہ مرتب اور مکمل کیا جاتا ہی۔ کوشش کیجائے گی کہ ب کے لغات اسی میں آجائیں

لیکن اسوقت تک تو یہی معلوم ہوتا ہی کہ کل لغات ب کے اسمیں نہو نگے
لغت کی خوبصورتی بڑہانے اور کسیقدر اختصار کی راہ میں سنے یہ نکالی
ہی کہ اب صرف وہی مفردات اور مرکبات وغیرہ لکھے جائیں جو زبان پر
راتدن کی بولچال میں ہوں جنہیں نظم ونثر کی تخصیص ہی وہ چھوڑ دئیے جائیں

تمنے تو فرس جام شراب۔ اور تفس جام شراب میں دریا بہا دئیے اب
ذرا طبع رواں کو روکو۔ فرصت کے وقت دو دو چار چار شعر کرکے دیکھہ
لونگا۔ خاطر جمع رکھو۔ مگر یہہ کہ اب قفس جام شراب سے اپنے مرغ فکر کو
رہائی دو۔ ہر زمین میں اشعار کی تعداد غزل سے نہ بڑہ جانا چاہیئے۔
ہر زمین کا ایک پیمانہ ہوا کرتا ہی جہاں اس سے بڑہ جاتی ہی بدنمائی آجاتی
ہی۔ اور یہہ بھی یاد رکھو کہ سنگلاخ زمینوں میں لاکھ کوشش کیجاے
مگر مزیدار شعر ایسے نہیں ہوتے کہ سننے والے چٹخارے بھرنے لگیں
اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تمہارا سا مزیدار شاعر اپنا وقت ایسی شورو
لاحاصل زمینوں میں نہ صرف کرے۔ لو چدار زمیں اختیار کرو تو دیکھو کیا
مزا آتا ہی۔ تمہاری غزلیں بہت اچھی ہوگئی ہیں اور کلام میں ماشاء اللہ
صفائی آگئی ہی۔ اب اس زمین کو بھی چھوڑ دو اور ہمیشہ کے لیے ایسی زمینوں
کو ترک کرو۔ نور چشم محمد احمد اور ممتاز علی تسلیم گزار ہیں۔

اینہر تقیر ۳۰ - جون ۱۹۱۳ء

ریاست رامپور مرادآباد

مجی سلام ودعا۔ آپ کا کارڈ مشعر اوراک خیریت آیا ممنون ومسرور

یاد آوری کیا۔ آج کل میری کاہشیں ہمیشہ سے بڑی ہوئی ہیں۔ اپنے امراض میں تو کوئی جدید شکایت نہیں ہے۔ مگر بیمار داریوں کی کثرت سے چور ہو رہا ہوں اسی سبب سے آپ کو دو سطروں کا خط بھی نہ لکھ سکا۔ عکس جام شراب والی غزلیں بڑی احتیاط کے ساتھ رکھی ہوئی ہیں ذرا اطمینان ہو لے تو انہیں دیکھکر بھیجوں۔ آپ مطمئن رہیں اور کچھ روز اور معاف فرمائیں۔ آپ کی خیریت زیادہ دن تک نہ معلوم ہونے سے مجھے بھی تعلق ہے۔ بہتر ہے امید کہ جلد جلد رفع نگرانی کرتے رہئے۔ عزیزی ممتاز علی اپنے ایک عزیز کے بیمار ہو جانے سے وطن گئے ہیں۔ نورچشم منشی محمد احمد مع اخوان وجب رساں ہیں فقط

امیر فقیر - ۸- اگست ۱۸۹۳ء

محبی سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ مدت کے بعد آج اسکی نوبت آئی کہ میں نے آپ کی یہ غزلیں دیکھیں اور آپ کی طباعی اور زورآوری فکر پر آفریں کی۔ خداوند تعالی عمر و اقبال میں برکت دے۔ غزلیں پہنچتی ہیں رسید سے مطمئن کیجیے اور اپنی خیریت سے جلد جلد آگاہ کرتے رہئے کہ مجکو آپ سے بڑی قوت رہتی ہے اور میں بسبب ہجوم مکارہ کے اپنی کم خدمتی سے منفعل رہتا ہوں۔ آپ سے عفو کی امید ہے۔ غزل میں شعر اسقدر گنجان اور جگہ تنگ کر کے آپ لکھتے ہیں کہ اصلاح دینے اور وجوہ لکھنے میں ذرا دقت ہوتی ہے۔ آئندہ سے واضح ہونا چاہئے چند شعروں پر بے اختیار قلم سے صاد نکل گیا ہے آپ یہ خیال نکریں کہ یہی چند

شعر انتخاب ہیں ان غزلوں میں بہت سے شعر منتخب ہیں۔ سب عزیز و احباب
ما وجب سال ہیں فقط

امیر فقیر عفی عنہ۔ ۲۵ اگست ۱۸۹۳ء

مجی۔ سلام مسنون دعا مشحون۔ مدت ہوئی کہ آپ کی غزلیں دیکھ کر میں نے
بھیجدیں۔ آج تک ان کی رسید آپ نے نہیں لکھی اگرچہ اس کا لفافہ بنظر
احتیاط بیرنگ کر دیا تھا۔ مگر پھر بھی رسید نہ آنے سے تردد ہے خدا کرے
وہ غزلیں آپ کو پہنچ گئی ہوں اور آپ خیر و عافیت سے ہوں۔ امید کہ
اپنی خیریت کے ساتھ غزلوں کی رسید سے مجکو مطمئن کیجئے کہ جی لگا ہوا ہے
ان دنوں مجھے حبس بول کا سخت دورہ پڑا تھا حتی کہ قاثاطیر کی نوبت آئی اس
روز سے تکلیف اور بے چینی معمول سے بڑھی ہوئی ہے اللہ تعالی رحم فرمائے
مکرر یہ کہ اپنی خیریت سے بواپسی ڈاک مطمئن کیجئے۔ مجھے آپ کی قابلیت و
سعادت مندی سے آپ کے ساتھ ایک ایسا علاقہ معنوی ہے کہ ہمیشہ داعی
خیر اور آرزومند ادراک حالات خیریت آیات رہتا ہوں۔ آپ کو بھی میری
تکلیف کا خیال کرنا چاہئے بلا ضرورت بھی خط لکھ بھیجا کیجئے۔ لغت کا تیسرا حصہ
زیر تالیف ہے۔ اپنے حسن قابلیت سے اس میں امداد کی جلد کوشش کیجئے
اس لئے کہ حصہ جب ترتیب پا چکتا ہے تو پھر چاپ کا اس میں ترتیب دینا مشکل
ہوتا ہے۔ فرزنداں و احباب فقیر با وجب رسال ہیں۔

امیر فقیر عفی عنہ
ریاست رامپور ۱۲ ستمبر ۱۸۹۳ء

پیارے زاہد۔ اللہ تعالیٰ عمر و اقبال میں برکت دے اور خوش رکھے۔ آپ نے کئی خط لکھے ہیں ایک کا بھی جواب نہ دے سکا اب پیری و ضعف و بیماری کی حد نہیں رہی حبس بول کے دورے جلد جلد پڑتے ہیں۔ آٹھ نو روز ہوئے سخت دورہ پڑا تھا۔ دو بار سلائی ڈالی گئی۔ کئی روز تک خون آیا کیا۔ اب دو تین دن سے افاقہ معلوم ہوتا ہے۔ نور چشم محمد احمد اور برادر زادہ کلاں لیاقت حسین مہینوں سے صاحب فراش ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صحت دے۔ آپ اپنی خیریت سے کبھی کبھی مسرور کرتے رہا کیجئے۔ فرزندان حقیر اور عزیزی ممتاز علی تسلیم رساں ہیں۔ فقط

امیر فقیر۔ ۴۔ نومبر ۱۸۹۳ء رامپور

محب دلنواز۔ سلام و دعا۔ کارڈ پہنچا مگر امیر اللغات کے لیے جو اجزا آپ نے روانہ کرنے کو لکھا ہے وہ اب تک نہیں پہنچے۔ خدا کرے آپ نے کسی وجہ سے اب تک روانہ نہ کئے ہوں اور راہ میں گم نہ ہوئے ہوں۔ امیر اللغات کا تیسرا حصہ ترتیب و تالیف ہو رہا ہے۔ اب تک کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ صرف ب پر ختم ہو جائے گا یا پ کا بھی کوئی جزو شریک کرنا پڑیگا (تو) کی تذکیر و تانیث ہی کیا مگر حسب محل استعمال کی رو سے آپ پوچھتے ہیں اس جگہ تو ہی کہیں گے کہ "اس نے مجھے تو کہا" لیکن اس سے تذکیر و تانیث تو کی نہیں پیدا ہوئی بلکہ اس جگہ لفظ (لفظ) مقدر ہوتا ہے جیسے اس نے مجھے عورت کہا دیکھئے عورت کو قطعی مونث ہے وقس علی ہذا۔ زیادہ سوا آپ کی شکر گزاری سعادت کے اور کیا لکھوں۔ ممتاز علی تسلیم

رساں ہیں۔

امیر فقیر رام پور۔ ۹۔ دسمبر ۹۳ء

پیارے زاہد۔ خدا تم کو دونوں جہاں کی نعمتیں عطا فرمائے اور خوش و خرم رکھے۔ امیر اللغات کے تیسرے حصہ کی ترتیب ہو رہی ہی ابھی نظر ثانی باقی ہی۔ اس لیے جو کچھ مسالا تمنے بھیجا ہیں نہایت مسرت کے ساتھ اس کا شکر گزار ہوں۔ تمنے مکرر محنت کر کے اپنے اور میرے افسوس کو قریب قریب مٹا دیا جو لکلے پمفلٹ کے ضائع ہو جانے سے تھا۔ اشعار سند میں نہ دئیے جائیں اس کو تو میں خود بھی پسند نہیں کرتا چاہیے کوئی کتنی ہی مخالفت کرے اور مجھے یاد بھی نہیں آتا کہ کسی نے مخالفت کی ہے ہاں اول حصے میں جس کثرت سے شعر دئیے گئے تھے تو وہ ضرورت سے زیادہ نظر آتے تھے اسی لیے کمی ضرور ملحوظ ہی۔ اور یہ بات بھی ہی کہ فقرہ جسقدر محل استعمال کو ٹھیک ٹھیک بتاتا ہی شعر سے اتنا واضح نہیں ہوتا۔ اس لیے شعر کم کر کے فقرہ خوبصورت بن پڑتا ہی تو وہی درج کیا جاتا ہی۔

شان مثل کی نسبت اسوقت میں کوئی قطعی راے نہیں قائم کر سکتا اس کو پھر سوچکر تمہیں مطلع کرونگا۔ حضور پر نور کی شادی رچی ہوئی ہی۔ میں اگرچہ اپنے امراض کے سبب سے شرکت سے محروم ہوں تاہم بعض اسباب سے فرصت کم ہی۔ اور طبیعت فرمائشی نظم و نثر کی طرف متوجہ ہونے سے بہت کم لغت کی طرف مصروف نہیں ہوتی ہی۔ انشا اللہ تعالی تمہارے رسالہ استقرا کو بنظر غور دیکھکر جو کچھ موجودہ مسودے پر بڑہ سکے گا بڑہا دونگا۔

باقی دعا کے سوا کیا لکھوں۔ امید ہی کہ براہ محبت و سعادت اپنی خیریت سے ہمیشہ مطلع و مسرور کرتے رہوگے فقط

امیر فقیر۔ ۲۰۔ فروری ۱۸۹۴ع رامپور

پیارے زاہد۔ حضور پر نور کی شادی بخیر و خوبی ہوگئی۔ ۲۶۔ فروری عقد کی مبارک تاریخ تھی۔ اگرچہ مجھے افکار و امراض سے نجات نہیں بلکہ روز ترقی ہی ہوتی جاتی ہی۔ خصوصاً اس ماہ مبارک میں۔ تاہم بقدر امکان تمہارا کلام دیکھنے سے کسی حال میں بھی عذر نہیں ہی۔ کوئی غزل اگر کہی ہو تو بھیجدو۔ میں نے نزول اجلال کی تاریخیں اور قصیدہ کہا تھا اور شادی میں محلات کی فرمایش سے پانچ پانچ سات سات شعر کے سہرے بہت ہی سیدھے سیدھے گانے کے قابل کہے۔ صرف ایک سہرا نہدگا حضور پر نور کے سامنے پیش کرنے کو موزوں کیا تھا۔ اس کی نقل اور قصیدے اور قطعات تاریخ کی نقل بھیجی جاتی ہی۔ باقی سوائے دعا کے کیا لکھوں۔

امیر فقیر۔ ۱۳۔ مارچ ۱۸۹۴ع رامپور

قصیدہ متضمن مصرع تاریخ تہنیت نزول اجلال سرکار دولتمدار دام ملکہم واقبالہم

کس کی آمد ہی بہار روح پرور کی طرح — فرش ہیں آنکھیں جو نرگس کی شجر کی طرح
کس کی آمد ہی کہ ہر موج نسیم رامپور — مشک بیزی کرتی ہی زلف معنبر کی طرح
کس کی آمد ہی کہ ارگلہ ذرہاے خاک بھی — [illegible]

کسکی آمد ہے کہ سارے شہر کے دل کے کنول
کھل گئے جوش مسرت سے گل تر کی طرح

کسکی آمد کا یہ مشتاقوں میں چرچا ہے کہ آج
بات بھی کانوں میں پڑتی ہے تو گوہر کی طرح

اسکی آمد ہے کہ جو اٹھا تھا دو برس کے لیے
نور برساتا ہوا خورشید خاور کی طرح

اسکی آمد ہے کہ جسکی ذات فیض آیات ہے
پیکر حسن سعادت سعد اکبر کی طرح

اسکی آمد ہے کہ جسکا سایہ بخت بلند
خلق پر چھایا ہوا ہے چرخ اخضر کی طرح

اسکی آمد ہے کہ جس کے پرتو رخسار سے
ذرے ذرے میں چمک ہے مہر انور کی طرح

اسکی آمد ہے کہ جسکے ابر فیض موج سے
جوش زن طبع سخنور ہے سمندر کی طرح

کون وہ حامد علیخاں بہادر نامور
وا ہوئی چشم منتظر جس کیلئے در کی طرح

جسکے جھنڈے کے پھریرے اڑتے ہیں ملک میں
جسکے سکے بیٹھے ہیں خاقان و قیصر کی طرح

جسکے تاب حسن سے ہر ہفت اقلیم ہے
جسکی خاک پا حسیں ملتے ہیں پوڈر کی طرح

جسکی عالی ہمتی کی سارے عالم میں ہے دھوم
نامور جو ساری دنیا میں ہے سنجر کی طرح

جسکے جوہر تیغ کی صورت میں ہیں تیور سے عیاں
جسکے تیور رعب آگیں ہیں غضنفر کی طرح

جسکا دامن سارے مسکینوں یتیموں کیلئے
کیا ہی راحت بخش ہے آغوش مادر کی طرح

آفریں اس حوصلہ پر مرحبا اس عزم پر
کیسی کیسی منزلیں کی قطع خنجر کی طرح

داہنے بائیں شوکت و اجلال ہمراہ رکاب
آگے آگے دولت و اقبال رہبر کی طرح

جس چمن میں آپنے گلگشت کو رکھا قدم
نہریں چھلکیں موتی سے پانی کی کوثر کی طرح

اللہ اللہ میہمان جس بزم دعوت میں ہوئے
دور میں آنکھیں ہیں پریوں کی ساغر کی طرح

کیسے کیسے اونچے اونچے بادشاہوں سے ملے
شان و شوکت میں بڑھے اپنے مقدر کی طرح

لو خوشی اللہ پھر رعایا کو ہوا یہ دن نصیب
اسکے سر پر آپ آئے ظل داور کی طرح

لعل و گوہر ہی نہیں آے تصدق کیلئے | صدقے ہوتے ہیں ستارے بھی نچھاور کیطرح
اسقدر دولت لٹی یہ عام استغنا ہوئی | ہر گدا مسند لگاے ہے تو نگر کی طرح

اس اولو العزمی کی ہیں نے یہ کہی تاریخ امیر
بارک اللہ سیر عالم کی سکندر کیطرح
۱۳ ھ ۱۱

ایضاً

ابر کرم و بحر سخا آیا ہے | ہر ایک کے درد کی دوا آیا ہے
ڈنکے سے یہ آرہی ہے آواز امیر | پھر آیۂ رحمت خدا آیا ہے ۱۳۱۱ھ

ایضاً

حضور آے ریاست میں ہر طرف یہ نیو | شکستہ حال رعایا کے دلنواز آے
عبث ہو سر بگریباں اٹھو قدم چومو | امیر لو وہ غریبوں کے چارہ ساز آے

ایضاً

للہ الحمد خیر سے آیا | وارث تخت ملک کا سرتاج
جسکے آنے سے اب ریاست میں | نقد عیش و سرور کا ہے رواج
ہو گیا آج ہر فقیر غنی | اب کسی کا نہیں کوئی محتاج
اور امیر فقیر کا ہے یہ رنگ | نہیں ملتا خود اس کو اپنا مزاج
ہے مکرر زباں پر اس کی | ماہ برج شرف میں آیا آج ۱۳۱۱ھ

ایضاً

مبارک ہو نواب عالی کو یہ دن
سوئے سلطنت شاہ جمجاہ آیا

ترقی و فادار اقبال کی ہو
گیا تھا جو ہمراہ ہمراہ آیا

تمنا تھی جس دن کے آنیکی سب کو
وہ روز خوش الحمد للہ آیا

مبارک سلامت کا غل ہر طرف ہے
کہ ہر اک کا مقصود دلخواہ آیا

فلک کر رہا ہے زمیں سے اشارے
کہ برج شرف میں ترا ماہ آیا

برات اتری ہے جیسے گھر گھر ہے شادی
عجب دور اللہ اللہ آیا

یہ ہے عید کا دن کہ ہر شخص گھر سے
پئے نذر نواب ذیجاہ آیا

امیر ایک تاریخ کا قطعہ لیکر
نسیم کرم کا ہوا خواہ آیا

یہ تاریخ بھی لا کلام اک دلہن ہے
عروس ریاست کا نوشاہ آیا

۱۳۱۱ھ

سہرا

نہ ہو کس طرح محو دیدار سہرا
کہ نوشہ ہے یوسف خریدار سہرا

لپٹتا ہے الفت سے ہر بار سہرا
بنی کے گلے کا بنا ہار سہرا

چنبیلی کے بیلے کے ہیں پھول کیا کیا
دکھاتا ہے کیا سیر گلزار سہرا

جوانی کی راتیں مرادوں کے دن ہیں
دلہن کا ہو کیوں نہ طلبگار سہرا

چمک موتیوں کی جو شب کو دکھا دے
کرے سرد انجم کا بازار سہرا

چھپکتی ہیں کیا بجلیاں نور رخ سے
ہوا سے جو ہلتا ہے ہر بار سہرا

یہ ہمرنگ کی دون اللہ رکھے — طرحدار نوشہ طرحدار سہرا
جوانی کے نشے سے ہی چور نوشہ — چلے کیوں نہ متوں کی رفتار سہرا
سکھاتی ہی دولہا کو آنکھوں کی شوخی — اٹھا دیجئے اب تو ہے بار سہرا
حیا کہتی ہی آنکھ اس سے بچا کر — کہ تا عقد اٹھے نہ زنہار سہرا
یہ کیوں ٹوٹے پڑتے ہیں تارے یہان تو — نزاکت سے پہولوں کا ہی بار سہرا
بہت اچہے پہولوں کا مالن بنا نا — پنہائے گا تجکو چندن ہار سہرا
پریزاد ہی کیا دلہن کا یہ بہیجا — جو لے اڑنے پریوں ہی تیار سہرا
لمک پر ہو شوخی کے شوق نظارہ — حیا کا بنا ہی طرفدار سہرا
بڑی ہی گنی ہے طرحدار مالن — سنگار دلہن سب کا ہی سردار سہرا
جمائے ہی رنگ اپنا رخ کے چمن میں — لگائے ہی پہولوں کا بازار سہرا
بنا حسن نوشہ کی دولت کا مالک — ہوا چار پہولوں سے زردار سہرا
چھپائے ہی منہ کو جہکائے ہی سر کو — حیادار نوشہ حیادار سہرا
دعائیں ما یہ دیں ماں نے لیکر بلائیں — مری جان! تجکو سزاوار سہرا
دبائے ہی دو دو خزانے بغل میں — چھپائے ہی نوشہ کے رخسار سہرا
ٹپکتے ہیں منہ سے پسینے کے قطرے — لٹاتا ہے موتی گہربار سہرا
مبارک امیر اس کو نوشاہ بننا — دلہن ہو ہمایوں سزاوار سہرا

پیا سے ہے زاہد ۔ شعرا کے مشرب میں زاہد کی صفت خشک مستعمل ہی
مگر تمہاری نظم ونثر کی تروتازگی دیکھکر روح تازہ ہوجاتی ہی اور زہد کی

کی صفت خشک درست نہیں معلوم ہوتی - خدا تمہاری شیریں بیانی اور عذوبت لسانی میں روزافزوں ترقی عطا فرماے - آمین -

پیارے زاہد - آگ لگی والی غزل پر مصرع لگانے کے واسطے تمنے مجھ دل جلے کو تجویز کیا - یہ بھی تمہاری طبیعت کی گرماگرمی کا ایک نتیجہ ہی غزل کے گرم ہونے میں کوئی شبہہ نہیں مگر بنظر اپنے تجربات کے میں جب ایسے بہیں شعر دیکھتا ہوں تو میرا دل دھڑکتا ہے - وطن میں آگ لگی ہا وربدن میں آگ لگی - اور انجمن میں آگ لگی وقس علی ہذا - ایسے شعروں پر میں ہرگز مصرع لگانے کی جرات نہیں کرتا کوئی اور مختصر سی اچھی غزل میرے واسطے تجویز کر کے بھیجو تو تضمین کا ارادہ کروں میں اب شاعر نہیں رہا - شاعری کے واسطے طبیعت میں امنگ شرط ہے وہ جوانی کے ساتھ سدہاری - بڑھاپے میں جوش کہاں کبھی کسی دوست کی فرمایش سے مجبور ہو کر کچھ کہہ لیتا ہوں تو برے ہی جیسے پھر اس میں مزا کہاں سے آے اور جب اپنا کلام آپ ہی پسند نہ آے تو اوروں کو کیونکر بہاسے - غزل پسند آنے کے بعد مصرع لگانے کا قصد تو میں ضرور کرونگا مگر خدا کرے پہلے مجکو پھر تم کو بھی پسند آے - آمین -

امیر اللغات کی تیسری جلد بعض موانع قویہ سے اب تک نہیں چھپی خداوند نعمت سراپا اقبال مسند آرائے حال کو متوجہ کرنے کی تدبیر کر رہا ہوں - التفات ہو جاسے تو کام چلے - سرمایہ مالی مفقود ہے - بعض عوارض لازمہ سے سفر نہیں کر سکتا - ورنہ قرائن اس پر دلالت کرتے ہیں کہ امداد

کافی کا سامان ہو جاتا۔ اتنو جو کچھ ہو ہیں بیٹھے ہو۔ دو محاورے جو تمنے لکھے ہیں وہ دونوں باندک تغیر بیاں لکھے ہوئے ہیں۔ تم ضرور کوشش کرکے جتنے محاورے اور مثلیں کہ ان پر گمان چھوٹ جانے کا ہو جلد لکھ بھیجو۔ بانازی کا مسودہ زیر نظر ثانی ہے ابھی وقت ہاتھ سے گیا نہیں۔ میں تمہاری سعادت مندی اور محبت و مہربانی کا نہایت ممنون ہوں خداوند تعالیٰ تمہاری عز و اقبال میں برکت دے۔ میرے دل کو تمہاری ذات سے بہت قوت ہے۔ غزل کسی وقت دیکھکر بھیجونگا۔ سرسری نظر سے دیکھ گیا۔ اصلاح کی حاجت تو معلوم نہیں ہوتی شاید ایک آدہ جگہ کچھ بنے۔ دو رسالے نو تالیف جو ذریعہ نجات و باقیات الصالحات ہونے کی امید پر میں نے چھپوائے تھے ایک ایک نسخہ ان کا آپ کو بھی بھیجا ہوں۔ امید ہے کہ عنقریب ان کی رسید آئے۔ اطفال فقیر ماوجب گزار ہیں۔ اور اہل دفتر سلام شوق کہتے ہیں فقط

تمہارا فدائی

امیر احمد مینائی ۲۳۔ جون ۱۸۹۷ء

پیارے زاہد۔ دعا و سلام۔ عین انتظار میں تمہاری تحریر تشویش خیز آئی۔ اللہ تعالیٰ تمہاری خاتون پر رحم فرمائے۔ میری بڑی لڑکی کو حرارت مزمنہ سے نجات نہوتی تھی اطبا عاجز ہو گئی تھی مگر ایک بغدادی سید نے گولیاں بنوا دی تھیں ان کے استعمال سے صحت ہو گئی۔ یہ قصہ بارہ برس ادہر کا ہے۔ اب تک وہ لڑکی اچھی ہے مطلق حرارت کا اثر نہیں۔ بہت سے اور مدقوقوں کو بھی یہ گولیاں نافع ہوئیں۔ مگر افسوس کہ کسی نے وہ گولی

جس میں یہ گولیاں تین چرالی۔ اب ایک گولی بھی نہیں ہے ساٹھ برس بعد
وہ سید صاحب پھر ملے اور بہت خوشامد اور خدمت گزاری کے بعد
نسخہ بتانے پر راضی ہوئے وہ نسخہ میں بھیجتا ہوں اگر بن پڑے تو بنوا دو
اور آدھی گولیاں مجھے بھیجدو۔ خدا سے امید ہے کہ تمہاری خاتون کو صحت
ہو جائے گی۔ دعائے صحت میں ضرور کروں گا اگرچہ انتہا کا گنہگار
ہوں مگر گناہوں سے شرمسار ہوں اور ارحم الراحمین سے مغفرت و اجابت
دعا کا امیدوار ہوں۔ محمد احمد سلام نیاز کے بعد عرض کرتے ہیں کہ خدا
آپ کو اطمینان دے تو میران پور کی عمدہ کملوں کی فکر کیجیئگا۔ رامپور میں
آب و ہوا بہت ہی فاسد اور بازار حیات کا سرد ہے۔ خدا رحم فرمائے
میرے گھر میں بھی بہت سے عزیز اور ملازم بیمار ہیں۔ بیجو اسی میں غزل
دیکھی۔ اس سنگلاخ زمین میں ایسے شعر کہنا آپ ہی کا کام ہے۔ آگ لگی والی
غزل آئی ضرور تھی مگر اڑ ہائی بلکہ تین مہینے سے بوجہ کثرت امراض وبائی
ہوش نہیں خدا جانے وہ غزل کہاں ہے۔ منہ کی بوند منہ کے پانی کی بوند
یہ سب درست ہے مگر ابر کی بوند مستعمل نہیں۔

امیر فقیر ۳۰ ستمبر سنہ ۱۸۹۴ء

رامپور مراداباد

نسخہ حبوب کہ جمیع اقسام تپ حتی کہ دق را ہم ابتدا نافع است

جو اکھار ۶ ماشہ مٹم الفار قلیم سفید گرفتہ باریک نمودہ آب مصفی بھنگٹائی سبز مع
بیخ و برگ و ثمر کہ دراں در دنیا شد قدرے قدرے انداختہ در کھرل خوب حل نمایند

بروز دوم باز آب بهنگنا. بوزن پاؤ آثار افزوده حل نمایند و بروز چهارم که قدرے
نی از آب بهنگنا باقی ماند آب لیموں کاغذی مصفی انداخته خوب حل نمایند هر گاه
قابل حب بستن گردد حبوب بقدر مونگ بسته نگاه دارند و یک حب نهار بخورند
برائے تپ مزمنه تا وقت باقی ماندن اثر ہش التزام ملحوظ باشد و برائے حمیات
دیگر بعد حاجت کفایت خواہند کرد. انشاء اللہ تعالی بسیار مجرب است ۔
اگر وقت ضرورت بهنگیا ثمر نداشته باشد برگ و بیخ هم کافی است امیر فقیر

بهائے زاہد ۔ امیر فقیر کی دعائیں لو ۔ اور اپنی خیریت دو ۔ بہت دنوں سے
تمنے کچھ لکھا نہیں اور مجھے بھی اپنی کاہشوں کی بدولت خیر پرسی کی توفیق نہیں
ہوئی ۔ خدا کرے تم بخیریت ہو اور ہر طرح خیریت ہو ۔ لغت کا تیسرا حصہ تمام
ہوا اور نظر ثانی بھی ہو گئی اب کچھ یوں ہی سا کام اس میں باقی رہا ہے
میں نے آپ کے اجزا اب نکالے اور دیکھے ۔ تمہاری دلسوزی اور
محنت پر آفریں کی اور شکر گزار ہوا ۔ اس میں اکثر لغت نئے ملے اور
اکثر شعر بھی کام آئے ۔ امثال کی شان نزول اور بعض لغات کی شرح
جو تمنے لکھی ہے وہ قابل قدر ہے ۔ امیر اللغات نے اس کو خوشی سے لیا
اور تمہارا شکریہ ادا کیا ۔ مخزن المحاورات کے لکھنے میں تمنے ناحق
محنت کی ۔ یہ کتاب وقت تالیف یہاں پیش نظر رہتی ہے دریائے لطافت
بھی دفتر میں ہے مگر اس کے دیکھنے کی نوبت کم آتی ہے بلکہ نہیں آتی اس کے
محاورے جو تمنے انتخاب کئے وہ مفید ہوئے ۔ نظیر کے کلام نے
ایک لفظ کا فائدہ نہیں دیا ۔ ان کے ماورا جو تمنے بعض بعض الفاظ کے

نوٹ لکھے ہیں اور مثلوں کی شان لکھی ہے انکا ماخذ معلوم ہونا چاہیئے کہ کہاں سے
اور کس کتاب سے لئے گئے ہیں۔ امیر اللغات میں تو وہی لکھنا ہوتا ہے جو
کسی صورت سے نامعتبر نہیں ہوتا غالب ہے کہ تم نے اس کا خیال کر لیا ہوگا
زیادہ اس وقت تمہارے شکریے کے سوا کیا لکھوں۔ میرے امراض کی
حالت بدستور ہے۔ رام پور کی آب و ہوا اصلاح پر آ کر تا صاف ہو جاتی ہے
میرے گھر میں اب بھی کئی مریض ہیں۔ تم اپنی خیریت اور ہر ایک کی صحت سے
جلد مسرور کرو اور اس خط کا جواب جلد لکھو اللہ تعالیٰ تمہارے علم و عمر
میں برکت دے اور دولت کونین سے مالا مال کرے ۔ این دعا
از من و از جملہ جہاں آمین باد فقط

امیر فقیر۔

۱۲۔ جنوری ۱۸۹۵ء از رامپور

محب اعزاز واقبالکم۔ دعاے صلاح و فلاح دارین کے بعد مدعا یہ ہے
کہ میں نے ایک ضروری خط آپ کو لکھا تھا اس میں دریافت کیا تھا کہ آپ نے
تاریخی حالات جو لغت کے متعلق لکھکر بھیجے ہیں وہ کس کتاب سے لیے ہیں
مگر آپ نے جواب نہ دیا مجھے اس کا انتظار ہے اور بڑی ضرورت ہے۔ چند
لغت اور ہیں جن کے متعلق تاریخ سے کچھ حال لکھنا مقصود ہے۔ بہزاد۔
بہلول دانا۔ بیجو باورا۔ بطلیموس۔ ان کے نوٹ اگر آپ جلد دے سکتے
ہیں تو لکھئے اور بھیجئے اور اگر جلد تلاش کرنا اور لکھنا ممکن نہو یا دشوار ہو تو
مجھے ان کتابوں کا پتہ لکھئے جن میں انکا حال لکھا ہے کہ میں خود لکھلوں

لیکن تعجیل بہت مطلوب ہے حصہ بالکل تیار و مکمل ہے صرف اتنی ہی کسر باقی ہے
دونوں باتوں کا جواب دیجئے۔ اور اپنی اور اپنے متعلقین کی خیریت لکھئے۔
نور چشم محمد احمد سے کچھ قدر آپ کی خیریت و کیفیت معلوم ہوئی تھی اس سے
تسکین نہیں ہوئی۔ آپ نے گوبھوں کے خشک کرنے کی ترکیب پوچھی
تھی مجھے بالکل یاد نہیں اور یہ بھی یاد نہیں کہ اس کی ضرورت ہوتی تھی یا نہیں
اب فصل ایسی آئی ہے کہ گوبھیاں آپ سے آپ خشک ہو رہی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ
میں تکلیفوں سے فارغ نہیں ہوں بیمار بھی رہا ہوں اور بیمار داری بھی۔ ورنہ خود
تیار کرا کر بھیج دیتا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنے حبیب
اور آل حبیب کے صدقے میں ہر تردد و کلفت سے محفوظ و مطمئن رکھے فقط

آپ کا دعاگو

امیر مینائی ۲۳۔ مارچ سنہ ۹۵ء

پیارے زاہد سلمکم اللہ تعالیٰ۔ پہلے دعا مانگتا ہوں کہ تم بخیریت ہو اور
تمہاری دلہن کو حسب دلخواہ صحت ہو پھر تکلیف دیتا ہوں کہ مجھے ۷ شوال
مطابق ۲۳۔ اپریل روز سہ شنبہ کو چاشنی دار میووں کی ضرورت ہے
جیسے لوکاٹ۔ رنگترے۔ شربتی لیموں۔ یہاں کے فواکہ اس زمانے
میں اچھے نہیں ملتے۔ امید ہے کہ وہاں یہ چیزیں عمدہ دستیاب ہوتی
ہوں۔ آپ بہت جلد توجہ کر کے اس حساب سے روانہ کیجئے کہ
عین ۷ شوال کو یہاں پہنچیں اور حتی الامکان ثمر ایسے ہوں کہ تین چار
دن ٹھہر سکیں اس لیے کہ ایک عزیز صفراوی مزاج کے ساتھ ریل پر

روانہ کرتا ہوں تاکہ انکو مفید ہوں۔ مکرر لکھتا ہوں کہ بہت اہتمام کیجئے میووں کے بھیجنے میں کہ وقت پر پہنچیں۔ میں بہت ممنون ہونگا۔ محمد احمد مع اخوان وا حبیب سالم ہیں فقط پانچ روپیہ کا نوٹ اسی ضرورت کے واسطے ملفوف ہے۔ آپ بچوں کو دعا کو

امیر احمد امیر عفی عنہ

۱۶۔ اپریل ۱۸۹۵ء ریاست رامپور

پیارے زاہد۔ اللہ تم کو خوش رکھے اور عافیت دارین نصیب کرے لوکاٹ بہت عمدہ تمنے بھیجے اور وہ عین وقت پر پہنچے۔ ۲۶۔ شوال کو وہاں سے روانہ ہوئے اور ۲۷ کو یہاں پہنچ گئے بہت جلد پہنچے تب بھی بہت اثر کچھ غایت لطافت کی دلیل ہے اور میوے شاید فصل نہونے سے دستیاب نہیں ہو سکے بہر کیف اس سے کام نکل گیا۔ میری طرف سے بہت بہت دعا اور شکریہ ہدیہ کا قبول کرو۔ تمنے کوئی سعادت نامہ نہیں لکھا۔ اپنی خاتون کی خیر و عافیت سے مسرور نہیں کیا سخت تشویش ہے۔ لوکاٹ بھیجدینا اور کچھ نہ لکھنا یہ اور بھی تردد کا باعث ہے۔ خدا کرے اطمینان ہو صحت ہو آرام ہو۔ میں دعا سے کسی وقت غافل نہیں ہوں تم مجھے مطمئن کرنے میں دیر نکرو قلم اٹھاؤ خیریت نامہ لکھو اور تردد رفع کرو سب عزیز سلام و دعا کہتے ہیں۔

امیر فقیر۔ رامپور۔ ۲۸۔ اپریل ۱۸۹۵ء

پیارے زاہد۔ تمہارا خط نہ آنے سے پہلے ہی میرا جی ڈھر کتا تھا کہ

ضرور کچھ دال میں کالا ہی اور میں دعا مانگتا تھا کہ الٰہی خیر ہو۔ آج جو تمہارا خط آیا اس کا ہر فقرہ میرے کلیجے میں تیر بنکر اُترا۔ جوانمرگی کا صدمہ تو ایسا ہوتا ہی کہ دشمن پر بھی ہو تو دل دکھہ جاتا ہی ایسی خاتون جوان عمر مانوس الطبع خوش اوقات خوش صفات کی مفارقت دائمی کا داغ کیونکر دل میں ناسور نہ ڈالے حقتعالیٰ ہی توفیق صبر دے تو صبر آئے تعزیت نامہ میں نے علیحدہ لکھا ہی اس کو ضرور بار بار پڑہیگی۔ میں اب تمہارے واسطے دعا توفیق مصابرت مانگتا ہوں اور مرحومہ کے لئے دعاے مغفرت۔ خدا اس بچے کو جو مرحومہ کی پیاری نشانی ہی پروان چڑہائے اور اقبال کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے اور تم کو اپنی بارگاہ فیض سے (جہاں کسی چیز کی کمی نہیں) نعم البدل عطا فرمائے۔ اس جگہ تم یہ خیال نکرنا کہ مرحومہ کا نعم البدل کیسے ہوسکتا ہے۔ جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب اپنے شوہر ابو سلمہ کی رحلت سے بیوہ ہو گئیں تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑہتے وقت یاد آیا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو کوئی کسی چیز کے فوت ہوجانے پر یہ آیت ترجیع پڑہی تو اللہ تعالیٰ اس کو نعم البدل عطا فرماتا ہی اس خیال سے پڑہتی تو تہیں مگر یہ خطرہ دل میں گزرتا تھا کہ میرے شوہر کا نعم البدل کیا ہوسکتا ہی جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں تو سمجہیں کہ حقتعالیٰ نے کیسا نعم البدل عطا فرمایا جو خلاصۂ کائنات ہی۔ اس بیان سے میرا مقصود یہ ہی کہ اگرچہ اس وقت تمہارے نفس پر شاق ہوگا۔ مگر اے میری جان سراپا ارمان ذرا ہدا

ابھی سے دوسرے عقد کی فکر کر تو نام خدا ابھی جوان ہے تیرا بچہ معصوم ناداں ہے
اسکی پرورش میں جیسی کوشش چاہیے ویسی تنہائی میں دشوار ہوگی اور اسی
حیلے سے مرحومہ کا غم بہت جلد کم ہو جائے گا۔ میرے دل نے نمانا
میں نے نیک نیتی سے سچی نصیحت کر دی۔ اگر اس کا جواب بشر قبول پاؤنگا
تو خوش ہوں گا۔ اگر میں قابل سفر ہوتا تو تعزیت کے واسطے خود آتا اور
تمہیں بہت کچھ سمجھاتا کیا کروں امراض کی وجہ سے معذور ہوں۔
ایسی حالت میں تمنے امیر اللغات کو مدد دینے سے کمی نہیں کی اس کا
میں بہت ہی شکر گزار ہوں۔ دفتر کے عمدہ کارپرداز وطن کو گئے ہیں آئیں
تو ان نوٹوں پر نظر کر کے درج امیر اللغات کریں۔ پیارے زاہد اتوریل امپو
تک ہوگئی ہے موقع ملے تو کبھی ادھر بھی آنکلو۔ اب تو مدت ہوگئی کہ نہیں دیکھا
مجھکو بھی اپنے دیدار سے مسرور کرو تمہارا جی بھی کچھ بہل جائے گا۔ میرے
سب عزیز دوست ماوجب رساں ہیں۔ واپس شدہ نوٹ محجوب ہو کر
میں نے رکھ لیا کہ ایسے وقت میں کیا تم سے بحث کروں بہرطور تمہارا
احسانمند ہوں۔ میں کس قابل ہوں کہ تمہارے احسانات کی تلافی کر سکوں
خیر بھائی تمہاری ہی آنکھ اونچی رہے۔ تمہاری خوشی میرعین خوشی ہے فقط

فقیر امیر احمد امیر ۲۳۔ جون ۱۸۹۵ء

وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون
اور خوشی سنا ان صابرین کو کہ جب پہنچے انہیں کوئی مصیبت کہیں مملوک
ہیں ہم اللہ کے اور ہم اسی کی طرف پھرنے والے ہیں۔

اولئک علیہم صلوات من ربہم و رحمۃ واولئک ہم المہتدون۔
وہی ہیں کہ ان پر شاباش ہے ان کے رب کی اور رحمت ہے اور وہی راہ پانیوالے۔

پیارے زاہد جو آیتیں پیشانی پر لکھی گئی ہیں ان کے معانی میں غور کرو کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ آپ خوشخبری سنا دیں ان صبر کرنے والوں کو جو مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں۔ یعنی ہم اور ہمارا مال ہماری آل عزیز دوست تمام مخلوق اللہ کی مملوک ہے ہمیں کسی قسم کی شکایت کا حق نہیں اور ہم سب اسی کی سمت پھرنے والے ہیں۔ کوئی آج کوئی کل کوئی دس دن بعد یہی وہ لوگ ہیں جن کی سچی سمجھ پر ان کے پروردگار کی طرف سے آفرین شاباش ہے اور انہیں پر رحمت نازل ہوتی ہے اور دنیا میں اپنی رضا و اطاعت کی راہ اور آخرت میں عفو و مغفرت و نعمائے بہشت کی دولت انہیں مل جاتی ہے۔

پیارے زاہد عقل کو خواہش پر ترجیح دینا اور دائرہ اتباع شریعت سے قدم باہر نکالنا صبر کی حقیقت ہے۔ آنسوؤں سے رونے کا کچھ مضائقہ نہیں گریہ چشم رحمت ہے مگر اس کا قصد نکرنا کہ طبیعت صبر و استقلال کی طرف متوجہ ہو صبر و رضا کی مخالفت ہے۔

روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام نے مناجات میں حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ الٰہی کونسا بندہ تیرے نزدیک محبوب ہے فرمایا کہ یا موسیٰ جس بندے سے میں اس کی محبوب چیز لے لوں اور

وہ میری محبت کی وجہ سے برا ماننے ۔ والے

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن خدائے تعالیٰ میری امت کے ایک گروہ پر ایسی عنایت فرمائے گا کہ قبروں سے نکلتے ہی اڑ کر جنت کو چلے جائیں گے۔ اور اس دار العیش میں جہاں چاہیں گے سیر کریں گے اور خوشیاں منائیں گے۔ فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ تم حساب دے چکے؟ وہ کہیں گے کہ ہم نے تو حساب دیکھا بھی نہیں فرشتے کہیں گے کہ تم پل صراط سے گذر چکے؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں پل صراط کی خبر نہیں کہ کہاں ہے۔ الغرض اسی طرح ان سے وزن اعمال وغیرہ امور آخرت کے سوال ہونگے۔ اور وہ سب سے اپنی لاعلمی ظاہر کریں گے تب فرشتے پوچھیں گے کہ تم کس کی امت میں ہو وہ کہیں گے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت میں۔ تب فرشتے ان کو قسم دیں گے کہ سچ بتاؤ کہ تمہارے اعمال دنیا میں کیا تھے وہ کہیں گے کہ دو خصلتیں ہم میں تھیں۔ ایک یہ کہ جب تنہا ہوتے تو خداوند تعالیٰ کی نافرمانی سے حیا کرتے دوسرے یہ کہ جو معاملہ اللہ تعالیٰ ہم سے کرتا ہم اس پر راضی رہتے۔ فرشتے جب یہ سنیں گے تو کہیں گے کہ تب تو یہ حال تمہارا ہونا ہی چاہئے تھا۔

پیارے زاہد۔ صبر کی فضیلت قرآن میں نثر جگہ آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صابرین کے ساتھ اپنی معیت کا وعدہ فرمایا ہے اس سے بڑھ کر کونسی نعمت دنیا و آخرت کی ہوگی پیشانی ہی کی آیت توفیق صبر و رضا کے واسطے کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ آفریں اور شاباش فرماتا ہے اور پھر رحمت و ہدایت

کی خوشخبری سناتا ہی جس ایک ایسے عمل پر تین تین جزائیں ہوں وہ عمل تو مستعد ہو کر کرنا چاہئیے" عمل کرنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جو آنسو بے اختیار نکل رہے ہیں اُن کو روکو۔ بلکہ دل کو صبر کی فضیلتوں پر متوجہ کر کے خداوند تعالیٰ سے راضی رہنے کی کوشش کرو۔ ان کے سب چاہنے والے عزیزوں کو اسی طرح کی باتوں سے صبر کی طرف لاؤ۔ کہ اپنے صبر کرنے کے علاوہ تم کو ان صبر کرنیوالوں کے ثواب سے بھی حصہ ملے۔ واقعۂ شہادت کربلا کو خود بھی یاد کرو اور اوروں کو بھی یاد دلاؤ۔ دیکھو جناب سید الشہدا اور ان کے اہلبیت پر کیا کیا مصیبتیں آئیں اور کیسا صبر کیا۔ تعزیت کے خط میں اور مطالب لکھنا مناسب نہ تھا اس لیے اس تحریر کو اسی مطلب پر تمام کیا فقط

فقیر امیر احمد امیر۔ ۳۔ جون ۱۸۹۵ء دوشنبہ رامپور

پیارے زاہد۔ دو پٹاریاں آلو اور شفتالو کی آئیں اور بلٹی کے ذریعے سے وصول ہوئیں شکر نعمتہائے تو چندانکہ نعمتہائے تو۔ نخلبند حقیقی میرے میوے کھلانے والے کے نہال آرزو کو دو جہاں میں سرسبز و شاداب کرے۔ تمہارے دعاگو نے ایک خط اس سے پہلے بھیجا ہے اور اس کے دوسرے پرچے میں اپنی رائے کا اظہار کر کے تمہارے دل کو سر دست صدمہ پہنچایا ہی۔ امید ہی کہ تم اس رائے کو جو نہایت نیک نیتی اور عاقبت اندیشی سے دی گئی ہی اپنی والدہ اور خاندان کے بزرگوں تک پہنچاؤ اور اگر تم کو منظور آئی ہی تو مجھے راہ نما و کہ میں ان کو لکھوں

پہلے تم راضی ہو جاؤ پھر سب کچھ آسان ہی فقط

امیر فقیر۔ ۶ جون ۹۵ء رامپور اسٹیٹ

دفتر امیر اللغات۔

پیارے زاہد۔ خدا کرے تم خوش ہو خیریت سے ہو غم غلط ہو گیا ہو مصروف عیش و طرب ہو اور یہی مصروفی میری طرف کم توجہی کا سبب ہو۔ تم نے مجکو بھلا دیا مگر میں ہمیشہ تم کو دعاے خیر کے ساتھ یاد کیا کرتا ہوں۔ مدت ہو گئی کہ اور اک خیریت کو ترستا ہوں اور تڑپتا ہوں معلوم نہیں کہ تم کو اس ترسانے اور تڑپانے میں کیا مزا ملتا ہی۔ میں نے ایک تعزیت نامہ بھیجا تھا اور بحکم دلسوزی کچھ نصیحت کچھ ہدایت کی تھی۔ اس پر تم نے عمل کیا نہ کیا اتنا تو ضرور کیا کہ اپنے غم کا عوض مجھ سے لیا کہ اپنی خیریت سے بھی محروم رکھا میں انتظار کرتے کرتے تنگ آ گیا اور ابھی معلوم نہیں کہ اس سلسلے کا خاتمہ کیا ہوگا۔ اور کچھ نہیں صرف تمہاری خیریت مطلوب ہی۔ اب مہربانی کر کے مہر سکوت کو توڑو خاموشی چھوڑ دو اپنی خیر و عافیت اور مسرت سے مجھے خوش کرو۔ مجھ سے دعائیں لو۔ یقین کرو کہ مجکو اس سے آگے تاب اضطراب نہیں تشویش تردد انتشار اضطراب سب دمبدم ترقی پذیر ہیں۔ اللہ سے امید ہی کہ مسرت و عافیت اور طمانیت و جمعیت کی صحبت میں تمہاری طبیعت بہل گئی ہوگی۔ میں اس زمانہ میں بہت رنجور رہا جس بول کے دورے متصل پڑے اور متواتر فاطر کا صدمہ اٹھایا گیا ہی جس سے اسوقت تک آرام جیسا چاہیے نہیں ہی پھر بھی باری تعالی کا شکر ادا کرتا ہوں اور اس سے ملتجی

صحت و عافیت رہتا ہوں۔ امید کہ میرے اس خط کا جواب جو بحالت اضطراب کی حالت میں تمکو بھیجتا ہوں فوراً لکھو یہ تو تم بھی جان گئے ہو گے کہ تمہاری سعادت ولیاقت اور تمہاری سچی محبت نے میرے دل کو تسخیر کر لیا ہے۔ لہذا تمہاری خیریت نہیں ملتی تو تعلق خاطر کسی طرح سے چین نہیں دیتا سب اطفال اور ارباب دفتر تا و حب کہتے ہیں اور منتظر مژدہ خیر و عافیت ہیں فقط

داعی خیر

امیر فقیر۔ ۶۔ ستمبر ۹۵ء ریاست رامپور

پیارے زاہد۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے آپ نے مسرت نامہ لکھکر مجکو خوش کیا اور اپنی محبت و عنایت کا منت پذیر بنایا۔ ع اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی آپ کی دلپذیر تحریر لیاقت کا دفتر ہی قابلیت کا مجموعہ ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو جتنی لیاقت دی ہی اس سے زیادہ سعادت دی ہی اور سعادت سے بھی زیادہ میری محبت دی ہی اور میرے دل کو جو آپ کی محبت دی ہی وہ اس سے بھی زیادہ ہی ہی و[illegible] وقت آپ کو دعائیں دیا کرتا ہوں اور آپ کی یاد سے دل کو تسکین [illegible] ہے۔ امید کہ آپ بھی اپنی خیریت کی خوشخبری ذیکر جلد جلد مجھے [illegible] ہیں آج کل بہت ہی رنجور رہا۔ اس مہینے میں تین دورے حبس بول کے پڑے اور ہر دورہ روح فرسا تھا تپ کی بھی شکایت اکثر رہی اب بھی طبیعت صاف نہیں ہی۔ بہر حال اللہ کا شکر ہی۔ مجھے اس بات کا خود افسوس رہتا ہی کہ میں اپنی معذوری کی وجہ سے احباب کی خدمتگزاری نہیں کر سکتا

خصوصاً آپ سے احب کا کلام حسب دلخواہ نہ دیکھنا اور آپ کو خوش نہ کر سکنا
نہایت قلق کا باعث ہی۔ اب جو آپ نے ہر مہینے اپنا کلام بھیجنے کا ارادہ
کیا ہی مجھے بخوشی منظور ہی اپنے امکان بھر اس کے دیکھنے میں ضرور کوشش
کرونگا اور اس پر خدا نخواستہ وجوہ قوی مانع ہوں گے تو عذر کروں گا۔
بسبب پیرانہ سالی میرے ہاتھ میں رعشہ ہو گیا ہی جس سے لکھنا مجھ سے
چھوٹ گیا ہی بمجبوری دوسرے کے قلم سے لکھواتا ہوں۔ اگرچہ قلم میرا نہیں
ہوتا مگر زبان میری ہوتی ہی۔ ابر کی بوند بیشک شعراء نے کہا ہی اس سے
یہ غلط نہیں کہا جا سکتا لیکن اپنی اپنی پسند ہی زبانوں سے مستعمل ہونے سے
میری طبیعت اس کو پسند نہیں کرتی۔ اور اگر آپ اپنے کلام میں لکھنا
چاہتے ہیں تو چنداں مضایقہ بھی نہیں۔ کردے گی۔ کی یاے اول کا
گرنا ناپسند کر کے اس کی جگہ۔ کرے گی بنانا ٹھیک ہی۔ اب اپنے وجدان
سلیم سے کام لیجئے اور اس مصرع کو یوں ہی رکھئے جیسا میں نے بنایا ہی
باٹ دیکھنا۔ راہ دیکھنے کے معنی میں فصحائے لکھنؤ و دہلی کی زبان نہیں
میر کا کہنا اس وقت سند نہیں ہو سکتا۔ اسوقت بولتے ہوں گے
اب کوئی نہیں بولتا۔ اور مخزن المحاورات چرنجی لال کا کیا اعتبار؟ اس
میں ہزاروں محاورے گنواروں کے لکھے ہیں منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہی
بہرکیف باٹ دیکھنا کسی طرح صحیح نہیں میں بھی آپ سے متفق ہوں۔
تیسرا حصہ لغت کا مدت سے تیار ہی بے سرمائگی اس کی طبع سے
مانع ہی۔ دفتر ابتر اور پریشان ہوا چاہتا ہی بلکہ ہو گیا۔ کام بند ہو گیا ہے

بڑا افسوس ہوگا اگر یہ کتاب ناتمام رہ گئی اور یہ افسوس نہ صرف مجھکو ہی رہیگا بلکہ تمام ملک کو۔ دیکھئے خدا کو کیا منظور ہے۔ بچا باور او غیرہ کے نوٹ لکھکر آپ نے بہت ممنون کیا۔ ارباب دفتر میں سے جو لوگ رہ گئے ہیں آپ کو سلام کہتے ہیں اور نور چشم محمد احمد مع اخوان ما دجب رسان ہیں۔ عزیزی منشی ممتاز علی یہاں نہیں ہیں۔ تاریخ کی فکر میں ہوں جسوقت حسب دلخواہ ہوگئی فوراً بھیجو نگا فقط

داعی خیر

امیر فقیر۔ ۱۹۔ ستمبر ۱۸۹۵ء رامپور

پیارے زاہد۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے آپ کی افسردہ خاطری کو شگفتہ دلی سے بدلے اور دین و دنیا کی دولت سے مالا مال کرے محبت نامہ آیا اور نور و سرور افزائے دیدۂ دل ہوا۔ غزلیں دیکھکر بھیجتا ہوں۔ ماشاء اللہ کیا کیا شعر کہے ہیں چشم بددور۔ جس زمین میں انشا نے چار شعر نکالے آپ نے اس میں دریا بہا دئیے بارک اللہ فی عمرکم۔ آپ کی خاتون کی تاریخ رحلت بھیجتا ہوں چار ہی مصرع ہیں مگر مجھے پسند ہیں۔ خدا کرے آپ بھی پسند کریں سہارنپور کی خرابی سنکر سخت تشویش ہوئی اسی وقت سے دست بدعا ہوں ارحم الراحمین رحم کرے کہ یہ بلا جلد دفع ہو۔ امید کہ خیر و عافیت سے جلد جلد تسکین دیتے اور دعائیں لیتے رہئیے۔ میں اپنا حال کیا لکھوں ناشکری ہوتی ہے مختصر یہ کہ اچھا نہیں ہوں اپنے عوارض لازمہ پر طرہ یہ ہے کہ گھر میں کئی شخص سخت مریض ہیں۔ اُنہی سے شفا کی سند چاہی جس نے مرض دیا ہے۔ امیر اللغات کی شکستہ حالی پر جو ہمدردی آپ نے ظاہر کی وہ

بہت ہی شکر کے قابل ہی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی فکرو سعی کو کامیاب کرے۔ پیشگی قیمت حاصل کرنے کے واسطے اشتہار دینے کی صورت امیر اللغات کی شان پر نہایت بدنما ہی۔ ابتدا سے پبلک میں یہ اثر ڈالا گیا ہی کہ اس کام کی تمامی کی امید ضعیف ہو خلق میں اسکی نسبت مختلف خیالات ہیں کوئی مولف کو سرمایہ دار جانتا ہی کسی کو یہ خیال ہی کہ ریاست میں اسکی بنا پڑی ہی۔ رئیس کی امداد سے تکمیل کو پہنچے گا۔ ایسی حالت میں یہ عامیانہ طریقہ اختیار کرنا کہ پیشگی قیمت آے تو تیسرا حصہ چھپے مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ البتہ تیسرا حصہ نکلنے میں تاخیر ملک میں مضر ضرور ہی۔ خدا کرے آپ نے جو صورت تجویز کی ہی اور آیندہ اس کی تفصیل سے آگاہ کرنے کا وعدہ کیا ہی خوشنمائی کے ساتھ نکلے۔ اور امیر اللغات کو اس سے معتدبہ مدد پہنچے۔ اس خط کا جواب جلد عنایت کیجئے گا۔ سب عزیز و احباب ما وجب گزارہیں

قطعہ تاریخ

آج کیا جنت میں اس کا پایہ ہی		رتبۂ خاتون زاہد دیکھا امیر
چتر سر پر فاطمہ کا سایہ ہے		ہے سیادت کی بدولت یہ شرف

امیر فقیر۔ ۲۰۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء رامپور

مجی وسعیدی۔ دعائے صلاح و فلاح دارین۔ پہلے پرچہ مورخہ ۷۔ نومبر جس میں غزل ملفوف تھی آیا۔ پھر کارڈ مرقومہ ۱۹۔ نومبر پہنچا دونوں باعث سرور و سپاس موفور ہوے۔ امیر اللغات کی نسبت جو بمقتضائے دلسوزی و ہمدردی آپ نے اپنی راے ظاہر کی اس کا شکریہ جداگانہ ادا

کرتا ہوں مگر مشفق من یہ صورت امیر اللغات کی کارروائی کے لیے کافی نہیں ہو سکتی ۔ مختصر یہ ہے کہ ایسا عظیم الشان کام اسوقت تک انجام کو نہ پہنچے گا جب تک گورنمنٹ انگلشیہ یا کوئی ذی حوصلہ ریاست کافی مدد نہ دے گی ۔ بہر حال آپ کا التفات مستوجب سپاسگزاری ضروری ہے ۔ میں اس زمانے میں صحیح نہیں ہوں علاوہ امراض مزمنہ کے اور بھی شکایتیں باعث رنجوری و معذوری ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ جواب خط لکھنے میں تاخیر ہوئی ۔ ذرا آرام ہولے تو آپ کا کلام دیکھکر بھیجوں صنمخانہ عشق نظر ثانی سے مہذب و مکمل ہو گیا ہے کچھ ہی کسر باقی ہے بعض تلامذہ کا اصرار اس کے طبع کی نسبت بدرجہ غایت ہے جس سے امید کی جاتی ہے کہ اب کے چھپ ہی کے رہے گا

فقط

امیر فقیر ۔ ۲۰ ۔ نومبر سنہ ۹۵ء ۔ رامپور

پیارے زاہد ۔ سلامت بخیر و عافیت ہو ۔ تمہارے نامہ سعادت نے پہنچکر بہت مسرور کیا ۔ صنمخانہ کی بابت جو دلچسپی تم نے ظاہر کی اور اس کی اشاعت و تشویق میں سعی کا وعدہ کیا اس کا میں دل سے شکر گزار ہوں امید ہے کہ اسی ہفتہ میں چھپنے کو آگرے روانہ ہو جائے ۔ اب اللہ کی عنایت سے کچھ کسر باقی نہیں ہے ۔ تمہاری تاریخ میں تلاش کرونگا مگر معلوم نہیں وہ کس سنہ کی ہے اگر حسب دلخواہ نکلی تو بخوشی درج دیوان کرونگا ۔ غزلیں دیکھکر بھیجتا ہوں اپنی خیریت کے ساتھ ان کی رسید سے بھی مطلع کیجئے گا ۔ سب چھوٹے بڑے ما وجب رساں ہیں فقط

امیر فقیر ۔ ۴ ۔ جنوری سنہ ۱۸۹۶ء ۔ رامپور

پیارے زاہد۔ اللہ تعالیٰ تم کو خوش رکھے۔ تمہارا محبت نامہ صنمخانۂ عشق کی تاریخیں لیکر آیا تھا مجھے بالکل فرصت نہیں ہوئی کہ میں اس کا جواب لکھتا صنمخانہ تیزی کے ساتھ چھپ رہا ہی نصف سے زاید چھپ گیا۔ امید ہے کہ آغاز شوال میں بالکل فراغت ہوجائے گی۔ تاریخیں بغیر طلب احباب نے بہت سی بھیجیں مگر تر و خشک تاریخوں سے دیوان کا حجم بڑہانا مجھے پسند نہ آیا ان میں سے چن چن کر وہ تاریخیں رکھیں جو انتخاب الانتخاب تھیں اور باقی سے قطع نظر کی۔ امید کہ اس کے جواب میں اپنی خیریت سے جلد مسرور کرو سب عزیز و احباب ما وجب گزار ہیں۔ تمہارے ایک شعر کے معنی میں نہیں سمجھا کہ بلعم کی طرح دوش و سر کی پوٹ کیا چیز ہی۔ یہ مضمون غالباً کسی قصے سے متعلق ہوگا جو مجھے معلوم نہیں۔

امیر فقیر۔ ۴۔ مارچ ۱۸۹۶ء رامپور۔

پیارے زاہد۔ اللہ تعالیٰ تم کو خوش کرے اور ہمیشہ خوش رکھے۔ تمہاری تحریر غم و الم کی تصویر اسوقت آئی اس کے دیکھنے سے دل ہلگیا اس میں شک نہیں کہ تم پر گوناگوں مصیبتیں پڑیں اور تمہارا ہی کلیجا تھا کہ تم جھیل گئے۔ اس صبر جمیل کی خداوند جلیل سے تمکو داد ملے گی۔ اور اس کے اجر میں دارین کی نعمت و مسرت نصیب ہوگی۔ بلعم باعور۔ کا حال جو تم نے لکھا مینے دیکھا اب وہ شعر بے تکلف رکھنے کے قابل ہی۔ میں اس سے خوش ہوا کہ تم نے صنمخانہ کو پسند کیا اور دیکھکر خوش ہوئے۔ پہلے دیوان کا شعر جو اس دیوان میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ آگیا ہی

اس کی علت محض میرا سہو و نسیان ہے اور اکثر ہو جایا کرتا ہے کچھ چنداں ہرج
نہیں ہے۔ امیر اللغات کی ہنوز کوئی صورت نہیں نکلی اور نہ نکلتی معلوم ہوتی ہے
۶۔ یاس اس امید کی رگ رگ میں ہے چھائی ہوئی + زیادہ بجز دعاے
حصول جمیعت و طمانیت کیا لکھوں۔ جلیل حسن سلام کہتے ہیں۔ صدمے
اور پریشانی کی حالت میں آپ کے بھائی کا وطن سے چلا جانا اور بھی باعث
کلفت ہوا۔ امید کہ جھوٹ سچ ملجائیں اطمینان کے لیے مجھے ضرور آگاہ
کیجیے فقط

امیر فقیر۔ ۱۹۔ اپریل ۱۸۹۶ء رامپور

پیارے زاہد۔ امیر فقیر کی دعائیں لو۔ مدت کے بعد تمہاری تحریر نے
آنکھوں کا نور بڑھایا۔ ساتھ ہی اس کے آلو کا پارسل بھی آیا جو مزید منت
پذیری اور شکر گزاری کا باعث ہوا۔ اللہ تعالیٰ تم کو خوش رکھے کہ تم اپنے
داعیان خیر کا دل خوش کیا کرتے ہو۔ میں اس زمانے میں ایک جدید تکلیف
پیش آجانے سے سخت پریشان ہوں عالی شان مکانات سرکاری جو
اک عمر سے میری سکونت گاہ تھے دفعتہً بضرورت سرکار مجھے خالی
کردینا پڑے جس سے میرا سارا قافلہ پریشان ہوگیا اولاد و احفاد کہیں ہیں
کہیں۔ اسباب کہیں۔ کتابیں کہیں۔ غرض ہنوز جمیعت و اطمینان کی کوئی
صورت نہیں نکلی۔ کلام احباب کے بستے معلوم نہیں کس صندوق میں ہیں
اور وہ صندوق کہاں ہے کسی طرح ممکن نہیں کہ اس وقت کوئی چیز تلاش
کرنے سے ملجائے۔ خداوند تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ اور جمیعت کی شکل نکلے

تو تمہاری غزلیں نکلوا کر دیکھوں - امید کہ اس حالت پریشان خاطری میں
اپنی خیریت سے جلد جلد آگاہ کر کے تسکین افزائی کرو - زیادہ کیا لکھوں سب
عزیز و احباب سلام کہتے ہیں فقط -

امیر فقیر - ۲۵ - جون سنہ ۹۶ء - ریاست رامپور

محبی و سعیدی - سلام مسنون دعا مشحون - دیوان رنگین آگیا مگر کوئی تحریر
آپ کی نہ آئی جو باعث تسکین خاطر ہوتی - آپ نے اپنے دیدار سے مسرور تو کیا
مگر سیری نہیں ہوئی اور اتفاق سے وہ ایسی پریشانی کا وقت تھا کہ میں جی بھر
کے دیکھ بھی نہ سکا اور نہ کوئی تواضع کر سکا - خداوند تعالیٰ سے امید ہے اور
دعا ہے کہ پھر آپ سے اطمینان کی ساتھ ملاقات ہو - آپ کی سیادت مع لیاقت
و سعادت نے میرے دل پر جو اثر ڈالا ہے اس کو میں ظاہر نہیں کر سکتا -
بہر کیف میں داعی خیر ہوں اور آپ کی خدمت گزاری کو اپنا فخر سمجھتا ہوں
سب بندہ زادے اور جلیل حسن سلام شوق کہتے ہیں - امید کہ خیریت
نامہ سے مسرور کیجئے میرے سینے میں جانب قلب ایک گلٹی پیدا ہو گئی ہے
جو سخت تکلیف ہے آپ سے بھی دعاے عافیت کی امید ہے فقط

امیر فقیر - ۱۲ - ستمبر سنہ ۹۶ء رامپور

محبی و سعیدی - سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون محبت نامہ آیا
دل بڑھایا زکریا بفتحتین و کسر را و تشدید یا ہے اس میں کوئی تغیرات تک
نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے جو لوگ ذکریا - ذال سے بالکسر لکھتے ہیں اور سکون
ثانی و تخفیف یا کیساتھ بولتے ہیں محض غلط ہے خواہ دہلی والے ہوں

یا لکھنو والے۔ انشاء اللہ وقت فرصت میں آپ کی غزلیں دیکھکر بھیجونگا بہت دیر ہو گی جلیل حسن سلام عرض کرتے ہیں۔

امیر فقیر۔ ۲۴ ستمبر ۱۸۹۶ء رامپور

مجی وسعیدی۔ سلام مسنون دعا مشحون۔ زکریا کی تحقیق میں اسوقت آپ کا دوسرا کارڈ پہنچا تعجب ہی کہ میرا کارڈ جو پہلے کارڈ کے جواب میں گیا ہی آپ کو نہ پہنچا۔ میں لکھ چکا ہوں اور پھر لکھتا ہوں کہ زکریا نے سے ذال سے کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا اور اس کے اعراب میں بھی تغیر ممکن نہیں ہی آپ کا جواب بالکل باصواب ہی اور اس کا مدعی خطا پر ہے زیادہ دعا فقط۔

امیر فقیر۔ ۳۰ ستمبر ۱۸۹۶ء رامپور

پیارے زاہد۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون کے بعد مدعا نگار ہوں کہ حافظ جلیل حسن بحکم ضرورت دفعتہً روانہ وطن ہو گئے چلتے وقت جلدی میں آپ کی غزلیں اصلاح طلب ان کو ڈھونڈھنے سے نملیں میری پیشی کا کام سب ان سے متعلق تھا اب ان کے آنے تک میری تلاش سے کوئی چیز مل نہیں سکتی۔ لہذا چاہتا ہوں کہ اس کلام کو آپ دوبارہ بھیجدیجئے۔ یا ایک مہینے کا انتظار کیجئے کہ وہ مع الخیر واپس آجائیں۔ مجھے اس وقت کچھ بھی یاد نہیں کہ آپ کی تحریر سعادت تخمیر میں کونسا مضمون جواب طلب تھا جس کے جواب لکھنے سے میں قاصر ہوں۔ امید ہی کہ یہ معذرت نامہ قبول ہو۔ اطفال واجب گزارہیں فقط

امیر فقیر بقلم دیگرے ۔ ۳۰ اکتوبر ۱۸۹۶ء از رامپور

پیارے زاہد ۔ دعائے صلاح و فلاح دارین کے بعد مدعا یہ ہے کہ سعادت نامہ محبت شمامہ ۲۳ دسمبر کا لکھا ہوا آیا آنکھوں کا نور دل کا سرور بڑھایا ۔ موسم سرما میں مرض عسر بول بڑھ جاتا ہے جس بول کے دورے جلد جلد پڑتے ہیں اسی وجہ سے کوئی کام ٹھیک نہیں ہوتا ۔ احباب کی خدمت گزاری میں تقصیر ہوتی ہے حتی کہ کوتہ قلمی بھی منفعل کرتی ہے آپ سے بھی امیدوار معافی ہوں ۔ امیر اللغات کے باب میں جو درخواست نواب گورنر جنرل بہادر کو بھیجی گئی تھی اس میں کامیابی نہوئی سکرٹری نے جواب لکھا کہ یہ درخواست لفٹنٹ کے ذریعے سے آنا چاہیئے ۔ اب وہاں پیش کرنے کا ارادہ ہے حافظ جلیل حسن اب تک وطن سے نہیں آئے ان کے والد بیمار ہو گئے ہیں اس وجہ سے رخصت سے زیادہ توقف ہوا ۔ امید ہے کہ اسی ہفتے میں آجائیں ۔ ان کے آنے کے بعد آپ کی مطلوبہ کتاب کتبخانے سے نکلوا کر بھیجونگا ۔ ان کی غیبت میں مجھے تلاش کرنا دشوار ہے ۔ غزلیں ابھی آپ پھر بھیجدیں تو بہتر ہے ۔ اطفال عقیدت خصال ما وجب گزار ہیں فقط

امیر فقیر بقلم دیگرے ۔ ۶ دسمبر ۱۸۹۶ء

از رامپور

سعید و رشید کونین محبی سید زاہد حسین سلمکم اللہ تعالی ۔ سلام و دعا کے بعد مدعا یہ ہے کہ نامہ سعادت بلٹی لیکر پہنچا اور لوکاٹ کا پارسل ابھی اسٹیشن سے وصول ہوا ۔ میرا دل آپ کی محبت اور خاص عنایت

کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و اقبال میں برکت دے۔ میری کوتہ
تھی بیشک سزاوار ملامت ہے اور مجھے آپ کی طرف سے انتہا کی ندامت
ہے۔ کچھ ایسی کاہشوں میں مبتلا رہتا ہوں کہ ضروری کام بھی مجھ سے نہیں ہو سکتا
نہ آپ کو کوئی خط لکھا نہ خط کا جواب دیا اور نہ آج تک غزلیں دیکھنے کی
نوبت آئی اور آپ کی طرف سے عنایتوں پر عنایتیں ہیں جن کا شکر بھی ادا
کرتے نہیں بنتا۔ آپ کے حق میں دعا البتہ کیا کرتا ہوں۔ اس کام میں
کسی وقت قصور نہیں ہوا اور نہ کبھی ہوگا۔ امراض میرے بدستور رہیں
اور پریشانیاں موفور۔ دل و دماغ آلام و افکار کے شکار ہو گئے ہیں
اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ محاورات بیگمات کے تلف ہونے کا
افسوس ہے مگر آپ کا یا کسی کا اس میں کیا قصور۔ آپ کسی طرح کا خیال
نہ کریں میرے یہاں جتنی کتابیں ہیں اور جو چیزیں ہیں آپ ہی کی ہیں جس کتاب
کی ضرورت ہو بے تکلف منگوا لیجئے۔ یہاں سے غلطی یہ ہوئی کہ وہ
کتاب بصیغہ بیرنگ بھیجی گئی رجسٹری اس پر نہ ہوئی ورنہ تلف نہ ہوتی۔ اب
میں فکر میں ہوں کہ کہیں سے کوئی نسخہ اس کا دستیاب ہو تو میں آپ
کو بھیجوں۔ بہرکیف آپ کو انفعال کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ امیر اللغات
کے باب میں جو درخواست گورنمنٹ سے کی گئی تھی وہ وہاں سے اس
ہدایت کے ساتھ واپس کی گئی تھی کہ لوکل گورنمنٹ کے ذریعے سے درخواست
آنا چاہئے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کہ درخواست اور دونوں جلدیں لفٹنٹی
میں بھیجی ہیں کہ وہاں سے درخواست اور کتابیں حضور وائسرائے میں

پیش ہوں مگر ابھی تک کچھ نتیجہ نہیں ہوا اسکو کئی مہینے ہو گئے۔ اصلاح طلب کلام کے بستے بہت پر ہو گئے ہیں ایک انبار لگا ہوا ہے انہیں میں آپ کی غزلیں ہی غالباً ہوں گی کوئی ترتیب نہیں ہے کہ جو کلام مطلوب ہو جلد نکل آئے ایک سرسری نظر آپ کی غزل کے لیے ڈالی گئی مگر ناکامی ہوئی۔ لہذا مکلف ہوں کہ نقل اس کلام کی ممکن ہو تو بھجوا دیجئے کہ میں دیکھکر فی الفور آپ کو بھیجوں۔ عزیزی حافظ جلیل حسن پر سخت صدمات علی التواتر آئے پہلے ان کے والد ماجد نے جو ایک بڑی جماعت کے مقتدا اور شیخ اجل تھے رحلت کی۔ بعد ازاں کئی عزیز قریب علی الاتصال راہی دار بقا ہوئے ان غموں نے عزیز موصوف کو بالکل بیکار کر دیا ہے۔ آپ کی خدمت میں سلام نیاز کمال شکر گزاری سے عرض کرتے ہیں اور اپنی کوتہ قلمی کے عذر خواہ ہیں۔ زیادہ بجز دعاے ترقیات کے کیا لکھوں۔ جواب اس کا مع کلام بہت جلد عنایت کیجئے۔ منتظر ہوں فقط

آپ کا داعی خیر

امیر فقیر ۔ ۱۰ ۔ اپریل ۱۸۹۶ء رامپور

پیارے زاہد۔ روحی فداک۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون کے بعد مدعا نگار ہوں کہ میں سفر میں تھا اب رامپور پہنچا تو آپ کا خط مسرت نمط پاکر انتہا کا مسرور ہوا۔ یہ دور ایسا ہے کہ برسوں خوشی کی بات نہ دیکھنے میں آتی ہے نہ سننے میں۔ بحمد اللہ کہ آپ نے مژدہ کتخدائی لکھکر میرے دل افسردہ کو شگفتہ کر دیا۔ زیادہ تر جی اس سے خوش ہوا کہ پیارے

دولہا کو دلہن بہت پیاری ملی۔ حقتعالیٰ دونوں کی عمر و اقبال میں برکات روز افزوں عطا فرمائے۔ میری طبیعت کسل راہ سے متغیر ہو رہی ہے ذرا سنبھل جائے تو اس عقد کی تاریخ کہونگا اور اظہار سرور کرونگا۔ غزلیں آپ کی مجھے نہیں پہنچیں شاید حافظ جلیل حسن کو پہنچی ہوں وہ وطن سے امروز فردا میں آنے والے ہیں یہ پرچہ رفع انتظار کے لیے لکھوا دیا ہے۔ اپنی والدہ کو میری طرف سے مبارکباد دیجئے۔ اطفال فقیر با وجب سلام ہیں فقط

امیر فقیر ۲۰۔ جولائی ۱۸۹۷ء دفتر امیر اللغات

رامپور

پیارے زاہد۔ تم ہو اور دونوں جہان کا عیش

میں نے سفر سے واپس آکر مختصر سی مبارکباد تمہاری شادی اور خانہ آبادی کی کسی لڑکے سے لکھوا کر بھیجدی تھی اور قصد تھا کہ کسل راہ سے نجات کے بعد اطمینان سے کوئی تاریخ کہونگا۔ اور تمہاری مکرر بھیجی ہوئی غزلیں ملجائیں گی تو دیکھ لونگا۔ مگر طبیعت زیادہ بے مزہ ہو گئی اور اب تک ناچاقی طبیعت کا سلسلہ چلا جاتا ہے معہذا مکروہات کا ہجوم ہے ایک مصرع کہا تو اس میں خوبصورت قافیے نہیں ملتے عام قافیوں میں قطعہ موزوں کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ بتکلف ایک قافیہ موزوں کر کے چار مصرع کا قطعہ بھیجتا ہوں مادۂ تاریخ حسن سے خالی نہیں۔ غزلیں تمہاری ابتدائی شاعری کی کہی ہوئی ملگئیں ان کو بھی سرا سری نظر سے دیکھکر صحیح کر دیا۔ اُن کو خود بھی تم اپنے ذوق سلیم سے درست کر سکتے تھے۔ کسی وقت جمعیت خاطر نصیب ہو

تو پھر فکر تاریخ کروں گا ۔ امید ہے کہ اپنے حالات مسرت آیات سے ہمیشہ مسرور کرتے رہو ۔ اطفال محبت خصال اور جملہ عزیزان و احباب با دجب گزار ہیں ۔ تاریخ اور غزلوں کی رسید ضرور بھیجئے تاکہ نگرانی رفع ہو الفاظ ہند یہ ہیں سے آخر کا حرف گرتا ہی پیچ کا ہیں گرتا نشئے ۔ ہیں می سے پہلے ہمزہ مقروء چاہیئے ۔ قرار بمعنی اقرار عربی و فارسی میں نہیں ملتا ۔ بغیر واو عطف قول قرار کو جس طرح آپ نے اردو کر لیا ہی اس کا مضایقہ نہیں ۔ اضافت کی حالت میں اعلان نون جائز ہیں یہ شعر مجکو جی سے پسند آیا ۔ بارک اللہ خوب کہا ہی ؎

وہ آنکھوں میں ہی پتلیوں کی طرح
مگر دیکھنے کو نظر چاہیئے

قطعہ تاریخ کتخدائی

ہیں یہ تمغے زاہد کی بزم کتخدائی کے
فضائے خلد میں گویا ثمر ہیں نخل طوبیٰ کے
امیر اس عقد کی تاریخ کیا رنگیں کہی میں نے
دلہن دولہا ہیں دونوں پھول ہم رنگ و بو گلہائے خوبی کے

امیر فقیر ۔ ۱۴ ۔ جولائی ۱۸۹۷ء رامپور

محب دلنواز سلام و دعا ۔ بہت چاہتا ہوں کہ آپ کے اخلاق ناموں کا جواب فی الفور لکھا کروں مگر بہجوم مکروہات سے تاخیر ہو ہی جاتی ہے ۱۲ ۔ صفر کو جو تحریر پر تنویر آئی اس کا جواب آج چوبیسویں روز بھیجتا ہوں اور تقصیر تاخیر کا عذر خواہ اور آپ کی سیادت سے عفو کا امیدوار ہوں ۔ بحمد اللہ کہ تاریخ تقریب کتخدائی آپ کو پسند آئی اس کے متعلق جو الفاظ محبت و خلوص کے آپ نے لکھے ہیں وہ میری دلی مسرت کے

لیئے کافی ہیں۔ اللہ تعالی آپ کو شاد و آباد رکھے اور اس دلنوازی کی جزا دے۔ امیر اللغات کی ابتری بدستور ہی فی الحقیقت اس کے پورا نہونے سے جسقدر افسوس کیا جائے کم ہی۔ حضور پرنور والی رامپور نے جب میں سفر کے لیے رخصت ہوتا ہوں اس کی تکمیل پر اپنی آمادگی اور پوری خواہش ظاہر فرمائی تھی۔ بلکہ قرار پاگیا تھا کہ سفر سے میری مراجعت پر دفتر کھولدیا جائے گا مگر مجھے آئے ہوئے قریب دو مہینے کے گزرے اب تک کچھہ نہیں ہوا۔ زبان کے متعلق جو شبہات آپ نے لکھے تھے وہ حتی الامکان میں نے مرتفع کردئیے۔ ملاحظہ کیجئے۔ جلیل بکمال خلوص و نیاز سلام کہتے ہیں۔ اپنی خیریت سے جلد مطمئن کیجئے۔ سہارنپور میں کون کون سا میوہ قابل اتحاف رئیس عالی مرتبت ہوتا ہی ضرور اس سے اطلاع دیجئے۔ ویا۔ اب بالکل متروک ہی اس کی جگہ صرف ہا بولتے ہیں۔ باہمدگر کی صحت میں کلام ہی بایکدگر ہوسکتا ہی یا محض ہمدگر چاہئے لکھنے۔ پہ۔ بمعنی لیکن و مگر واجب الترک ہی بجائے پر جو ہر جگہ مستعمل ہی۔ پرسے لکھنو میں بالکل متروک ہی اور دلی میں بھی اب فصحا کے کلام میں پایا نہیں جاتا ہی۔ آپ چاہئے لکھئے۔ پیار بروزن فاع ہی فقط

امیر فقیر۔ ۱۱۔ اگست ۱۸۹۵ء رامپور

محب دلنواز۔ سلام و دعا۔ میرے خط کا جواب آپ نے جو لکھا تھا اس میں آپ کے سوالات کے جواب بھی تھے اور خط جواب طلب

آپ کے خط نہ آنے سے تردد ہی۔ خدا کرے مانع بخیر ہو۔ امید کہ یہ سطریں دیکھتے ہی رفع تشویش کیجیے۔ یہاں بعنایت الٰہی خیریت ہی۔ جلیل حسن سلام نیاز عرض کرتے ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۸ ستمبر ۱۸۹۶ء رامپور

عین الانسان و انسان العین پیارے زاہد حسین صانکم اللہ عن کل شین

۹ ستمبر کی تحریر سعادت تحریر نورافزوے نظر منتظر ہوئی شانے پر دنبل نکل آنے اور اس کی وجہ سے تپ لرزے میں مبتلا ہو جانے سے آپ نے سخت تکلیف اٹھائی۔ اس پر طرہ یہ ہی کہ ابھی ایک دُمل مندمل نہیں ہوا۔ اور دوسرے کا زور شروع ہو گیا۔ شافی مطلق جلد شفاے دلخواہ عطا فرمائے۔

امیر اللغات کی طرف کچھ توجہ ہمارے آقاے ولی نعمت کی ہوتی معلوم ہوتی ہی بڑی کوششوں سے خدا خدا کر کے یہ صورت پیدا ہوئی ہے کہ دفتر قائم ہو اور آگے کام چلے۔ مگر اب یہ دقت درپیش ہی کہ وہ عملہ جو برسوں کی صحبت میں کاموں سے واقف ہو گیا تھا سب متفرق ہو گیا بعض ان میں سے دنیا ہی میں نہ رہے اور بعض کو اور اور مقامات پر تعلق پیدا ہو گئے اب نئے ایسے آدمیوں کا بہم پہنچانا ہی جن میں قابلیت اس کام کی سیکھ جانے کی جلد ہو۔ آپ پہلے سے زیادہ کمر باندھ کر مستعد ہو جائیں اور باب عجمی سے ترتیباً بقدر امکان استقرا کر کے پوری مدد دینا یادہ اس باب میں آپ سے علم دوست سے اصرار کی حاجت نہیں۔

میوؤں کی فہرست میں نے دیکھی بالفعل مجھکو عمدہ اناناس اگر بڑے

ہوں تو بیس اور اگر چھوٹے ہوں تو چالیس مطلوب ہیں - ایک عالیشان امیدگاہ کو مربا تیار کروا کے بطور پیشکش بھیجا ہیں ۔ آپ اپنے طور پر عمدہ ثمر بکمال احتیاط کہ کار پردازان ریل تصرف نہ کر سکیں ہدیۃً مجھے بھیجیں ۔ بنظر بے تکلفی قصد مع دیجاتی ہے ۔ محمد احمد مع اخوان اور حافظ جلیل حسن صاحب گزارا ہیں ۔ دُمَّل لفظ عربی ہے دمامیل اسکی جمع ہے ۔ دنبل صحیح نہیں آپ کے قلم سے کسی جگہ یونہی نکلا لہذا اطلاعاً لکھا گیا فقط

امیر فقیر - ۱۵ - ستمبر ۱۸۹۷ء رامپور

محب دلنواز بسلام و دعا ۔ آپ کے سعادت نامے سے فرحت تازہ حاصل ہوئی مگر ادراک ناچاقی طبیعت نے تڑپا دیا آپ کی صحت و عافیت بہت ہی عزیز ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ صحیح و تندرست رکھے امید کہ خیریت سے جلد مطمئن کیجئے ۔ بہجوم مکروہات سے خط لکھنے میں مجھے دیر ہوگئی معاف کیجیگا ۔ بارے فارسی کے متعلق صرف ایک جزو آپ نے پہلے بھیجا تھا وہ کس قدر مدد دے سکتا ہے ۔ اب کچھ ہمت باندھیے اور متوجہ ہو کر پوری مدد دیجئے ۔ امیر اللغات کو آپ سے امداد کی بہت امید ہے ۔ آپ کی دلسوزی اور قابلیت ہمیشہ مشکور رہیگی ۔ دنبل کی صحت میں اسلئے کلام ہے کہ کہیں فارسی میں پایا نہیں جاتا ۔ اناس سے اب قطع نظر کرنا چاہیئے ۔ گونہ کپور تھلی بہت ۔ مراد آباد وغیرہ میں تلاش کیا گیا کہیں نہیں ملا عجب اتفاق ہے آپ نے جو ذخیرہ محاورات کا بھیجا تھا اس میں قریب قریب سبھی حرف ہیں مگر وہی ایک ایک دو دو ورق فقط

امیر فقیر ۲۶ - اکتوبر ۹۷ء - رامپور

محب دلنواز۔ سلام و دعا التصام۔ نامہ سعادت مورخہ ۲۸۔ نومبر پہنچکر نور افزائے دیدہ و سرور افزائے دل ہوا۔ پونڈے بھی پہنچے اور نہایت شیریں اور نرم رسیلے نکلے۔ آپ نے جو اوصاف لکھے تھے وہ سب پائے گئے کوئی شک نہیں کہ یہ پونڈے بے مثل ہیں۔ میں آپ کے اس اتحاف دوستانہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ باب تازی کے اجزا جسقدر آپ نے بھیجے تھے وہ کام میں لائے گئے۔ حصہ سوم کے اکثر نوٹ وہیں سے لکھے گئے ہیں۔ یہ حصہ تمام و کمال باب تازی میں ہے۔ باب فارسی سے چوتھے حصہ کا آغاز ہوا ہے۔ اللہ تعالی اسے انجام کو پہنچائے خدا سے امید ہے کہ اب آپ کو اطمینان اور سکون خاطر حسب دلخواہ ہو۔ اعزا میں متواتر اموات کے صدمات لکھکر آپ نے مجھے بیچین کر دیا۔ شافی برحق وہاں کی آب و ہوا کو جلد صاف کر دے۔ اور آپ کو مع متعلقین و متعلقات مکارہ سے محفوظ و مامون رکھے۔ دنبل کا فارسی میں صحیح ہونا آپ کی اس تحریر سے معلوم ہوا۔ آپ نے جن لغات کا یعنی ہفت قلزم و تتمہ برہان قاطع کا حوالہ دیا ہی میں ہی اس میں انشا اللہ دیکھوں گا۔

امیر فقیر۔ ۵ دسمبر ۱۸۹۹ء ریاست رامپور

میرے دلنواز میرے قدرشناس سید صاحب حبیبی و روحی فداک

آپ کا محبت نامہ مشعر مژدہ صحت پہنچکر سرمہ کش دیدہ انتظار اور تسلی بخش دل بیقرار ہوا۔ میں اب تک آپ کو خوش بیان و خوش تحریر جانتا تھا لیکن ماشاء اللہ خوش قلم اور پاکیزہ رقم بھی ہو۔ کلام معائب و نقائص

شعری سے پاک اور بالکل صاف ہوتا ہی چنداں ضرورت اصلاح نہیں ہی یہ تمہاری محبت و قدرشناسی ہی کہ پھر بھی مجھ پیرکہن سال شکستہ حال کو دکھلانے کے لیے بھیجدیتے ہو۔ جب کبھی زبان وغیرہ کے متعلق شبہا ہوا کریں ان کو پوچھکر اطمینان کر لیا کرو۔ مجکو تمہارے حسن لیاقت و قابلیت پر بہت کچھ ناز ہی اور بڑا بھروسہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کمال و اقبال میں روز افزوں ترقی عطا کرے۔ ہمیشہ اپنی خیر خیریت دیتے رہو۔ اور فقیر سے دعائیں لیتے رہو۔ میری کاہشیں اور شکایتیں بدستور ہیں تم اولاد رسول ہو میرے لیے بھی دعا کرو تا کہ دعا کی برکت اور تمہاری جد کے طفیل سے مجھ گنہگار کا خاتمہ بخیر ہو۔ چونکہ خط میں کلام ملفوف ہی لہٰذا بنظر احتیاط بیرنگ بھیجا جاتا ہی۔ محمد احمد مع اخوان ما وجب رسان ہیں فقط

امیر فقیر ۱۳ - دسمبر ۱۸۹۹ء

دار الریاست رامپور

رشید و سعید کونین مجی سید زاہد حسین صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ۔

سلام مسنون دعا مشحون محبت نامہ آیا ہجوم مکروہات کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی۔ اب غزل دیکھنے کی نوبت آئی۔ آپ کی قوت فکر اسی سے پیدا ہی کہ ایسی پامال زمین میں سوا سو شعر آپ نے موزوں کئے ہیں۔ اللّٰھم زد فزد میں نے بقدر ضرورت ایک آدہ جگہ محو و اثبات کیا اور جو شعر قابل انتخاب نظر آئے ان پر صاد کر دیا ہی۔ ان کے علاوہ جو اشعار دائرہ تغزل سے باہر نہیں ہیں ان پر بیت بنا دی ہی۔ یہ اشعار بھی سب

غزل میں رکھنے کے قابل ہیں۔ باقی اشعار کے رکھنے میں اختیار ہے
بائے فارسی کی جلد کا صحیح اندازہ ابھی نہیں ہو سکتا کہ کے جزو میں تمام
ہوگی۔ آپ اب بائے فارسی اور تائے قرشت سے متعلق جو کچھ ہو سکے
وہ لکھیئے۔ بائے تازی کی جلد زیر نظر ثانی ہے۔ امید ہے کہ تین چار مہینے میں
مکمل ہو جائے گی۔ چھپنے کی نسبت ابھی میں نہیں کہہ سکتا کہ کب چھپے گی
نظر ثانی سے تکمیل کے بعد سرکار میں پیش کرونگا۔ آگے کی کارروائی
سرکار کی مرضی پر موقوف ہے۔ اطفال فقیر اور عزیزی حافظ جلیل حسن
ما وجب گزارہیں۔

امیر فقیر۔ ۳۰۔ دسمبر ۹۵ء رامپور

محبی وسعیدی زاد عمرکم واقبالکم۔ سلام مسنون دعا مشحون۔ مدت سے
آپ کی کوئی تحریر نہیں آئی غزلیں جو اصلاح ہو کر واپس بھیجی گئی تھیں انکی
رسید بھی آپ نے نہیں لکھی۔ سخت تعجب ہے اور وجہ نہ معلوم ہونے
سے اور بھی تردد ہے۔ خدا کرے آپ مع الخیر والعافیۃ ہوں اور من کل الوجوہ
طمانیت وجمعیت حاصل ہو۔ میں آپ کا ہر وقت خیر طلب ہوں چاہیے
کہ براہ سعادت یہ کارڈ پہنچتے ہی خیریت نامہ لکھیئے اور رفع نگرانی کیجئے
میری کیفیات بدستور ہیں ہر حال میں اللہ کا شکر گزار ہوں۔ زیادہ
بجز دعا کیا لکھوں۔ سب کی طرف سے ما وجب جلیل حسن بالتخصیص
تسلیم گزارہیں فقط

امیر فقیر۔ ۲۶ مارچ ۹۸ء رامپور

سعید ورشید کونین محبی سید زاہد حسین صاحب اسعد کم اللہ فی الدارین
سلام مسنون دعا مشحون ۔ عرصہ ہوا ایک کارڈ آپ کا آکر سرور افزا ہوا تھا
اس کے بعد سے کوئی سعادت نامہ تسکین بخش خاطر نہیں ہوا ۔ جی چاہتا ہے
کہ آپ کی خیریت جلد جلد معلوم ہوا کرے ۔ اب کے رامپور میں آم کی فصل
بالکل خراب اور کمی کے ساتھ ہے اور مجھے ایک عالی مرتبہ ریاست میں
ہدیہ بھیجنے کی ضرورت شدید ہے ۔ مجبوراً آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ سہارنپور
کے عمدہ اور بڑے آم قابل تندی بقدر مناسب لطف کیجئے ۔ مگر جلد
چاہئے کہ موقع ہاتھ سے نہ جاتا رہے ۔ آپ کی سعادت و محبت سے
امید ہے کہ یہ بے تکلفانہ تکلیف دہی بار خاطر نہ ہوگی زیادہ دعا

امیر فقیر ۔ ۲۶ ۔ جنوری ۱۸۹۵ء رامپور

محب دلنواز ۔ سلام و دعا ۔ آم پہنچے ۔ اور باعث منت پذیری
ہوئے اس کی حقیقت سے مجھے معلوم نہ تھی کہ سہارنپور میں عمدہ اقسام کے
آم قلمی نہیں ہوتے اب آپ کے لکھنے سے حال معلوم ہوا اور لوگوں
سے سنا بھی گیا کہ وہاں تخمی آم اچھا ہوتا ہے اور اس کا زمانہ بہادوں ہے
بہرکیف آپ نے جن دقتوں سے کوشش کر کے آم بھجوائے میں اس
کا تہ دل سے شکر گزار ہوں اور مجھے اپنے بیوقت اور بموقع تکلیف دہی
سے کمال انفعال ہے ۔ دفتر امیر اللغات کی حالت جسقدر آپ کو معلوم
ہو چکی ہے اس میں کوئی جدت نہیں ہوئی ۔ جسطرح سرکار سے کمی کے
ساتھ امداد ہو رہی ہے اسی طرح کام بھی آہستگی کے ساتھ تھوڑا تھوڑا ہوتا ہے

چوتھی جلد جس میں پ کے لغات ہیں زیر تالیف ہی اور تیسری جلد تو گویا تیار ہی۔ دو چار الفاظ اس میں تحقیق طلب رہ گئے ہیں مگر ابھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ طبع کب ہوگا اور کیونکر ہوگا۔ آپ سے تو مدد کی سب کچھ امید ہی۔ خداوند تعالی آپ کو مکروہات سے محفوظ اور بجمیع الوجوہ مطمئن رکھے۔ ارباب دفتر خصوصاً حافظ جلیل حسن سلام سپاس انضمام عرض کرتے ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۸۔ جولائی سنہ ۱۸۹۸ء ریاست رامپور

دلنواز ارباب نیاز۔ سلام مسنون دعا مشحون۔ گلدستہ دامن گلچیں جنوری سے باہتمام نور چشم لطیف احمد اختر پھر نکلے گا۔ یہ وہی پرچہ ہی جو سنہ ۱۸۸۵ء میں میری زیر نگرانی نکلکر مقبول عام ہو چکا ہی۔ اب کے بھی کوشش یہی ہی کہ حسن معنوی کے اعتبار سے یہ پرچہ آپ ہی نظیر ہو۔ چونکہ آپ کو اس کے ساتھ پہلے بھی دلچسپی رہ چکی ہی لہذا اب بھی آپ سے بنظر خصوصیت خاص ہر گونہ امداد کی امید ہی۔ جنوری کی طرح میں جو ذیل میں لکھی جاتی ہی اپنی غزل ۱۰۔ دسمبر تک لطف فرمائیے تاکہ یہ ہر دلعزیز اور مشہور گلدستہ آپ جیسے خوش فکر رنگین کلام کے گلہائے مضامین اور اشعار رنگا رنگ سے تازگی پیدا کرے اس سے زیادہ آپ سے لائق مہربان کو لکھنے کی حاجت نہیں اشتہار متعاقب پہنچیگا۔ طرح۔ گیسوے پیچاں کی گلیاں ہیں مری چھائی ہوئی۔ اطفال و احباب ما وجب رساں ہیں فقط

امیر احمد امیر مینائی ۲۲ نومبر ۱۸۹۹ء دفتر امیر اللغات

پیارے زاہد سلام و دعا۔ مدت کے بعد سواد تحریر سعادت تخمیر سرمہ کش دیدۂ انتظار ہوا۔ استفتے سے متعلق ہیں بیچ کے طور پر آپ کو اپنا مشرب لکھتا ہوں کہ میں ہدف سہام ملامت ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور تمام عمر تجربہ ہوا کہ اول تو مناظرہ جو احقاق حق سے عبارت ہے ہوتا ہی نہیں اور بالفرض ابتدا میں کہیں ہوتا بھی ہے تو انجام کار مکابرے اور مجادلے کی طرف کھنچ جاتا ہے۔ لہذا میں کبھی ان جھگڑوں میں نہیں پڑتا۔ اور کسی استفتے پر فتویٰ نہیں دیتا۔ البتہ میرے سچے دوست جو بات مجھ سے پوچھتے ہیں اپنی رائے ناقص کے موافق ان کو بتا دیتا ہوں۔ اسی مشرب کی بنا پر میں تاریخ مبحوث عنہ سے بحث نہیں کرتا اور آپ کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ بیفائدہ یہ درد سر مول نہ لیا کیجئے۔ جب خصوصیت مباحث متعلقہ تاریخ سے قطع نظر کی گئی تو اب بتانے کی بات یہ رہی کہ مشتری ستارہ مذکر ہے یا مونث واضح ہو کہ یہ ستارہ مونث ہے اور جہاں کہیں سخندانوں اور سخنوروں نے استعمال بہ تذکیر کیا ہے وہاں ستارہ مقصود نہیں ہے جس کو مشتری سے تشبیہہ دی ہے جیسے ناسخ کے اس مطلع پر سے

بلبل ہوں بوستان جناب امیر کا روح القدس نے [illegible] ہمصفیر کیا

ان کے شاگرد رشید مرزا محمد رضا برق نے [illegible] مصرع لگایا ہے ہیں

اس میں قمری کو جس کی تانیث میں کسی کو اختلاف نہیں بتذکیر استعمال کیا ہے تو بات یہی ہے کہ وہاں قمری طائر مقصود نہیں ہے وہ شخص ہے [illegible]

پروانہ ہوں ازل سے سراج منیر کا ۔ قمری ہوں سرو باغ علی کبیر کا
ہیں نغمہ سنج ہوں چمن بےنظیر کا ۔ بلبل ہوں بوستان ازلی الخ جہاں

تاریخ میں زہرہ کے ساتھ مشتری کا لفظ آئے گا وہاں مشتری سے دولہا ہی مقصود ہوگا جیسی قمری سے برق کے شعر میں عاشق یا خود متکلم و مصنف مراد ہی۔ زیادہ آپ سے ذکی اور فہمیدہ سخنور کو لکھنے کی حاجت نہیں۔ اگر تتبع کلام اساتذہ سے آپ کوئی سند مشتری کو کب کی تذکیر کی پائیے تو مجھے بھی لکھیے۔ تمام ہوئی یہ بحث۔ دامن گلچیں کا دوسرا نمبر عنقریب نکلے گا ہر چند تعمیل میں کوشش کی جاتی ہی مگر طبع کا کام چونکہ اوروں کے ہاتھ میں ہی دیر ہی ہو جاتی ہی۔ آپ کی غزل بھی اس پرچے کے ساتھ آپ کو پہنچے گی۔ اس مرتبہ انتظار بہت رہا مگر آپ کی غزل نہ آئی۔ چاہیے کہ آیندہ سلسلہ جاری رہی۔ بہت دنوں آپ کی خیریت نہیں معلوم ہوتی تو نگرانی سخت تکلف ہوتی ہی۔ براہ سعادت خیریت نامے سے جلد جلد ممنوں و مسرور کیا کیجئے میرے حالات پستہ ہیں اور ناگفتہ بہ۔ ہر حال میں اللہ کا شکر ہی زیادہ کیا لکھوں فقط

امیر فقیر۔ ۱۲۔ مارچ ۱۸۹۹ء رامپور

پیارے زاہد۔ دعا مدعا۔ مادۂ تاریخ میں لفظ ایجاب محض اور بجائے قران لفظ وصل لانا اور اس سے معنی ایجاب و قبول اور قران و اجتماع۔ مراد لینا بہت ہی بحث ہی اس باب میں مجھے بھی آپ کی رائے سے اتفاق کلی ہی۔ دامن گلچیں کی غزل دیکھی اور کمیٹی انتخاب میں منتخب ہوگئی غزل

آپ نے بہت اچھی کہی ہے۔ اصلاح کی فی الحقیقت ضرورت و گنجایش نہ تھی شبہ آپ اپنی حذاقت سے غور کر کے مٹا لیا کیجئے۔ اگر کبھی کوئی شعر مشکوک ہی رہجائے تو اس کو لکھہ بھیجا کیجئے۔ لفظ ساگا کی اصل ساگما بمعنی جنگ و جدل ہے میر تقی مرحوم کے شعر میں بھی یہی معنی ہیں۔ قدما کے سوا متوسطین و متاخرین کے کلام میں یہہ لفظ دیکھا نہیں گیا۔ بہانا کا اصل بہاشا ہے اور ہندی میں شا اور کہا کا بدلا ہوتا ہے اردو میں فصحا کی زبان پر بیشتر بہاکا اور بکثر بہانا مستعمل ہے۔ امیر اللغات سے مایوس نہونا چاہئے۔ لاتقنطوا من رحمتہ اللہ۔ کام تہوڑا تہوڑا ہورہا ہے اور ایک بڑی جگہ سے امید بھی ہے۔ باقی خیریت ہے۔

امیر فقیر۔ ۴۔ اپریل سنہ ۱۸۹۹ء رامپور

محب دلنواز۔ سلام و دعا۔ نامہ سعادت بلٹی لیکر آیا۔ لوکاٹ کی پارسل موصول ہوئی۔ زبان و دل دونوں تمہاری محبت کے شکر گزار ہیں اللہ تعالیٰ اس دلنوازی کی جزا دے۔ انفلوئنزا کا آج کل زور ہے میں اور میرے کئی عزیز کئی روز سے مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے اس سے پہلے نامہائے سعادت کا جواب لکھہ چکا ہوں پہنچا ہوگا۔ حافظ جلیل حسن سلام و سپاس عرض کرتے ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۱۶۔ اپریل سنہ ۹۹ء رامپور

پیارے زاہد۔ مدت کے بعد محبت نامہ آیا تمہاری سچی اور خالص الفت و وداد کا مشکور بنایا۔ خدا تم کو خوش رکھے کہ مجھہ مغموم و محزون کو اپنی خیریت کی خوشخبری سنا کر خوش کر دیتے ہو اور میری مزاج پرسی

کرتے رہتے ہو۔ میں تمہاری عنایتوں کو کس زبان سے ادا کروں پیارے۔ مجھے اس کی بڑی شکایت ہے کہ بالا بالا لکھنؤ آئے گئے اور راستے میں اس حسرت کش دیدار کو ملاقات سے مسرور نہ کیا اور دیدہ ہائے دیدار طلب کو اپنے نور جمال سے محروم رکھا حضرت جلال سلمہ کی ملاقات کی کیفیت آپنے مجمل اور مختصر الفاظ میں لکھی ذرا تفصیل و توضیح کی محتاج تھی۔ یہ ان کے حسن ہنر و کمال کی بات ہے کہ مجھ بے ہنر و بے کمال کی اسقدر تعریف فرمائی۔ ورنہ میں اس کا سزاوار و مستحق اپنے آپ کو نہیں پاتا ع عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ۔ آپ کا کلام لطافت انضمام ایک آدھ جگہ دخل دینے کے بعد بھیجتا ہوں۔ رسید ضرور لطف ہو آپ کی خوش گوئی و خوش بیانی سے بہت جی خوش ہے۔ واہ کیا کیا شعر کہے ہیں۔ اللھم زد و بارک۔ میری حالت کیا پوچھتے ہو۔ مختصر آنکہ بہر حال قابل شکر ہے ورنہ۔ ع۔ حال ایں غمزدہ اے یار ہمانست کہ بود فقط

امیر فقیر۔ یکم اکتوبر ۱۸۹۹ء۔

دار الریاست رامپور

میرے پیارے زاہد نے مدت کے بعد مجکو یاد کیا۔ اس کا شکر گزار ہوں میں ایسی کاوشوں میں رہا اور ہوں کہ میری کوتہ قلمی عفو کے قابل ہے مرض سے رنجوری و معذوری ایک طرف۔ نومبر کے مہینے میں آگ نے زنانے مکان سے مشتعل ہو کر مردانے مکان تک دوپہر میں تمام اسباب راحت و سامان معاشرت جلا کر خاک کر دیا۔ قلمی اور مطبوعہ

کتابیں بھی بہت سی جل گئیں۔ بڑا حصہ میرے کلام غیر مطبوعہ کا بھی نذر آتش ہوا اگر خداوند تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ نفوس محفوظ رہے اگر مشیت الٰہی موافقت کرے تو اور چیزوں کی تلافی ہو سکتی ہے۔ البتہ دل و دماغ اس قابل نہیں رہے کہ تلف شدہ منظوم و منثور کلام کا عوض ہو سکے۔ ایک یہ بات تم کو لکھنے کی قابل ہے کہ حضرت نظام عالی مقام حیدرآباد دکن خلد اللہ ملکہم و اقبالہم سے میں بنارس میں ملا۔ بمجرد اطلاع مجھے یاد فرمایا۔ اور جو نظم میں نے مناسب مقام راہ میں مرتب کی تھی اس کو بکمال التفات میری زبان سے سماعت فرما کر داد سخن دی اور وسعت اخلاق و مروت و فتوت فطری سے میرا اعزاز بڑھایا۔ مرضی مبارک کے موافق ان کے معزز ارکان استان نے مجھے ہمرکاب سعادت ہونے کے لیے اصرار کیا۔ افسوس کہ میں موسم شدت برد میں اپنے مرض کی وجہ سے ان کے اسپیشل پر نہ جا سکا۔ ایک مانع قوی یہ بھی تھا کہ یہاں کے تعلقات کثیر اور حالت نازک بغیر حصول رخصت کیونکر چلا جاتا۔ بہت ہی خطرات کا سامنا ہوتا۔ ناچار آغاز موسم گرما میں شرف حضوری کا وعدہ کر کے چلا آیا۔ یہ سفر باعث مزید زیر باری کا تو ہو اگر جس عنوان سے ملاقات ہوئی اس سے وہاں پہنچنے پر امید کامیابی کو حسب دلخواہ قوت ہو گئی۔ ان کے دربار کے لوگ بالاتفاق کہتے تھے کہ ایسی ملاقات ہم نے کسی کے ساتھ نہیں دیکھی۔ اب ہر وقت یہ فکر ہے کہ سامان سفر بہم ہو جائے تو تہیہ سفر کروں۔ اس لئے کہ ادھر کے سفر کا اظہار بھی یہاں خلاف مصلحت ہے۔ دیکھا چاہئے منظور الٰہی کیا ہے

تمکو اپنا دل سوز قدیم سمجھکر یہ کچا چٹھا بطور راز لکھا۔ یہ بات بھی وہاں کے احباب و
عمائد سے معلوم ہوئی کہ سرکار میں برتاؤ بنظر حیثیت ہوتا ہے۔ میرے ساتھ چند
عزیز چند شاگرد لایق ضرور ہوں گے۔ اور مرض عسر بول وحبس بول کے
سبب سے ایک پوری گاڑی سیکنڈ کلاس رزوڈ ہر سفر میں کرنی پڑتی ہے
پھر وہاں پہنچکر انعام و اکرام وغیرہ کے مصارف علاوہ کہ اس کے بغیر کسی
دربار میں کام نہیں چلتا۔ اور وہ تو بڑی سرکار بڑا دربار ہے۔ آگ نے اگر گھر
برباد نکر دیا ہوتا تو تہیہ سامان سفر میں سامان البسہ و امتعہ کی ضرورت نہوتی
جو نظم میں نے وہاں پڑھی اس کو شائع نہیں ہونے دیا۔ یا میرے پاس
ہے یا حضرت نظام کی جیب میں کہ انہوں نے سننے کے بعد ہاتھ بڑھا کر
مجھ سے لیلی تھی۔ سب اطفال و عزیزان و احباب ماوجب گزارہیں
اس خط کی رسید ضرور لکھئے گا تاکہ پہنچنے سے اطمینان ہو جائے فقط

امیر احمد امیر۔ ۱۷۔ فروری سنہ ۱۹

پیارے زاہد۔ تمہاری تحریر سعادت تخمیر سرور افزائے خاطر فاتر ہوئی
واقعہ آتشزدگی پر جو دل سوزی کے کلمات تمنے لکھے انہوں نے لگی کو
بجھایا۔ سفر سے متعلق جو دلنوازی کی باتیں لکھیں انہوں نے اور میرا دل بڑھایا
اللہ تعالی تمہاری فراخ حوصلگی کے موافق فلاح و کشایش کا دروازہ کھولدے
آمین۔ میں اپنی عزیمت کی نسبت کیا لکھوں۔ دکن سے ارکان دولت
کے خطوط برابر آتے ہیں کہ اعلیحضرت قدر قدرت میرا ذکر بخیر فرماتے
ہیں۔ میرے بہی خواہ احباب آپ ہی پر زور دے رہے ہیں کہ تازہ تازہ

ملاقات ہوئی ہے اس کا اثر باقی ہے یہ موقع ہاتھ سے نہ جانے دیجئے سفر کیجئے اور بہت کچھ لیجئے۔ میں باوصف رنجوری ومعذوری سفر پر تیار ہوں مگر کیا کروں موانع قوی جو سدراہ ہیں برطرف ہولیں تو کام چلے اور میں بھی چلوں۔ حافظ جلیل حسن اور اطفال عقیدت خصال سب تسلیم گزارہیں فقط

امیر فقیر۔ ۲۰ مارچ سنہ ۱۹ء دارالریاست رامپور

جامع مکتوبات، خاکسار ثاقب کے نام

دارالریاست رامپور افغاناں

یکم ربیع الاول سنہ ۱۲۹۹ہجری

بندہ نواز تسلیم۔ ۱۹۔ دسمبر کا پوسٹ کارڈ اسوقت نظر پڑا چونکہ اس میں آپ نے لکھا ہے کہ سہارنپور پہنچکر میں تذکرہ انتخاب یادگار کی نسبت کچھ لکھونگا اور اس کے مضامین سے اطلاع دونگا۔ لہذا اس کے انتظار میں اب تک جواب نہیں لکھا اب مجبوری اس پوسٹ کارڈ کی رسید اور شکر پسند تذکرہ کا لکھتا ہوں۔ بندہ پرور اس تذکرے میں اگر کچھ محاسن ہوں تو ان کو آپ سے ہنر بین جانیں اور جو اس میں مجبوری قباحتیں ہیں قرار واقعی ان کو میرا دل جانتا ہے۔ مگر کیا کروں مامور تھا معذور تھا۔ دیباچے میں اس کا اشارہ بھی کیا ہے۔ آپ غور سے پڑھیئے گا تو سمجھ جائیے گا کہ مولف مجبور تھا خداوندتعالیٰ آپ کو مراتب امتحان سخت ودشوار سے فارغ کرے اور

اس محنت شاقہ کا ثمرہ ہے۔ ہندوستان میں کسی جلیل عہدے پر آپ
کی ماموری اور حکومت کی خبر سامعہ نوازی فرمائے تو دل کو چین آئے۔

امیر فقیر عفا عنہ

بندہ نواز۔ نوازشنامہ آیا منت پذیر فرمایا۔ صبح ازل شام ابد لیلۃ القدر
بھیجتا ہوں۔ ذکر شاہ انبیا جو جامع مضمون ولادت و رضاعت و معراج
و فضائل و وفات ہے اب نہیں باقی ہے دو مثنویاں مختصر ایک نور تجلی دوسری ابر کرم
بھی موجود ہیں مگر محض نوابی ہیں۔ شاعری ایسی نہیں ہے کہ آپ کو پسند آئے اسلئے
نہیں بھیجیں۔ ان مسدسات میں کسی قدر حسن شاعری بھی ہے۔ تو نظر لخت جگر محمد احمد
تقر تسلیم عرض کرتا ہے فقط

امیر احمد عفا عنہ۔ دہم فروری ۱۸۹۸ء

از دار الریاست رامپور افغانان روہیلکھنڈ

سلام نیاز نکارڈ آیا سرفراز فرمایا محمد احمد سلمہ اللہ الصمد مزاج پرسی کے
شکر گزار ہیں اور دو اڑھائی برس سے طبیعت ان کی صحیح نہیں رہی اب بھی
بیمار ہیں۔ یونانی اور ڈاکٹری علاج ہو رہا ہے۔ میں ضعف پیرانہ سالی اور دائم المرض
ہونے سے حاطل محض ہو گیا ہوں۔ آلام روحانی سب پر طرہ ہیں۔ انقلاب
ریاست سے ترددات ایسے بڑھ گئے ہیں کہ ان کو لکھ نہیں سکتا۔ فراق
دائمی نواب خلد آشیاں کا صدمہ اور زیادہ روح فرسا ہے کہ وہ میرے بڑے
ناز بردار اور عموماً اہل ہنر کے قدر دان تھے۔ الغرض عجب نازک حالت
میں زندگی کے دن کاٹتا ہوں۔ اللہ تعالی رحم فرمائے۔ آپ کے جشن

کتخدائی کی عمدہ تاریخ کہنے کو بہت جی چاہتا ہے مگر افسردہ دلی سے کچھ نہیں ہو سکتا دعا فرمائیے کہ اسباب جمعیت خاطر کے رونما ہوں۔ آپ کی دلبری کا نہایت ممنون ہوں فقط

امیر فقیر۔ ۱۲۔ رمضان ۱۳۰۲ہجری

مکرم دلنواز۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ نامہ نامی آیا ممنون یاد آوری فرمایا۔ غزل بھی دیکھی اور ہر شعر پر وجد کیا سبحان اللہ کیا کیا شعر کہے ہیں میں بسر و چشم ان پھولوں سے دامن گلچیں کو آراستہ کرتا مگر دامن گلچیں سے میرا خاص تعلق نگرانی کا ہے اور امور میں تم بالاتفاق رائے کمیٹی کا پابند ہوتے ہیں اور کمیٹی کی رائے غیر طرح کلام درج کرنے کی اب تک نہیں ہے اور طرح کا کلام اسقدر آتا ہے کہ ورق بڑھانا پڑتے ہیں اسلیے میں نے آپ کی غزل کو باحتیاط رکھ لیا ہے اگر آئندہ کلام غیر طرح چھپنے لگے گا تو ضرور چھپے گی بشرطیکہ اس سے پہلے شائع نہ ہو چکی ہو۔ مجکو آپ اپنا مخلص دیرینہ تصور فرمائیں۔ آخر میں پھر عذر خواہ ہوں کہ مجبوری ہے آپ کی غزل درج گلدستہ نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر اردو زبان میں کچھ موزوں کرنے کا اتفاق ہوتا ہو تو طرح دامن گلچیں میں طبع آزمائی ضرور فرمائی جائے کہ اس کی رونق بڑھے اور ترتیب حروف تہجی میں آپ کے تخلص سے ثاسے مثلثہ کا گھر آباد ہو کہ وہ ویران پڑا ہے فقط

امیر احمد عفا عنہ
روز پنجشنبہ

لکھنو کٹرہ ابو تراب خاں۔ ۲۱ مئی ۱۸۸۵ء

یادآور من۔ کرم گستر سلام نیاز۔ کارڈ آیا ممنون یادآوری فرمایا۔

فرصت نذر مکروہات طاقت وقف اسقام و آلام جمعیت تو ایک مفروض محض ہے نہ کبھی تھی نہ اب ہے نہ آئندہ محتمل۔ البتہ اسباب اس کے فقدان کے مختلف ہوتے ہیں ریاست میں اطاعت سے فاقہ کشی اور فکر مکارہ سے معدوم ہے الغرض نفس لئیم شکایت سے کبھی خالی نہیں۔ بندہ نواز میں ضعیف البنیان ہوں اور اکثر بیمار اور بیماروں کا پرستار رہتا ہوں۔ حق تعالیٰ نے ایک قافلہ صغار و کبار ذکور و اناث کا خدمتگزار کیا ہے اور زمانہ دو برس سے ناموافق ہے گوناگون نقصان اٹھائے اور اٹھاتا ہوں۔ الغرض اسباب پریشانی کا ہجوم احباب کی خدمت میں نامہ نگاری سے بھی محروم رکھتا ہے۔ میری کوتہ قلمی معاف ہو۔ لکھنؤ میں جب آپ تشریف لائیں گے تو بشرط حیات ملاقات سے مستفید و مسرور ہونگا۔ محمد احمد بضرورت دلی گئے ہیں زیادہ کیا لکھوں۔

امیر فقیر لکھنوی محلی گنج قریب شوالہ ہوا نا سنگھ

مکان ڈپٹی وحید الزماں خاں مرحوم ۳ ستمبر ۸۵ء

گرامی گوہرا۔ سلام مسنون خلت مشحون۔ عنایت نامہ آیا غزل ساتھ لایا اس نے سرفراز کیا۔ اس نے دلنوازی کی دونوں کا شکر گزار ہوں۔ اور براہ دلسوزی جو کچھ آپ نے خط میں لکھا اس کا شکر ادا نہیں ہو سکتا میں خود سمجھتا ہوں کہ میرے حق میں پاس وضع مضر ہے مگر کیا کیا جائے کہ پاس آبرو سے قطع نظر نہیں ہو سکتی۔ اسباب ایسے فراہم ہوئے ہیں کہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن کا مصداق ہو رہا ہوں حرکات اضطراری ہوا کرتے تھے۔ یہاں سکون و حرکت سب اضطراری ہیں موفق حقیقی توفیق نیک

عطا فرمائے۔ آپ بھی دعا فرمائیے۔ منشی طفیل احمد صاحب میرے ایسے دلسوز سچے دوست ہیں کہ میں ان کی صفات پر فخر کرتا ہوں۔ اللہ ان کو دونوں جہان میں اس کی جزا دے۔ غزل فارسی آپ کی دیکھی۔ ماشاء اللہ بے مشقی میں کیا کیا شعر فرمائے ہیں اللہم زد۔ گلدستہ دامن گلچیں کی نسبت التفات آپ کا اسقدر کافی نہیں ہی کہ آپ خریداری فرمائیں بلکہ آپ سے فروتر احباب نے بھی تیس تیس درخواستیں بھجوائی ہیں آپ کو بھی برعایت اپنی شان اور بپاس مشرب وضع ومحبت کے سعی بلیغ فرماکر جلد درخواستیں بکثرت بھیجنا چاہئے۔ غزل فارسی آپ کی جب آپ منتخب فرماکر بھیجا کریں گے رونق افزائے گلدستہ ہوا کرے گی۔ غزل فارسی اپنی آپ کو کیا بھیجوں شرم آتی ہی میں تو نہ اردو کا شاعر رہا نہ فارسی کا۔ سراپا آلام واسقام ہوں بناچاری کچھ موزوں کرنا ہوتا ہی کبھی بھیجونگا۔ ابتو اللہ اس گلدستے کی بیل منڈھی چڑھا دے اور مشتہرین اشتہار نے جس غرض سے میرا نام درج اشتہار کیا ہی اسکی لاج رہجائے۔ نورچشم محمد احمد نے مجبوری اس مشقت کو گوارا کیا ہی آپ بہت اس کا پاس کیجئےگا زیادہ کیا لکھوں۔ جواب ضرور لطف ہو۔

امیر فقیر ۔ ۷ ۔ جنوری ۱۸۹۵ء

سلام مسنون اخلاص وسپاس مشحون۔ اس وقت ۸ مئی کا کارڈ آیا چونکہ اس سے پہلے کوئی تحریر عنایت خیمہ مجکو نہیں پہنچی لہذا میں اس فقرے کے معنی کہ تاریخ تقریب سے معزز کیا جاؤں اور بالکل نسمجھا امیدوار ہوں کہ مفصل تحریر فرمائیے تاکہ قصد تعمیل حکم کیا جائے۔ اس زمانے

ہیں گوناگوں پریشانیوں میں مبتلا ہوں خصوصاً قلق فراق والی حضرت خلد آشیاں[1] نے سخت افسردہ دل کر دیا ہے مدت کی صحبت و یکجائی تھی افسوس صد افسوس۔ اب رئیس حال کے حق میں دعا ہے کہ خداوند اقدس عمر دراز کرے اور صحت کاملہ عطا فرمائے۔ جناب اعظم الدین خاں بہادر جنرل ریاست اب مدار المہام باختیارات کامل ہیں وہ اک مرد متین و مہذب انگریزی تعلیم یافتہ بڑے جفاکش ہیں بطور خود ربط و ضبط و نظم و نسق میں کوشش کر رہے ہیں۔ میری حالت اب تک تو باعتبار تعلقات کے بدستور ہے۔ آگے کا حال معلوم نہیں فقط

امیر فقیر۔ ۱۱ مئی ۱۸۸۷ء۔ رامپور مراد آباد

آئینہ جمال فتوت جمال آئینہ مروت اعلی اللہ شانکم۔ بعد سلام و شوق کے عرض کرتا ہے سراپا تقصیر امیر فقیر کہ بوجہ بخور ڈیرہ مہینے سے دربار جانے سے معذور تھا اسی سے تعمیل حکم میں قصور ہوا عذر خواہ ہوں والعذر عند کرام الناس مقبول۔ آتش بے دود کا ایک نسخہ مجھے ہدیۃً پہنچا۔ اس کا شکر کس زبان سے ادا کروں میری عاجزی کو پیرایہ سپاس گزاری سمجھئے۔ جو نسخہ حضور میں مع عرضداشت گذرانا تھا سرکار[1] نے بہت شوق سے اس کو ملاحظہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ ہماری طرف سے بہت تعریف لکھوا ور دیوان[2] فارسی ہدیۃً بھیجو۔ حسب حکم پارسل دیوان کی روانہ کرتا ہوں۔ اس خط کو لکھتے وقت ایک عنایت نامہ مع حاشیہ اضطراب پہنچا۔ اس نے اور زیادہ منت پذیر کیا۔ امیدوار ہوں کہ مجکو مخلص ممنون تصور فرما کر ہمیشہ کارہائے لائقہ

[1] خلد آشیاں نواب کلب علی خاں بہادر ۱۲

[2] تاریخ فرخ

سے سرفراز فرمایا کیجئے اور چونکہ دائم المرض ضعیف النسیان ہوں تو دیر کو جواب لکھنا اگر کبھی واقع ہو تو عفو فرمائیے فقط

معروضہ امیر احمد عفی عنہ

۲۶ شوال ۱۳۰۹ھ

احسن الاحبا مولوی احسن اللہ خاں ثاقب سلمہم الواہب۔ بعد سلام مسنون اخلاص مشحون کے واضح ہو کہ رافت نامہ مدت کے بعد آیا اور نور بصر و دیدہ و دل بڑھایا۔ میں آپ کی کس کس عنایت کا شکر کروں کہ مجھ سے ناچیز کو بایں خوبی و اخلاق یاد فرماتے ہیں اور کوتہ قلمی کا گلہ کرتے ہیں اس شکایت کا شکر ہی ادا نہیں ہو سکتا۔ خداوند تعالیٰ مکارہ سے محفوظ رکھے آمین۔ اب میں بصد انفعال عذر کرتا ہوں کہ اس زمانے میں خود بھی بیمار رہا اور عزیزوں کا بھی بیماردار رہا۔ ایک عزیز کا انتقال ہو گیا انکا ماتمدار رہا۔ ان کے علاوہ اور بہت سے مکروہات رہے جنکا بیان نہیں ہو سکتا۔ امید کہ آپ قصور معاف فرماویں۔ تذکرہ انتخاب یادگار حسب فرمایش سرکار مرتب ہوا اور چھپکر سرکار میں داخل ہوا۔ میں اپنی تالیفات کو اس قابل نہیں جانتا کہ ہدیۂ احباب کروں علی الخصوص یہ تذکرہ جسمیں مجھکو حالات تاریخی اور انتخاب اشعار میں بہی مداخلت ہے جیسے قلم کو دست کاتب میں۔ مگر اب جو آپ نے یاد فرمایا تو ضرور ہوا کہ ایک نسخہ بھیجوں تاجر سے کہا ہی متعاقب پہنچے گا اور دونوں تذکرے بوپالی میرے پاس نہیں آپ ان کے بھیجنے کی تکلیف نفرمائیے۔ آپ نے انگلستان جانے کی

بڑی سنائی۔ یہ بار عظیم مہاجرت کا مجھ ناتواں سے کیونکر اٹھے گا۔ خیر خداوند عالم ایسا کرے کہ آپ کو یہ سفر وسیلۂ ظفر ہو اور آپ فائز المرام وہاں سے آکر ہندوستان میں وہ مرتبہ پائیں کہ آپ کے خیر طلب اس پر فخر کریں۔ زیادہ کیا لکھوں۔

امیر فقیر عفا عنہ ۔ ۲۹ ۔ نومبر ۱۸۹۸ء ۔ نور چشم
محمد احمد تم تسلیم رساں ہیں۔

مخدومی حضرت ثاقب سلمہ اللہ الواہب۔ سلام مسنون اخلاص مشحون قبول ہو۔ اور دیر رسی جواب معذوری واقعی پر محمول ہو۔ پہلا محبت نامہ آیا تو مرآۃ الغیب بہم پہنچانے کی فکر ہوئی اس کو چھپے ہوئے کئی برس ہوئے میں نے دو سو نسخے لیے تھے وہ ہندوستان نزدیک و دور ہو چکے اس شہر میں تاجران کتب کے پاس بھی نہ ملا۔ ناچار مطبع منشی نولکشور کو لکھا اب تک جواب نہیں آیا۔ میرے پاس نعتیہ مسدسات جن کے نام ذکر شاہ انبیا، صبح ازل، شام ابد، لیلۃ القدر ہیں موجود ہیں۔ مرآۃ الغیب، گوہر انتخاب محامد خاتم النبیین، مضامین دل آشوب نہیں ہیں۔ موجودات میں جس کی طرف التفات ہو بھیجدوں۔ اور کوئی امر تحریر اولین میں جواب طلب نہیں تحریر ثانی سے امتحان انگریزی درجہ اول میں کامیاب ہونا معلوم ہوا اور ایسا جی خوش ہوا کہ اپنی کامیابی کا مزہ ملا۔ حق تعالیٰ وہ دن لائے کہ مژدہ صدر آرائی سننے میں آئے۔ الٰہی مدام مکارہ سے محفوظ اور لذائذ سے محظوظ رہئے۔ زیادہ کیا لکھوں کہ نہ بیماری سے نجات ہوتی ہے

نہ پرستاری سے۔ مکروہات دنیاوی اور اندیشہ ہائے اخروی علاوہ ہیں۔ اللہم اغفر ذنوبی واستر عیوبی

راقم آثم

امیر احمد عفا عنہ ۲۔ فروری ۱۸۹۸ء

مخدوما و مکرما دام الطافکم۔ بعد سلام سنت الاسلام کے حالی خاطر عاطر ہو کہ تلاش کرتے کرتے عرضی مطلوبہ دار الانشا میں ملی اس کی نقل ایک دوست سے لکھوائی مقابلہ کر کے تصحیح کی نوبت نہیں آئی۔ چونکہ آپ ہی کا کلام ہے تو آپ عند الملاحظہ صحیح کر لیں گے۔ زیادہ سوائے اظہار اخلاص معنوی کے کیا لکھوں۔ امید ہے کہ بنظر خلق و کرم اتم کے کبھی یاد فرمایا کیجئے فقط

امیر احمد عفا عنہ۔ ۱۳۔ جولائی ۱۸۹۸ء

گرامی گوہر۔ نامہ دلنواز آیا۔ فرمایش تقریظ رسالہ سبعہ سیارہ نے دلنوازی کی داد دی۔ مگر افسوس ہے کہ مجھ سے اس زمانے میں حکم کی تعمیل نہیں ہو سکتی اس لیے کہ خود بھی بیمار ہوں اور کئی مریضوں کا پرستار ہوں۔ سبب پر طرہ یہ کہ سرکار دولتمدار کے احکام کی تعمیل سے مطلق فرصت نہیں اگر با ذہمہ صحیح بھی ہوتا تو ضرور کچھ لکھتا اگرچہ میری تقریظ اس قابل نہیں ممکن تھی کہ ایسے رسالے کے آخر میں پیوند ہو۔ تی زربفت کے لباس میں ٹاٹ کا ٹکڑا کیونکر کھپ سکتا۔ مگر خیر آپ کی خوشی تو ہو جاتی۔ افسوس کہ اس دولت سے بھی محروم رہا اگر زندگی باقی ہے تو کبھی تلافی ہو گی۔ امید ہے کہ عذر پذیری کو کام فرما کر عفو جرم سے سرفراز کیجئے۔ فقط خدا کرے آپ امتحان میں

پورے تر ہیں اور خاطر خواہ کامیاب ہوکر روز افزوں ترقیاں پائیں فقط

امیر احمد عفی عنہ - ۱۸- نومبر ۱۸۹۸ء

کرم گستر امعنی پرور اتسلیم - اب کے سال مجکو محرم کا تمام مہینا محرم کی دسویں کی طرح غم میں گذرا پوچھئے کیوں تو عرض کروں کہ عشرۂ ثانیہ میں جو عنایت نامہ آیا اس سے معلوم ہوا کہ میرا وہ نیاز نامہ جو میں نے مجرد صدور صحیفہ اولین جواب میں لکھا اور ہدیۂ سبعہ سیارہ کی تاریخ کہی اور اس میں لکھی آپ کو نہ پہنچا کاش اسی زمانے میں وہ خط پہنچ جاتا تو تقریظ نہ لکھنے کی شرمندگی تھی - افسوس ہزار افسوس کہ میری طرف سے تو یہ تعمیل حکم میں جلدی اور آپ کو یہ گمان ہوگا کہ یہ تاریخ کہنے کو بھی اڑا گیا - طرفہ یہ کہ ۵ محرم کو جو عنایت نامہ آپ نے لکھا اس میں یہ بھی لکھا کہ میں یہاں سے وہاں اور وہاں سے کہیں اور جاؤنگا تو جنوری میں مجھے خط لکھنا پس محرم کے مہینا بھر مجکو رونا رہا کہ الہی جلدی یہ غم کے دن گذریں اور آپ سہارنپور پہنچیں اور میں عذر واقعی لکھوں اور پھر تاریخ بھیجوں اور وہ پہنچے تو کچھ آنسو تھمیں - الہی میری نارسائی بخت آپ کی قوت اقبال پر ترقی نکر سکے - اور یہ خط تلف نہونے پائے خیر یہ مطلب تو تمام ہوا - سردی کی شدت جو آپ نے لکھی ہے سب واقعی ہے ادھر بھی اب کے سال بہت شدت ہے اور میں چونکہ ضعیف البنیان ہوں اس موسم میں اکثر مریض رہتا ہوں - سردی ہو خواہ گرمی تری ہو یا خشکی جو کیفیت غالب ہوتی ہے طبیعت اس سے مغلوب ہو جاتی ہے میر ضامن علی صاحب جلال آئے اور پچاس روپیہ مشاہرے پر نوکر ہوئے

مع الخیر ہیں۔ زیادہ کیا عرض کروں فرصت نہیں ملتی اور لکھتے وقت دل کی دل ہی میں رہجاتی ہے۔ قطعۂ تاریخ جو سراسری عرض کیا تھا وہ پھر بھیجتا ہوں پسند کے قابل تو نہیں ہے مگر بپاس خاطر جبراً قبول فرمائیے۔ چھاپنے نہ چھاپنے کا اختیار ہے مگر یہ خفگی تو جائے کہ نہ تقریظ لکھی نہ تاریخ فقط

امیر فقیر عفی عنہ ۲ جنوری سنہ [illegible]ء۔

بندہ پرور۔ اب کے بیرنگ خط بھیجنے کا قصور معاف ہو ٹکٹ لگا کر بھیجا تھا وہ نہ پہنچا اب کے جلکر بیرنگ لکھا ہے خدانخواستہ یہ بھی نہ پہنچا تو جستجو کی نوبت آئے گی فقط

مخدوم گرامی مناقب مکرمی حضرت ثاقب۔ سلام و نیاز کے بعد التماس ہے کہ مدت کے بعد اس وقت بجھی ہوئی آگ بھڑکی یعنی آپ نے یاد فرما کر پھر ولولہ شوق و ذوق بڑھایا میرے تغافل کی شکایت گو بجا ہو مگر میں اس شکایت کا شکرگزار ہوں ؎ ہرچہ از دوست میرسد نیکوست۔ مثنوی نشتر تیز کی تاریخ کہنے کی فرصت اور لیاقت مجھکو کہاں مگر تعجیلاً للحکم سرِ دست جو خاطر فاتر میں آیا ہے وہ قطعہ دو بیتی ذیل میں لکھتا ہوں گر قبول افتد زہی عز و شرف "مرآۃ الغیب" کے سو نسخے بقیمت مجھکو بھی لینے پڑے تھے۔ اطلاعاً عرض پرداز ہوں۔ تحریر مطبع واپس پہنچنے ہی امید ہے کہ آپ ہمیشہ یاد فرماتے رہیے تاکہ یہ معلوم ہوتا رہے کہ آپ کہاں تشریف رکھتے ہیں اور کس شغل میں ہیں میں اپنے استقام جسمانی اور آلام روحانی کا حال لکھوں تو نامہ ایک دفتر ہو جائے اور دوست کا دل دردمند

ہو گیا حاصل۔ اپنے والد ماجد کی جناب میں بشرط گنجائش و التفات نیازمندی کی طرف سے تسلیم کہہ دیجئے۔

تاریخ

گفت چوں مثنوی نشتر بہر ثاقب تیز فہم و تیز نظر
گشت محسود خلق و گفت امیر دل حاسد مقام این نشتر

امیر فقیر ۱۲ محرم سنہ ۱۳۱۲ھ

فقیر نواز کہوں یا امیر نواز کہوں امیر نواز کہتے ہیں آپ کی ترقی مراتب تو ہی مگر اپنی نسبت امارت کی اضافت خود نمائی ہے اور وہ بھی جھوٹی خود نمائی اسلیے کہ برائے نام امیر ہوں اور درحقیقت فقیر ہوں وہ بمعنی لغوی یعنی محتاج محض نہ باعتبار اصطلاح تصوف کہ وہ فقیری ہر امیری پر ترجیح رکھتی ہے ؎ گدا بادشاہ ست و نامش گدا ست۔ بہرکیف فقیر نواز و امیر نواز اس جگہ دونوں یکساں ہیں لکھنا کیا تھا قلم بہک کر کدہر نکل گیا معاف کیجئے اور مطالب کا جواب لیجئے کہ عنایت نامہ آیا منت پذیر فرمایا۔ اپنی کیفیت ابتدائے سن شعور سے اب تک کی جو کچھ آپ نے لکھی وہ سب میں نے مکرر پڑھی اور آپ کی بے تکلف عبارت کے مزے لوٹے حقیقت یہ ہے کہ لڑکپن سے جوانی تک اس انسان ضعیف البنیان کو عجیب عجیب کیفیات میں بسر کرنا ہوتا ہے کہ طبیعت تو آزادی چاہتی ہے اور مربی مقید کرتے ہیں مگر ایک تیسری منزل آتی ہے جس کو بڑھاپا کہتے ہیں۔ بھائی وہ کڑی منزل ہے جو لوگ اس منزل میں داخل ہو چکے ہیں وہاں کے مصائب وہی جانیں۔ اللہ آپ کی

عمر میں ایسی برکت دے کہ میرے اس مطلع کے مصداق ہو جائے سہ

باقی نہ کوئی دل میں الٰہی ہوس رہے   بارہ برس کے سن میں وہ لاکھوں سن کی

اور بڑھاپا بھی اللہ آسائش سے بسر کرے ہم لوگوں کی طرح ایڑیاں نہ رگڑے ایڑیاں رگڑنے کی توضیح اگر لکھوں تو آپ کا وقت عزیز ضائع کروں اور یقین تو آتے نہیں اس لیے کہ اس منزل پر ابھی پہنچے ہی نہیں لہٰذا اس افسانے کو چھوڑتا ہوں اور ضروری مطالب لکھتا ہوں کہ مسدسات مطلوبہ کا پمفلٹ بھیجدیا۔ ہدایات متعلقہ شاعری جو آپ مجھ سے پوچھتے ہیں "ما خویشتن گمیم کرا رہبری کنیم" ایک عمر گذر گئی مگر آج تک وہ باتیں پیش آتی ہیں کہ خود متحیر رہتا ہے۔ آپ سے ذہین اور جوہر قابل کے واسطے کچھ ہدایت نامہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ماشاء اللہ فکر رسا ہے جو قسم شعر کہیے ابتدا میں کسی اُستاد سے اصلاح لیجیے اس کی محو اثبات سے چند روز میں خود راہ راست پر آ جائے گا لغزش جاتی رہے گی۔ ہاں منزل مقصود پر پہنچ جانا یہ بہت مشکل ہے اسباب سب فراہم ہوں تب بھی سہ عمرے باید کہ یار آید بکنار۔ عروض عربی کے رسائل بہت ہیں بعضے چھپ بھی گئے ہیں معیار الاشعار محقق نصیر الدین طوسی کا مع عروض عربی و عروض پارسی ہے اور اگر عروض عربی زبان عربی میں مقصود ہو تو شرح قصیدہ خزرجیہ دیکھیے اور مولوی محمد سعد اللہ صاحب مرحوم نے عروض با قافیہ ایک متن مع شرح لکھا ہے وہ چھپ گیا ہے وہاں نہ ملے تو میں تلاش کر کے بھیجدوں۔ زیادہ کیا لکھوں اردو فارسی کبھی کبھی کوئی غزل مجھکو بھی بھیجدیا کیجیے کہ دیکھکر خوش

ہو جایا کروں اور خط لکھنے میں بہت دیر نہ فرمایا کیجئے کہ جی افسردہ ہو جاتا ہی
اپنے یاران انجمن کو میرا اسلام اور شوق غائبانہ کہیئے محمد احمد تسلیم گزار ہیں
کمال تعجیل میں یہ چند سطریں لکھدیں بے ربطی اور بدخطی کا عذر قبول ہو۔

راقم آثم امیر فقیر عفا عنہ

۳۰۔ مارچ سنہ ۹۳ء

روحی فداک۔ ایک پپیتے کی مجھے ضرورت ہی۔ ایک عرق کا نسخہ اُسکے بغیر کچھ نہیں سکتا اس نسخے میں آب گذر آب کیسرو آب پپیتہ ہی۔ گاجر تو اس موسم میں ممکن نہیں مگر کیسرو کی تلاش کامل ہو تو شاید ملجائے تو کامل تلاش مجھ سے کیونکر ہو مجھے تو پپیتا بھی نہیں ملتا جو ہمیشہ ممکن الحصول ہی خیال آیا کہ آپ کو تکلیف دوں سرکاری باغوں کا تعلق آپ سے ہو تو آپ باغبانوں کو تاکیداً فرمادیں اور جلد بھجوادیں۔ اور اگر آپ سے تعلق نہو تو جن سے تعلق ہو ان سے کہدیجئے یا اُنکا نام نامی مجھے لکھئے کہ میں ان کو لکھوں۔ بہرکیف کیسرو اور پپیتا دونوں اگر پہنچیں تو سبحان اللہ اور کیسرو نہ ملیں تو پپیتا جلد منگوا دیجئے۔ سوا سیر پانی کیسرو کا عرق میں پڑے گا۔ اور سوا سیر پپیتے کا۔

امیر فقیر عفی عنہ ۔ ۷۔ اگست سنہ ۹۳ء

میرے دلنواز۔ مجھے آپ سے مطلق شکایت نہیں بلکہ بدستور آپ کی محبت قدیمانہ پر بھروسا ہی۔ حجاب ہی تو اپنے تساہل کی بدولت ہی اور شکایت ہی تو اپنی کم نصیبی سے ہی کہ احباب کی خدمتگزاری سے

بھی تھا صرہتا ہوں۔ مکروہات کا ہجوم رہتا ہی میرے سفر میں پھر چند روز کا توقف معلوم ہوتا ہی اس وقت جو ڈاک آئی اس نے متوقف کر دیا دوسری تحریر کا انتظار کرنا پڑا جو ایک ہفتے سے کم میں متصور نہیں۔ آپ اشعار مشکوک ضرور لکھدیں تاکہ اشعار متصرفہ کی تکمیل تو ہو جائے تمہ بیاض پھر کبھی دیکھو نگا فقط

آپ کا منت پذیر فقیر ۲۰۔ مارچ ۱۸۹۸ء

مکرر یہ کہ اس وقت کی ڈاک سے رکنا پڑا ورنہ تیئہ سامان سب ہو چکا تھا صبح کو کل قصہ ختم تھا عوفت۔ بی بمقتضے العمر والقدر

مکرمان ادعیہ اتیکم۔ اشعار مشکوک و محتاج نظر ثانی کو علیحدہ تحریر فرماکر دو چار تک لکھدیجئے تاکہ میں نظر ثانی کرکے بھیجدوں اس کے بعد آپ سے ملوں پیشتر اس مقدمے کے طے ہونے سے ملنے کا مزہ نہیں ہی فقط

غوق عوق تشویز امیر فقیر ۲۰۔ مارچ ۱۸۹۸ء

مجی و مکرمی۔ سلام مسنون دعا اخلاص مشحون۔ میں نے سنا کہ کسی قدر آپ کی ترقی ہوئی اگر سچ ہی تو اس کی مبارکباد لیجئے اور منہ میٹھا کیجئے منہ میٹھا کرنے کا یہ طریقہ اچھا ہی کہ جس جس قسم کے چاول وہاں اچھے ہوتے ہیں وہ تھوڑے تھوڑے سے بھجوا دیجئے۔ قند شکر یہاں بہت ملتی ہی وہ ملائی جائیگی اور سال بھر میٹھے چاول کھائے جائیں گے شیر برنج کا بھی استعمال زیادہ ہی اس کے لیے خالص دودھ کی حاجت ہی او بھینس میرے یہاں ایک ہفتے سے نہیں رہی۔ بازار کے دودھ سے نفرت ہی۔ ایک عمدہ بھینس جو غریب و شائستہ قوم کی اچھی کم سے کم چھ سات سیر دودھ دیتی ہوئی اور کمال

صلاحیت و غوبت سے گھر میں پل سکتی ہو وہ بھی ادھر تلاش کر دیجائے تو مزید احسان ہی۔ قیمت چالیس پچاس تک دینا منظور ہی بشرطیکہ مال زیادہ کا ہو آپ وہاں مبصروں کو دکھا لیجئیگا کہ جملہ محاسن اس میں ہوں طاقی وغیرہ عیوب سے بھی پاک ہو۔ غریب ضرور ہو ورنہ ملازمین خدمتگزار کو دکر الگ ہو رہیں گی۔ آپ کی روداری سے بنجاروں کے یہاں جو شوق سے پالتے ہیں ملجائے گی۔ دیا بازاروں میں ہم پہنچے گی۔ یہاں نہیں ملتی۔ بلاسپور سوار میں تحصیلدار و پیشکار کو لکھا تھا اور روپیہ بھی بھیجا تھا دستیاب نہوئی اب دیکھا چاہیئے آپ کی کوشش کیا نتیجہ دیتی ہی۔ چار پانچ گھڑے سہر کے بھی اچار کے واسطے درکار ہیں میں نے رس رکھوا دیا تھا کہ وقت پر سہر کے ملے مگر ضائع ہو گیا۔ وہاں بہ آسانی شاید ملجائے ورنہ شاہ آباد سے منگوانا پڑے گا۔ محمد احمد مع اخوان اور لیاقت حسین مع احباب ما وجب سالم ہیں روپیہ چاولوں کی قیمت کا اور بھینس کی قیمت کا یہاں فوراً ملے گا میں بھیجدیتا مگر دو جگہ بھیجا سوار کو بلاسپور کو اور دونوں جگہ سے پلٹ آیا تو خیال ہوا کہ شاید روپیہ بھیجنا ہی منحوس ہو۔ لہذا صرف فرمایش پر اکتفا کیگئی۔

مجموع چاول ایک من پختہ سے کم نہوں اور ہر قسم کا نام اور نرخ معلوم ہو جائے تاکہ جو قسم پسند آئے وہ عندالضرورۃ پھر منگوائے جائیں۔

امیر فقیر۔ ۱۴۔ اپریل سنہ ۹ء

مکرما۔ روحی فداک۔ سلام مسنون و دعائے ترقیات روز افزوں دو گھڑے سہر کے پہنچے۔ اور بھی آلیں گے تو ایک ہی بار میں بھجوا کر

کھوا کر مقطر تیار کیا جائے گا یہ دو سطریں محض بطور رسید و تشکر کے لکھی ہیں کہ "لئن شکرتم لازیدنکم" مجھے یاد ہے۔ خدا کرے عمدہ بھینس بھی ملجائے محمد احمد مع اخوان سلام نیاز کہتے ہیں اور لیاقت حسین بھی۔ مزدوری کہار کی دیدی گئی۔

امیر فقیر۔ ۲۱۔ اپریل سنہ ۹ء۔

روحی فداک۔ سلام مسنون دعا و اخلاص مشحون۔ نامۂ دلنواز آیا ممنون فرمایا۔ چاولوں کے نمونوں میں سے دلبادل غیر مطلوب ہے یہاں بھی دیسی بکثرت ملتے ہیں۔ چلکیا ..... ایک من پختہ اور فتحپوری دس سیر بھیجدیجئے یہ دونوں چاول اچھے ہیں البتہ پہلے سے گراں پڑتے ہیں کئی بار ان اقسام کے چاول آگے منگوائے تھے اس زمانے میں اس قیمت سے سستے تھے بہرکیف اب جو قیمت ہے اس کے حساب سے ۱۲ چاہئیں ہیں لہٰذا بھیجتا ہوں مزدوری باربرداری کی جو قرار پائے اس سے آگاہ فرمائیگا۔ بھینس جب کہیں قرار پائے تو شرائط پر تماما نظر فرمالیجئگا۔ ایسا نہو کہ بعض شرائط کے فوت ہو جانے سے اس کی پرورش دشوار ہو جائے۔ مجھے امید ہے کہ آپ کی توجہ منتج بہ نتیجہ دلخواہ ہوگی۔ آخر میں ایک بات بنظر بے تکلفی کے لکھتا ہوں کہ بانگی یعنی نمونہ کو آپ نے دو جگہ اپنے خط میں باندگی بافتح دال مہملہ بعد نون لکھا ہے حالانکہ دال اس میں نہیں ہے۔ امید ہے کہ یہ اطلاع طبع نازک پر گراں نہو۔ نور چشم محمد احمد کو کئی دن سے تپ ہے ماہ انجمن میں کم فرصتی سے مسہل بے وقت ہوئے طبیعت بگڑ گئی ہے سلام نیاز کہتے ہیں

سب اطفال ما وجب گزار ہیں۔

امیر احمد عفی عنہ ۔ ۱۵ شعبان ۱۳۰۶ ہجری مطابق

۱۷۔ اپریل ۱۸۸۹ء۔

سرکہ اگر عمدہ اور مقدار میں معتد بہ پہنچیگا تو مزید منت کا باعث ہوگا۔

روحی فداک ۔ چاول آئے ممنون کیا جن چاولوں کا نمونہ بھیجا تھا وہی ہیں پکوا کر دیکھنے کے بعد زیادہ کیفیت ان کی معلوم ہوگی ۔ ہیں اس عنایت کا شکر گزار ہوں ۔ لیاقت حسین کہیں تحقیقات کو گئے ہیں ٹٹو بند ہو لیا ہی شاید آکر کچھ لکھیں ۔ محمد احمد کو بفضلہ تعالیٰ تپ پرسوں سے نہیں ہے کل مسہل تھا آج تبرید ہی ۔ سلام نیاز اور شکر مزاج پرسی ادا کرتے ہیں فقط امیر فقیر ۱۹۔ اپریل ۱۸۸۹ء

۴ ر بار برداری کے دئیے گئے چاول وزن میں پورے اترے مع بلٹی کر وصول ہوا۔

روحی فداک ۔ سلام مسنون و عا مشحون بہنیس اگر ذرا بھی شریر ہوئی کہ گھر میں نہ پل سکی یا دودہ دہوانے میں راگ لائی تو مجھے واپس کرنا مجبوری ضرور پڑیگا اور اگر دودھ کے مقدار میں متعین مشروط سے پاؤ بھر آدہ سیر کی کمی ہوئی تو ہرگز واپس نہ ہوگی ۔ اور یہ امر کہ وحشت کرتی ہی یا نہیں اور دودھ آسانی سے دہواتی ہی یا اچکتی کودتی ہی اور آدمیوں سے گھبراتی ہی اور سفید پوشوں سے بھاگتی ہی یا نہیں دو تین دن وہاں سامنے اپنے ساتھ امتحانا بند ہوا لینے اور اپنے حضور میں دہوا لینے میں معلوم ہو سکتا ہی ۔ زیادہ تفصیل آپ سے کرنا لقمان کو حکمت سکھانا ہی ۔ آپ خود غور فرمائیں گے تو وہ عیوب جن پر صبر کرنا نہیں ہو سکتا اور رد معاف

جن پر صبر کرنا آسان ہی متمایز ہو سکتے ہیں۔ سرکار کہا ہی اور اگر مہر کا بآسانی ملسکتا ہو تو کھدوانے میں انتظار کیا جائے ورنہ مقطر اسی کا لکھوا لیا جائے۔ محمد احمد مع اخوان ماوجب رساں ہیں۔ امیر فقیر ۲۹۔ اپریل ۹۵ء۔

ملاذا بھینس کی زیادہ قدر رمضان میں ہی اگر جلد دو تین دن میں ملجائے تو بہتر ہی ورنہ پھر زیادہ توجہ نکیجائے اس لیے کہ بعد رمضان برسات میں استعمال دودھ کا کم کردیا جاتا ہی اور آخر برشگال تک میری مملوکہ بھینس بچہ دے گی نئی خریدنے کی ضرورت نہو گی مکرر یہ کہ دہونے کو میرے یہاں بھی گھوسی آتا ہی یہ گمان نہو کہ مامائیں دوہتی ہیں البتہ اور سب خدمتیں شبانہ۔ روزانہ مامائیں کرتی ہیں گھوسی دوہ کر چلا جاتا ہی فقط۔

گرامی گوہرا۔ مجھے اس وقت آپ کے والد ماجد کی رحلت کی خبر معلوم ہوئی اور کمال صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون سوا اس داغ کا کوئی مرہم نہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو سایہ رحمت میں جگہ دے اور اعقاب کو صبر اور توفیق ایصال ثواب عطا کرے اس سے پہلے ایک تحریر آپ کی کوئی مکان پر رشتے گیا تھا میں نے اس کے پاتے ہی جواب لکھ دیا گو وہ آدمی نہ ملا اطلاعاً لکھا گیا کہ آپ کو گمان جواب قلم انداز کرنے کا نہو میں بیماریوں اور بیمارداریوں کی کاہشوں سے نجات نہیں پاتا۔ خدا رحم فرمائے۔ مشغلہ شاعری کا بالکل چھوٹا ہوا ہی اسی سے آپ کا کلام بھی رکھا ہی لغت میں بقدر امکان مصروفی ہی۔ سب اہل دفتر ماوجب گزار ہیں فقط
امیر فقیر ۲۰۔ صفر ۱۳۱۳ ہجری

عنایت فرمائے من۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ کل ایک خط جس میں
آپ کی غزلیں تھیں روانہ کر چکا ہوں آج اپنی غزلیں اردو جو دیوان قلمی میں
تبریج ہیں اور چند شعر اس میں اب بڑھا دئیے ہیں اور فارسی غزلیں جو اس کم
فرصتی میں محض آپ کی خاطر سے باوصف کم مشقی کے کہی ہیں بھیجتا ہوں۔
فارسی زمین سست ہی حزیں اور حافظ شیرازی کی غزلیں بھی ان کے مرتبہ
سے گری ہوئی ہیں بہرکیف زمین کے پیمانے کے موافق شعر ہو سکتے ہیں
اور شاعر کا کیا اختیار ہی۔ مشاعرے کے بعد رنگ مشاعرہ کہ کس کی غزل کیسی
رہی کون پھولا پھلا کس کے ہاتھ میدان رہا ضرور مفصل لکھئے گا۔ آپ کے
اخوان کو ما وجب فقط

امیر فقیر ۱۵۔ دسمبر سنہ ۹۶ء۔

مجھ سے زیادہ مجھپر مہربان میرے قدردان سلامت۔ سلام محبت التیام
محبت نامہ آیا اس سے پہلے دو اخباروں کے حاشئے پر جو کچھ آپ نے لکھا
تھا ان کو دیکھکر ہی میں نے مزہ اٹھایا تھا اور چاہا تھا کہ جواب لکھوں مگر یہی خیال
تھا کہ گلدستہ چھپکر آتا ہوگا اس کے بعد لکھونگا معہذا کچھ کم فرصتی کچھ موسم
کی سردی کچھ بڑھاپے کی کاہلی کو بھی کوتہ قلمی میں دخل ہی۔ امید ہی کہ آپ معاف
کرینگے غنچہ از انجمن برچہ سے شگفانند۔ میں کاف کا سکون بے تکلف جائز
بلکہ فصیح ہی۔ البتہ مثال اس وقت یاد نہیں۔ پھر بھیجدونگا۔

امیر اللغات کا پہلا حصہ مارچ سنہ حال میں تیار ہوگا۔ اگرچہ طابع
فروری میں چھاپ چکنے کا وعدہ کرتے ہیں مگر مجھے امید نہیں ہے۔ تقریظ

لکھنے کے قصد نے شکر گزار کیا۔ مگر کتاب کے آٹھ حصے ہو گئے تقریظیں
تو آخر میں ہوتی ہیں حصے چھپ چھپا جس کو پہنچیں گے سب کو یکجا کر کے ایک یا
دو مجلد کر لے گا بیچ بیچ کی تقریظیں کیا ہونگی غالباً نکل جائیں گی۔ اور اگر رہینگی
تو بے موقع رہیں گی۔ لہذا میری رائے ہے کہ حصے نکلنے کے بعد ریویو
کہ وہ درحقیقت تقریظ ہی ہے لکھے جائیں۔ بہت سے احباب خصوصاً
صاحبان اخبار ریویو لکھیں گے اور میں سب کو جمع کر کے دوسرے حصے
کے ابتدا میں لگا دونگا۔ ریویو جب حصے کو دیکھ کر لکھا جائے گا تو بہت
ٹھیک ہوگا۔ میرے مکرم جناب قاضی ممتاز حسین صاحب کی خدمت
میں یہی پرچہ پیش کر دیا جائے فقط امیر فقیر۔ اطفال تسلیم گزار ہیں۔ مرادآباد
کب تک آنا ہوگا۔ خدا آپ کے ارادے کو جلد قوت سے فعل میں لائے
اور کارخانہ تجارت میں جس کا ارادہ ہے برکت دے۔ گلدستہ سارا ہی ہوئی
ہیں اور منہ میٹھا ہونے کا شوق ابھی سے ہے۔ گلدستہ نہ چھپا تو کچھ ہرج
نہیں غزلیں بغیر چھپے بھی مشہور ہونے والی مشہور ہو جائیں گی اور میری
غزلیں تو کچھ ہیں ہی نہیں نکلا تو نہ چھپنا ہی اچھا ہے۔

اعلی اللہ شانکم۔ پوسٹ کارڈ کے جواب میں تاخیر اس وجہ سے
ہوئی کہ شگفا بسکون کاف فارسی کی سند تلاش کرنے کا خیال
رہا مگر ہنوز نہ ملی تھی کہ نسخہ ہند آیا اور بدلا ہوا مصرع پایا۔ آپ نے بہت ہی
خوب کیا کہ مصرع بدل دیا۔ خدا جانے سند ملتی نہ ملتی۔ تتبع کامل کی
فرصت نہیں ہے۔ میں نے دیکھا ضرور ہے مگر یاد نہیں کہاں دیکھا ہے خیر

اب وہ قصہ ہی مٹا۔ احتیاط ہمیشہ اچھی ہوتی ہے۔ شبہے کی بات سے جہاں تک ممکن ہو بچنا ہی چاہیئے۔ شنوا بسکون نون کہاں ہے یہ تو میں نے کہیں نہیں دیکھا بحرکتِ نون ہی چاہیئے۔ حضرت استاذی امیر مرحوم کا کلام بہت ہے مگر اب نے چھاپہ خانوں میں ہے نہ دکانوں پر ہے۔ لکھنؤ میں بعض کتب فروش ایسے ہیں کہ فرمایش کی جاتی ہے تو کہیں سے تلاش کرلاتے ہیں اور قیمت زیادہ لیتے ہیں۔ میرے پاس مطبوعہ کلام اکثر ہے مگر دفتر لغت میں کام دیتا ہے مکرر کوئی نسخہ ہوتا تو میں تحفتہً بھیج دیتا۔ زیادہ سوا شکر اخلاق گرامی کے کیا لکھوں۔ اطفال تسلیم رساں ہیں اور احباب بھی۔ مکرمی جناب قاضی صاحب کی خدمت میں سلام نیاز۔ میں نے ایک خط جناب موصوف کو لکھا تھا خدا جانے پہنچا یا نہیں فقط

امیر منت پذیر۔ فروری سنہ ۹۱ء

میری کوتاہ قلمی پر نظر نہ کیا کیجئے میں پیرانہ سالی پریشاں حالی کم فرصتی کاہلی سے بہت ہی نکما ہوگیا ہوں آپ کے خط آنے سے بہت ہی دل کو قوت ہوتی ہے۔ شنوا بسکون نون اگر کلام میں ہو تو بدل دیجئے۔ مولوی صاحب امیر اللغات کا پہلا حصہ نصف چھپ چکا ہے فروری میں تمامی کی امید ہے شاید مارچ میں نکلے گا یہ بتا دیجئے کہ کتنے نسخے بکوا دیجئے گا زیر باری بہت ہوئی ہے۔ احباب سے توجہ کامل کی امید ہے قاضی صاحب بھی مستعد ہوں اور آپ اپنے دوستوں کو بھی آمادہ کر رکھیں عنقریب اشتہار بھیجونگا۔ فہرست تالیفات حضرت استاد مغفور ملفوف ہے۔

مولوی سید محمد نوح صاحب رئیس مچھلی شہر ضلع جونپور کے نام

دلنواز امیر فقیر مجبی شہیر۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے تندرست رکھے اور جمعیت و طمانیت دلخواہ عطا فرمائے۔ آپ کی تحریر سعادت تخمیر مدت کے بعد نظر افروز ہوئی جیسا میں اس کے پانے سے خوش ہوا ویسا ہی اس کا مضمون دیکھکر مغموم بھی ہوا۔ آپ کی پریشانیاں، آپ کی زیر باریاں، ریاست کے اندرونی جھگڑے اور اس پر نصیب اعدا آپ کی طبیعت کی نادرستی، یہ سب باتیں اور خصوصاً آخر کا مضمون ایسا تھا کہ مجھے بہت ہی بیچین کر دیا۔ میں تو قدیم سے آپ کا داعی خیر ہوں۔ سوائے دعائے صحت و عافیت کے کیا اختیار ہے۔ مجیب الدعوات سے امید ہے کہ قبول کرے اور آپ کو صحت کے ساتھ پوری طمانیت حاصل ہو۔ میں تو گویا دائم المرض ہو گیا ہوں۔ حبس بول کے دوروں کا سلسلہ چلا جاتا ہے اور پریشانیاں و قرضداریاں اس پر مستزاد ہیں۔ بہر حال اللہ کا شکر ہے کہ آپ لوگوں کے حق میں دعا کرنے کے لیے زندہ ہوں۔ دفتر امیر اللغات بے سرمایگی سے ابتر ہو گیا۔ تیسرا حصہ مدت سے تیار ہے۔ طبع کا سامان بہم نہ پہنچنے سے بستے میں بندھا رکھا ہے۔ اس کا دوسرا حصہ اور صنم خانۂ عشق کل آپ کے نام روانہ ہوگا۔ نور چشم محمد احمد بخیریت ہیں۔ سلام عرض کرتے ہیں۔

امیر فقیر۔ ۵۔ اپریل۔ رامپور۔

محبی حضرت شہیر سلمہ اللہ القدیر۔ خدا آپ کو فائز المرام و شاد کام رکھے
امراض متضاد کے حملوں سے ایسا چور ہو گیا ہوں کہ لکھنے پڑھنے میں دقت
ہوتی ہے۔ جواب آپ کے کارڈ کا اسی وجہ سے ابتک نہ لکھ سکا۔
ہیرنا اور تیرنا میں آپ کی رائے صحیح ہے۔ میرے ایک شعر کا مصرع تھا ؎
تیراک پانی چیر کے ہن سے نکل گیا۔ میرے استاد مرحوم نے پیراک بنا دیا تھا
نمونہ امیر اللغات پہنچ گیا ہوگا۔ اپنی رائے رزین سے تفصیل اطلاع
بخشئے۔

فقیر امیر۔

دلنواز امیر فقیر۔ سلام مسنون اخلاص مشحون و دعائے اجابت مقرون
نور چشم محمد احمد نے آپ کے خط کا جواب شاید کل بھیج دیا ہے۔ آج آپ کی دوسری
تحریر نظر افروز ہوئی مولوی محمد حسین صاحب آزاد کو امیر اللغات کی نسبت
آپ نے ناحق تحریر فرمایا۔ خیر جواب آئے اس سے مجھے بھی اطلاع دیجئےگا
برخوردار بسمل کی تحریر سے لکھنؤ کے مشاعرے میں آپ کی گہر افشانی و
شرکت کا حال معلوم ہو کر خوش ہوا۔ آپ موید من اللہ ہیں۔ حسرت ہوئی
کہ میں نے اپنے کانوں سے آپ کا کلام فصاحت التیام آپ کی زبانی
نہ سنا والدعا

امیر فقیر

محبی و شفیقی حضرت شہیر۔ خدا آپ کو تندرست خوش رکھے الحمدللہ
کہ اس خط میں آپ نے اپنی صحت کا مژدہ لکھ کر مجھے مطمئن و مسرور کیا۔
خفیف شکایتیں انشاءاللہ جلد جاتی رہیں گی۔

نورچشم لطیف احمد نے آپ کی تحریر مجھے دکھائی۔ دامن گلچیں کی رونق آپ سے رنگین کلاموں کی بدولت ہے امید ہے کہ پہلے جسطرح ہر نمبر میں التزاماً آپ اپنے گہرہائے افکار سے اس کا دامن بھرتے تھے اب بھی محروم نہ رہیگا فقط

امیر فقیر

دلنواز قدردان فقیر امیر حضرت شہیر سلام مسنون اخلاص مشحون۔ صحیفہ اشفاق نورچشم لطیف احمد اختر کے نام اور نامہ اخلاق میرے نام آیا۔ حد سے زیادہ مسرت ہوئی۔ اس سے زیادہ کیا عنایت ہو سکتی ہے کہ باوصف رنجوری و معذوری آپ نے غزل کی فکر فرمائی۔

میں نے لطیف احمد سلمہ کے خط میں مسری لال بیپتے لال کے یہاں سے عرق منگوا کر استعمال کرنے کو لکھوا دیا تھا۔ آپ ضرور استعمال کریں ضلع ایٹہ میں ان کے یہاں اس عرق کی شیشیاں بکتی ہیں۔ ترکیب استعمال اسی شیشی پر لکھی ہوتی ہے اکثر شہروں میں ملتی ہے اور کسی قسم کا ضرر نہیں کرتی چار مہینے کے بچے سے لیکر بڈھوں تک میں نے استعمال کرایا ہے۔ بار بار تپ کا آجانا اچھا نہیں ہے اس کے ازالہ کی فکر ضروری ہے اور یہ عرق میرے تجربہ میں ہے کہ اکسیر کا حکم رکھتا ہے والسلام

امیر فقیر ۳۰ - جنوری سنہ [illegible]ء - رامپور

۱۹ - اپریل سنہ ۱۸۹۴ء

دلنواز امیر فقیر حضرت شہیر سلمکم اللہ القدیر۔ سلام مسنون اخلاص

مشحون بشدائد مرض عسر بول وحبس بول سے اوقاف میں سخت اختلال ہی ضعف پیرانہ سالی کو خستہ حالی نے اور قوت دے رکھی ہی یہی سبب ہے کہ احباب سے بھی رسم و راہ خط و کتابت ترک ہوگئی ہی۔ آپ کی محبت اور عنایت کا خیال تو اکثر رہتا ہی مگر خط لکھنے کا اتفاق مدت سے نہیں ہوا۔ آج محمد احمد سے آپ کی خیر و عافیت سنکر فی الجملہ تسکین ہوئی مگر جو حالات اپنی پریشانی کے اجمالاً آپ نے لکھے انہوں نے میرے دل دردمند کو بہت دکھایا۔ علی الخصوص سرمایۂ نتائج افکار کا جون پور سے گم ہو جانا سنکر مجھے ایسا قلق ہوا کہ اس کے بیان کو لفظ نہیں ملتے۔ خدا جانے کس بیدرد نے یہ ظلم کیا۔ اتنے بڑے دیوان کا چوری جانا سمجھ میں نہیں آتا کچھ تفصیل تو لکھئے یہ کیا غضب ہوا۔ آپ سے نامور شاعر کا کلام کسی دوسرے کے کام کیونکر آسکتا ہی یہ بھی لکھئے کہ خدانخواستہ اس کلام کے ملنے سے یاس ہوگئی یا احتمال باقی ہی اور درصورت نہ ملنے کے کچھ مسودات ایسے ہیں جن کی پھر ترتیب تبییض ہوسکے یا نہیں۔ خدا کرے وہی دیوان مل جائے ورنہ آپ ہرگز ہمت نہ ہاریے اور مسودات سے جسقدر ممکن ہو پھر جمع کر لیجئے ایسے ریزہائے جواہر کا تلف ہو جانا آپ کے احباب پر نہایت شاق ہی میرا دل تو یہ خبر سنکر بسمل ہوگیا۔ زیادہ اسوقت کیا لکھوں۔ یہ چند سطریں طبیعت پر جبر کر کے لکھی ہیں میری کوتاہ قلمی پر نظر نفرما کر کبھی کبھی مجھے اپنی خیر و عافیت اور صحت و سلامت سے مسرور کیا کیجئے تو کمال احسان ہی۔

تکملۂ التماس یہ ہی کہ غدر میں میرا بھی کلام جسقدر اس زمانے تک مرتب

ہوا تھا اور میں نے اسکو خوشنویس سے لکھوا کر مطلا اور مذہب کرایا تھا سب تلف ہو گیا مگر کچھ اپنی یاد سے کام لیا اور کچھ پھر موزوں کیا کہ مرآۃ الغیب کی صورت بندھی اگرچہ ہزارہا شعر یاد نہ آیا۔ اس کے لکھنے سے غرض یہ ہے کہ آپ بھی بالکل اس دیوان سے قطع نظر فرمائیں اور کوشش کریں کہ کچھ یادگار باقی رہے۔

آپ کا منت پذیر حسرت خیمہ و یاس تصویر

امیر فقیر

مولوی نور الحسن صاحب۔ بی اے۔ ایل۔ ایل۔ بی خلف اکبر حضرت محسن کاکوروی کے نام

دفتر امیر اللغات۔ ریاست رامپور

۸۔ اگست سنہ ۱۸۹۱ء

سراپا رشد و سعادت مجمع علم و لیاقت عزیز از جان مولوی نور الحسن کو امیر فقیر کے جی سے بے اختیار نکلی ہوئی دعائیں۔ آج آزاد آیا۔ آشوب چشم کے سبب سے میں دیکھ تو نہ سکا مگر تمہارا ریویو امیر اللغات پر پڑھوا کر سنا۔ اس حیثیت سے کہ تم نے اپنی رائے ظاہر کی تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس نظر سے کہ تم نے بہت ہی نازک خیالی کے ساتھ ریویو لکھا آفرین و مرحبا کہتا ہوں

چشم بد دور تم نے تو امیر اللغات کے بعض بعض وہ حسن ملک کو دکھا دیے جنکی نسبت میرا خیال یہ تھا کہ جو اس کام میں مصروف ہیں صرف انہیں

کی نگاہ میں ہیں۔ خدا تمہیں بہت بڑی عمر دے۔ تمہارے علم و لیاقت کا ملک میں ڈنکا بجے اور بہت بڑا صاحب اقبال کرے۔ آمین۔

تمہارے سوالوں کا جواب حسب ذیل ہے:۔

آری' میرے نزدیک ہندی ہے اس لیے کہ عاری' زچ و تنگ و عاجز کے معنوں میں فارسی عربی میں کہیں نظر سے نہیں گزرا ہندی میں تو عین سے لکھنا خلاف اصول ہے' ہندی میں عین کہاں۔

مسالا' معلوم ہوتا ہے کہ مصالح کا مبدل ہے جو عربی میں مصلحت کی جمع ہے اور فارسی والے ہر چیز کی تیاری کے لوازم اور ضروریات کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور یہی محل استعمال ہندیوں کے یہاں بھی ہے جیسے عمارت کے لیے چونا سرخی وغیرہ۔ تالیف کے لئے وہ کتابیں وغیرہ جن سے اس تالیف میں مدد مل سکے۔ کپڑوں کی رونق اور چمک دمک کے لیے گوٹا پٹھا' بنت' کناری کھانے کے لیے لونگ' الایچی' دھنیا' مرچ۔ بال رنگنے کا مسالا' محرم کا مسالا' مسالے کا تیل' دلی والے اصلی کی طرف جاتے ہیں مگر چونکہ زبانوں پر مصالح نہیں ہے یعنی یہ کوئی نہیں بولتا کہ گوشت کا مصالح پیس لیا' گرم مصالح ہوگیا کرتی میں مصالح کم پڑا۔ اب کے محرم کا مصالح ہمکو نہیں دیا۔ اس لئے میری رائے ہے کہ اردو میں جو بولیں وہی لکھیں جسطرح مسالا بولتے ہیں اسی طرح لکھا بھی جائے۔ اور یہی مشرب متوسطین و متاخرین شعرائے لکھنؤ کا ہے۔ جیسا رشک نے اپنے لغت میں لکھا ہے "مسالا' میم مفتوح سین مہملہ و لام بالف کشیدہ

ضروریات ہر چیز باشد کہ بداں ضروریات رونق ولذت آں چیز شود ظاہرا این لغت از مصالح باشد" اوسی کی تقلید جلال نے بھی اپنے لغت گلشن فیض میں کی ہے۔ منیر مرحوم نے بھی یہی مشرب اختیار کیا ہے ؎ ۱۱۰

نمک چھڑکنے کو مانگے جراحت دل پر جو دیکھے آپکے موباف کا مسالا سانپ

کالا سانپ اور پالا سانپ زبین ہے۔ اور جان صاحب کے ایک شعر سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ محلات لکھنو میں بھی یہی بول چال تھی ؎

اے جان ایسا چھاتی سے لپٹایا بھیج کر انگیا کا میری سارا مسالا مسل گیا

منشی ولایت علی خانصاحب صفی پوری کے نام

عزیز از جان اقبال نشان سخن آفریں وسخنداں سلمکم اللہ المنان۔ دعائے سرسبزی نشاتین وسرخروی دارین کے بعد مدعا نگار ہوں کہ آج کتابوں کی ترتیب اور دفتر کی تہذیب میں تمہارے دو خط مسرت نما اور ایک مجموعہ مثنویات ثلثہ جسکا نام تحفہ ابدی ہے ملا اور میں نہایت محجوب ہوا کہ مہینوں کے بعد خطوط کا جواب اور کتاب کی رسید لکھنے کی نوبت آئی۔ بات یہ ہے کہ جن مکانوں میں سالہاسے دراز سے میں اقامت گزیں تھا دفعتا وہ مکانات سب مجھے چھوڑنا پڑے اور اسباب سب متفرق جابجا عزیزان واحباب کے مکانوں پر پہنچا یا گیا اس لیئے کہ مکان وسیع میسر دست مل نہ سکا اب جو مسکن ذرا پایا وہاں سب مقاموں سے اسباب منگوا کر بے ترتیب و بے تہذیب رکھدیا گیا۔ بہت سے احباب کے خطوط

اور اصلاح طلب کلام جو ممالک نزدیک و دور سے بکثرت آتا ہے لکھا جاتا ہے
اور دفتر و کتب خانہ کی تہذیب ہو رہی ہے۔ اشعار الاشعار کا اب تک پتا
نہیں۔ خمخانۂ ابدی کو میں نے بنظر سرسری دیکھا اور تمہاری طباعی کا مزا
اٹھایا۔ کیا اچھا کلام ہے اور بیان مقاصد میں کیا حسن انجام ہے۔ بارک اللہ
فی عمرکم۔ تمہارا کلام دیکھکر تمہارے دیدار فرحت آثار کی آرزو ایک
سے ہزار ہو گئی۔ افسوس کہ مجھے بعض امراض لازمہ کی وجہ سے سفر کی
قدرت نہیں ایک عمر ہو گئی کہ وطن کو جانا نہیں ہوا ورنہ میں خود آکر تم سے
ملتا اور بالمشافہ تمہارے کلام کی داد دیتا۔ تم اگر چلتے پھرتے رہتے ہو تو کبھی
ادھر بھی آنکلو تاکہ حسرت دید امیر سے دل میں نہ رہجائے۔ اشعار الاشعار
میں کیا ہے اور وہ بھی فارسی زبان میں ہے یا اردو۔ اگر فارسی ہو تو کچھ کلام
اردو بھی بھیجو اور جسقدر کلام تمہارا مطبوع نہوا ہو اسکو مرتب کرکے قالب
طبع میں جان ڈالدو۔ خمخانہ ابدی کے دیکھنے سے ثابت ہو گیا کہ حسن تمہاری
طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ اہل سخن کو انکا بھی شکر گزار ہونا چاہیے
جنھوں نے یہ تمہاری مثنویاں چھپوائیں۔ مجھے انکا نام تو اس وقت یاد نہیں
آتا اور وہ مثنویاں اس وقت پیش نظر نہیں مگر خیال آتا ہے کہ اس مجموعے
کے دیباچے یا خاتمے میں ان کا ذکر ہے عند الملاقات میری طرف سے
ان کو سپاس گزاری کے ساتھ سلام کہنا۔ لکھنؤ کی بربادی اور عمائد
اور شرفا کی پریشانیاں لاتعد و لاتحصی ہیں منجملہ انہیں کے آپ کی
شکستہ حالی کا تصور بھی سوہان روح ہے۔ حق تعالی جزائے صبر و توکل

عطا فرمائے اور پھر زمانہ جمیعت خاطر لائے۔ سعید مسرمد محمد احمد کو ناواقفی نے آپ کی ملاقات سے محروم رکھا۔ افسوس۔ وہ مع سب برادران کو چک کے سلام نیاز کہتے ہیں۔ اس وقت انہیں چند سطروں پر خط کو تمام کرتا ہوں۔ جواب آنے کے بعد بہت کچھ لکھونگا۔ اپنی تالیف مطبوعہ و غیر مطبوعہ کی فہرست مفصل ضرور بھیجو فقط۔

ریاست رامپور

۸۔ رمضان المبارک ۱۳۴۰ھ ہجری روز پنجشنبہ

گرامی گوہر معنی پرور سلمکم اللہ الاکبر۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون مختصر سا کلام جو آپ نے اپنے دواوین سے نقل کر کے بلا انتخاب بھیجا رمضان کی وجہ سے میں ابھی اس کو پورا تو نہیں دیکھ سکا مگر جا بجا سے دیکھا تو میری نظر میں سب منتخب قرار پایا۔ الحق آپ جوہر قابل ہیں اور ہر رنگ میں مذاق آپ کا بہت اچھا ہے کیسی کیسی مشکل زمینوں میں آپ نے نعت کی غزلیں کہیں ہیں کہ ان زمینوں میں شاعر سے عاشقانہ شعر بھی مشکل سے نکل سکتے ہیں بارک اللہ فی عمرکم۔ فہرست آپ کی تالیفات کی بھی معلوم ہوئی۔ خداوند تعالیٰ ایسا سامان کر دے کہ یہ سب نتائج افکار باحسن عنوان نظر افروز چشم مشتاقان ہوں۔

آپ کے چھوٹے بھائی محمد یعقوب علی خان مرحوم کی جوان مرگی کا جو صدمہ میرے دل نے اٹھایا اس کے بیان کو الفاظ نہیں ملتے آپ اپنا قلق جس قدر لکھیں بجا ہے۔ حق تعالیٰ اس مغفور کو غرق دریائے رحمت

فرمائے اور آپ کو صبر اور جزائے صبر عطا کرے۔ ایسی حالت ضعف قلب و ضعف بصر میں آپ نے میرے واسطے اس کلام کی اپنے دست و قلم سے لکھنے میں تکلیف اٹھائی اس تکلیف نے مجھے راحت تو پہنچائی مگر شرمندہ بھی کیا بیوقت تصدیع دینے سے شرمسار بھی ہوں اور اس عنایت و محبت کا شکر گزار ہوں۔ کیفیت صومی زیادہ لکھنے نہیں دیتی یہ چند سطریں بطور رسید لکھدی ہیں۔ انتخاب الاشعار دیکھنے کی نوبت ابھی نہیں آئی انشاءاللہ دیکھونگا اور اس سے بھی لذت اٹھاؤنگا۔

امیر فقیر

ریاست رامپور

۱۸۔ اگست ۱۸۹۸ء

سعید و رشید از لی سلمکم اللہ الولی۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ دیر سے آپ کی خیریت کا انتظار تھا بحمد اللہ کہ نامہ مہربانی آیا مژدہ خیریت کے ساتھ ایک تحفہ دل پسند لایا۔ میں آپ کی سعادت و محبت کا شکر گزار اور آپ کے حسن لیاقت سے نہایت خوش ہوں۔ کتاب نور ہاں کہیں کہیں سرسری نظر سے جا بجا دیکھا۔ آپ کی بلند خیالی اور سخن آفرینی کی شان ہر جگہ سے نظر آئی انشاءاللہ بالاستیعاب دیکھونگا اور پورا لطف اٹھاونگا میری طرف سے کوتاہی قلمی بوجہ رنجوری بیشتر ہوتی ہے مگر یہ یاد نہیں آتا کہ آپ کی کوئی تحریر آئی ہو اور اس کا جواب قلم انداز ہوا ہو۔ آپ نے جن دو خطوں کا جواب نہیں پایا وہ یقیناً مجھے نہیں پہونچے۔ میں ہمیشہ آپ کے اشتیاق

سے امید رکھتا ہوں کہ بہی خیریت و کیفیت سے جلد جلد مطمئن و مسرور کرتے رہیں گے سب اعزہ و احباب و اطفال کو دعا۔ جب گونڈا میں قصیدہ آپ کا (مشہد کا آمد کا) آیا تھا اس کی رسید میں سپاس نامہ مشتمل بستائش قصیدہ میں نے اسی وقت روانہ کیا تھا معلوم نہیں وہ آپ کو پہنچا یا نہیں۔

امیر فقیر۔

فصیح الملک نواب مرزا خانصاحب داغ دہلوی کے نام

میرے پرانے یار پرانے غمگسار حضرت داغ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ آپ کے اعزاز کو بڑھائے اور اس فن کو چمکا رہے۔ ملک کو آپ کی قدر ہو یا نہ ہو میری نظر میں تو جس قدر ہے اس کو آپ کا دل بخوبی جانتا ہوگا آپ حاسدان کوتہ اندیش کا کچھ خیال نہ کریں۔ ارباب کمال خصوصاً وہ جن سے زمانہ کچھ موافقت کرتا ہے ہمیشہ محسود ہوا کرتے ہیں۔ محسود ہونا سرمایہ ناز و فخر ہے حاسد ہونے سے خدا محفوظ رکھے فقط۔

یاد آوری کا منت پذیر

امیر فقیر۔ ۲۶۔ جولائی ۱۸۹۲ء

مدحی خدا کی یاد نو فرش نامہ آیا۔ ممنون فرمایا دونوں خبریں جو آپ نے سنی ہیں وہ صحیح ہیں خلعت والی تو پوری پوری پہنچیں وہاں کی پہنچی ہیں آتشی جو ملی وہ اعلیٰ مطلب ہے جس کی تفصیل آپ کو مرزا علی سے صاحب سے

جو پرسوں ۱۵ نومبر کو دلی جانے والے ہیں معلوم ہو گی اور بہت سے اخبار ان سے آپ سنیں گے جو سب آپ کی خوشی کے باعث ہوں گے۔ میں لکھوں تو خط دفتر ہو جائے اور ایک وقت میں لکھ بھی نہ سکوں فیروز کو سلام لکھوں گا اور ہدایت بھی کروں گا اعتقاد تو ان کا آپ کے ساتھ جب سے پڑھا ہوا ہے زیادہ جو ان کو ابھی آ گیا ہے جو بد اعتقاد ہوں گے خدا جانے کن حالات میں ہیں جو خط نہیں لکھا یہاں بھی ایک ہفتہ سے تحریر نہیں آئی۔ آپ کی پریشانی اور حیرانی سے جو تعلق ہے اسکو دل ہی جانتا ہے میں بھی اس حالت میں ہوں کہ خدا رحم فرمائے تو بیڑا پار ہو۔ پانسو روپے ماہوار کا خرچ اور ڈیڑھ سو کی آمدنی ہے رحلت خلد آشیاں سے اب تک تین ہزار روپے کے مصارف آمدنی سے علاوہ بڑھ چکے ہیں اپنی بساط کیا تھی انہیں سات مہینے میں حیثیت بھی مٹ گئی قرض داری بھی بڑھ گئی خدا ہی سبکدوشی کا سامان کرے۔ افسوس ہم سب مسافروں کو کیا بے محل شام ہوئی ہے تتمہ خط میں آپ نے لکھا ہے کہ یہ پرچہ منشی صاحب کو دے دیجئے گا حالانکہ کوئی پرچہ ملفوف نہیں شاید سہواً وہیں رہ گیا اب بھیج دیجئے وہ آپ کو بہت یاد کرتے ہیں اور مجھ سے زیادہ ان کو یہ گمان ہے کہ آپ خوشحال ہیں۔ مجھ سے آپ کی کیفیت سنکر متعجب اور متاسف ہوئے میرے سب اطفال تسلیم گزار ہیں۔ آپ مجھکو جب تک میں یہاں ہوں خط لکھا کیجئے۔ میری تواریخ روانگی بوجہ موانع چند در چند ٹلتی جاتی ہے مشیت الٰہی سے کسی کا زور نہیں چلتا۔ اوست سلطان ہر چہ خواہد کند۔ میرا سلام نیاز بکمال

اخلاص نواب احمد سعید خاں بہادر قبول فرمائیں آپ کے اخوانِ گرامی شان کو سلام مسنون دعا معروض۔

میاں کبھی کسی مزار پر انوار پر جانا ہو تو ذرا اس سیہ کار کے حق میں بھی دعائے حسن خاتمہ کرنا ہر نفس واپسیں ہے۔ دیکھا چاہئے کیا معاملہ پیش آتا ہے

کیا کہونگا کوئی محشر میں جو پوچھیگا امیر ۔ کیوں نہ بگڑی ہوئی باتوں کو بنا آتے

امیدوار حسرت خیر یاس تصویر۔

میرے پرانے یار غمگسار حضرت داغ سلامت۔ سلام اخلاص و نیاز انضمام۔ پہلا نوازش نامہ ۱۶۔ ذی الحجہ کا لکھا ہوا اور دوسرا عنایت نامہ ۲۲۔ ذی الحجہ کا تحریر کیا ہوا دونوں تھوڑے تھوڑے فصل سے آئے تخرجے والی تاریخ میں آپ نے جو صلہ سے متعلق کیا کیا لطیفے لکھے کہ جی خوش ہو گیا میں ایسے تخرجے کی تاریخ نہ کہتا تو ایسے لطیفے کیونکر سنتا۔ دوسری تاریخ اس ڈر سے جلد بھیجی کہ شاید پہلی تاریخ تخرجے کی وجہ سے پسند نہ آئے۔ برخورداراں کامگار و شاگرداں سعادت اطوار

ٔ یہ اشارہ اس تاریخ کی طرف ہے جو حضرت منشی صاحب نے مہتاب داغ کے طبع میں فرمائی تھی جس کا مصرع آخر یہ ہے "شاعر نکالیں جو صلے مہتاب داغ سے"۔ تاریخ صرف لفظ مہتاب داغ میں ہے جس میں سے جو صلے کے عدد نکال کر تعمیہ خارجی کیا ہے اور ۱۳۰۹ھ نکالے تھے۔

جو تاریخیں بھیجیں وہ آپ کے پسند کرنے سے سرفراز و مسرور ہوئے۔

بندگان عالی کی توجہ فن شعر کی طرف معلوم ہونے سے آپ کی طرف مزید التفات اور ترقیات مراتب کی امید کو قوت ہوئی خداوند تعالےٰ یوماً فیوماً آپ کے اعزاز کو بڑھائے اور اس فن کو چمکائے۔ ملک کو قدر ہو یا نہو میری نظر میں تو جسقدر ہے اس کو آپ کا دل بخوبی جانتا ہوگا۔ آپ حاسدان کوتہ اندیش کا کچھ خیال نہ کریں۔ ارباب کمال خصوصاً وہ جن سے زمانہ کچھ موافقت کرتا ہے ہمیشہ محسود ہوا کرتے ہیں۔ محسود ہونا سرمایۂ فخر وناز ہے حاسد ہونے سے خدا محفوظ رکھے۔ میرا جی یہ چاہتا ہے کہ آپ جسقدر اپنے کمال اور قدر کمال میں ترقی کریں اسی قدر انکسار و تواضع میں بھی ترقی کریں اس لیے کہ شجر میوہ دار کی شاخیں ہمیشہ جھکتی ہیں ؎

تواضع ز گردن فرازاں نکوست ۔ گدا گر تواضع کند خوے اوست

میں نے اپنی تحریر اولین میں ناصحانہ جو کچھ آپ کو لکھا وہ محض دردمندی اور خیراندیشی سے تھا آپ اس کا برا نہ مانئے گا۔ دلسوز دوست کا جی جب سلگتا ہے تو وہ دلسوزی کی راہ سے دوست کو اس راہ چلنے سے روکتا ہے جو اس کی بدنامی کا باعث ہو۔ یہ زمانہ بہت غنیمت ہے جہاں تک ہو سکے لوگوں کے ساتھ احسان کیجئے۔ اس سے میرا مقصود اپنے حق میں سعی اور احسان نہیں ہے۔ میں تو بغیر اس کے بھی آپ کا ممنون ہوں۔ خانساماں صاحب سے جو آپ نے میرے حق میں

سفارش کی! اس کا شکر گزار ہوا اگر میرے حق میں مساعی جمیلہ کا اثر اگر کچھ ہو کہ امیر اللغات کے باب میں کافی مدد ملے تو البتہ مزید منت کا باعث ہی اس لئے کہ اب مجھ میں پیرانہ سالی اور عوارض و خستہ حالی نے وہ طاقت نہیں چھوڑی کہ میں وہاں پہنچنے اور اعزاز حاصل کرنے کا حوصلہ کروں یہ جامۂ اولوالعزمی آپ ہی پر قطع ہے۔ حق تعالیٰ چشم بد سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ اساڑھ ادھر سوکھا گزرا ساون میں برسات شروع ہوئی ردیف الف میں چند زمینیں جو آپ نے طلب کی ہیں متعاقب فکر کر کے بھیجونگا۔ مگر زمینیں تو آپ ایسی خوبصورت نکالتے ہیں کہ کبھی کبھی مجھ سا افسردہ خاطر بھی ان میں کچھ کچھ کہہ اٹھتا ہے میرے اطفال اور عزیزان و احباب بہ کمال اخلاص و نیاز ما وجب گزار ہیں اور ہمیشہ منتظر لطف کے امید وار۔

ریاض کو میں نے نصیحت نامہ لکھا تھا عجب نہیں کہ اس کا اثر کچھ ظاہر ہو گلچیں نام گلدستہ وسیم نے اس دفتر سے علاحدہ ہو کر گورکھپور میں نکالا ہی اور نہایت اصرار کر کے ریاض کو اس کی رونق دینے کی کوشش پر مجبور کیا ہی اس میں کبھی کبھی آپ بھی غزل بھیجا کیجئے مجھ سے بھی غزل کے لیے اصرار ہی عجب نہیں کہ تقاضے سے مجبور ہو کر باوصف شاعری کے متروک و تارک ہونے کے میں بھی کبھی کچھ کہوں اور لہو لگا کر شہیدوں میں ملوں سلسلۂ خط و کتابت آپ سے جاری ہے تو دل کی قوت بڑھے۔ دوسرا حصہ امیر اللغات کا زیر طبع ہی اور تیسرا

تحریر تالیف ہی فقط

یاد آوری کا منت پذیر امیر فقیر

از ریاست رامپور۔ ۲۶ جولائی ۹۹ء

بندہ نواز۔ میری ناتوانی و اضمحلال اور افسردہ دلی پر آپ کو تاسف نہو گا
تو اور کسکو ہوگا۔ میں آپ کی ہمدردی کا شکرگزار ہوں اور ہمیشہ دعائے
حسن خاتمہ کا خواستگار رہوں دنیا سے اگر ایمان کامل کے ساتھ توشہ
راہ عقبیٰ لیکر عقبیٰ کی طرف جانا ہو تو دنیا کی ان تلخیوں کا جو پیرانہ سالی میں
درپیش ہیں کچھ ڈر نہیں۔ افسردہ خاطری کی تو یہ کیفیت ہے کہ موت کا تصور ہر
ہر وقت سر پر سوار رہتا ہے شاعری سی محبوب چیز اس سے بھی گویا سروکار
نہ رہا۔ آگے تو ایسا ہوتا تھا کہ کبھی کچھ چھیڑ چھاڑ سے کوئی موج آجاتی تھی اور
کچھ کہہ اٹھتا تھا اب وہ بھی نہ رہی۔ تمہاری طرح کی ہوئی زمین سے بگاڑ
ڈال دیا آدمی بنا کے بھیجے گلچیں میں دیکھی اور بہت سے خط گورکھپور سے
تقاضے کے آئے کہ غزل دیجئے مگر اسوقت تک ایک مصرع بھی نہ کہا اور
نہ آیندہ امید ہے کہ کچھ کہوں۔ اصلاح کے واسطے ممالک نزدیک و دور
سے بہت کثرت سے کلام آتا ہے اور مجبور ہو کر کبھی روز کبھی دوسرے تیسرے
دن کچھ کچھ بنا تا بھی ہوں مگر وہی اچاٹ طبیعت سے میری افسردہ دلی
سے میرے دوست عزیز شاگرد بھی اس فن کی طرف توجہ نہیں بڑھا سکتے
آپ نے جو لکھا ہے کہ اصلاح کی وجہ سے فرصت نہیں ملتی جان غضب
میں ہے مجھے اس کا خوب یقین ہے اس لئے کہ مجھپر بھی یہی گزر رہی ہے

گلدستے والوں سے جدا ناک میں دم ہے۔ گلدستے برساتی کیڑوں کی طرح بے انتہا نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ کہاں تک آدمی خاطر کرے ہاں ایک امیراللغات کی تکمیل کا خیال کئی وجہوں سے ہے ایک تو یہ کہ جنرل صاحب مرحوم کے اصرار سے عہد عزت آشیاں میں ریاست سے روپیہ قرض لیا اور وہ قرض بڑھتے بڑھتے حد سے بڑھ گیا۔ اب اگر اس کو چھوڑ دوں تو اس کے ادا کی امید بھی ہاتھ سے جائے دوسرے یہ کہ ملک میں کیسی بدنامی ہو۔ تیسرے ایک عمدہ سرمایہ معلومات رائگاں ہو۔ چوتھے یہ جو خیال ہے کہ دین کی کتابیں بھی اردو میں ترجمہ ہوتی چلی جاتی ہیں اُن میں بھی اردو کا جامع لغت مدد دے گا۔ اگر ایسا ہوا تو مجھے ثواب بھی ملے گا ترک کرنے میں یہ ثواب بھی ہاتھ سے جائیگا۔ الغرض ایسے ہی خیالات ہیں جو رؤسا سے التجا پر آمادہ کراتے ہیں۔ ریاست بھوپال سے قدردانی ہوئی اور میری حیثیت سے بڑھکر ہوئی مگر یہ کام اتنا بڑا ہے کہ اس کے واسطے وہ مدد کافی نہیں سب سے بڑی سرکار اللہ رکھے وہی سرکار آصفیہ ہے وہاں سے لاکھوں کے وارے نیارے بھی ہو سکنا ممکن ہے بشرطیکہ بن پڑے۔ بڑے دربار سے مدد بھی بڑی ہی ہونا چاہئیے۔ آپ اپنی فراخ حوصلگی سے کوئی عمدہ راہ فلاح نکالئے تو بات ہے زیادہ کیا لکھوں۔

امیر فقیر۔ ۵۔ جون ۱۸۹۳ء

بندہ نواز سلام نیاز۔ ایک تحریر آپ کی تحریر کے جواب میں بھیج چکا ہوں

امید ہی کہ اس کا جواب آتا ہوگا۔ آج حمید آپ کا ملازم قدیم میرے پاس
آیا مجھے اس کے دیکھتے ہی وہ زمانہ یاد آگیا جب آپ یہاں تھے اور انہی
یاد کی لذت میں میں نے اسے گلے لگایا اور اس کی آنکھوں کو جن سے
وہ دس بارہ دن بیشتر آپ کے جمال جہاں آرا کو دیکھا کرتا تھا میں دیر تک
حسرت کی نگاہ سے دیکھا کیا اور بار بار آپ کے حالات اور ضبط اوقات
کے کیفیات پوچھا اور سنا کیا اثنائے سخن میں معلوم ہوا کہ آپ کے
داماد جن کا نام مجھے اسوقت یاد نہیں ہی انھوں نے قضا کی۔ ان کی جوانمرگی
اور اس نوعمر دختر نیک اختر کی بیوگی کے صدمے نے میرے دل کو چور
کردیا انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوا اس داغ کا کوئی مرہم نہیں اسلئے
کہ آج وہ نہیں کل ہم نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور اس بیوہ اور سب عقاب
کو صبر و جزائے صبر عنایت فرمائے اور اسوقت کیا لکھوں۔ بارگاہ
ارحم الراحمین میں رحم کی التجا کرتا ہوں اپنے اور آپ کے اور سب عزیزوں
دوستوں کے واسطے دعائیں مانگا کرتا ہوں اس کی رحمت سے امید
ہی کہ بگڑے کام دین و دنیا کے سب بن جائیں۔ پیارے داغ افسوس
کہ میں نے حمید سے کوئی ساعت آپ کی خدا کی طرف مشغولی کی نہ سنی
میں نے حدیث میں دیکھا ہی کہ قیامت کے دن ہر شخص کی عمر کی ساعتیں
فی ساعت ایک خزانے کے طور پر اس کے سامنے پیش کی جائیں
گی کسی ساعت کے خزانے کو تو وہ دیکھنے والا گوناگوں انوار سے لبریز
دیکھیگا اور ایسا خوش ہوگا کہ اگر اسی خوشی کو دوزخیوں پر تقسیم کردے

تو دوزخی عذاب نار سے بے خبر ہو جائیں پھر دوسرے خزانے کا دروازہ کھلیگا
اس میں ایسی ظلمت اور عفونت ہوگی کہ اس کو اس سے سخت نفرت ہوگی اور ایسا
مغموم ہوگا کہ اگر اس غم کو اہل جنت پر تقسیم کردے تو جنتی لوگ دوزخیوں کی طرح
برہا پنے لگیں۔ پھر ایک تیسرا دروازہ تیسری ساعت عمر کا کھلیگا وہ بالکل خالی
ہوگا نہ اس میں نور ہوگا نہ ظلمت نہ خوشبو ہوگی نہ عفونت اسکو دیکھکر اُسے
نہایت حسرت ہوگی۔ الغرض اس حدیث سے ثابت ہے کہ ہر انسان کی دولت
عمر ہے اور عمر کی ہر ساعت اک خزانہ۔ ساعت طاعت و عبادت وہ خزانہ ہے
جسمیں انوار نظر آئے اور ساعت معصیت وہ خزانہ ہے جسمیں ظلمت اور عفونت
کا ذکر ہوا۔ اور جو ساعت عمر طاعت و معصیت دونوں سے خالی تھی اس کا
خزانہ خالی دیکھا گیا جس کے رائگاں ہونے کی حسرت ہمیشہ رہیگی۔ اے
میرے اللہ مجھہ ناصح بے معنی کو جو خود فضیحت ہے اور داغ کو نصیحت کر رہا ہے
محض اپنے فضل و کرم سے اپنے مرضیات میں کوشش کی توفیق دے اور میرے
سب عزیزوں دوستوں کی عمروں کا خزانہ بھی اپنے انوار رحمت سے بھر دے
آمین۔ پیارے داغ میرے لکھنے کا برا نہ ماننا خوشامد کرنے والے تمہارے
سیکڑوں ہیں ملامت کرنے والوں میں ایک مجھی کو رہنے دو۔ میرا خطاب
تمہاری طرف ہے مگر درحقیقت اپنے نفس کو ملامت کرتا ہوں۔ بڑھاپے میں
کچھہ منعم حقیقی کی نعمتوں کا شکر ضرور کرنا چاہیئے خلق کے حق میں بھلائی کرنا بڑا
عمدہ شکر ہے اس سے بھی قلم زبان دل کبھی نہ رکے۔ فرزندان فقیر اور جملہ عزیزان
واحباب تسلیم گزار ہیں فقط
امیر فقیر۔ یکم اگست ۹۳ء

حضرت داغ نازک دماغ۔ سلام لیجئے۔ محمد احمد نے جو خط آپ کو لکھا وہ میں نے دیکھا مجھ پر جو آپ برسے ہیں غالب ہے اس کا سبب یہ ہو کہ مرض سے صحت پانے کے بعد مزاج میں چھلاپن آجاتا ہے ورنہ مجھے اپنا کوئی قصور معلوم نہیں ہوتا سہرے نہ بھیجنے کا عذر تو بے جا جب ہوتا کہ ریاض لاجنا میں آپ کے دلی آنے کی خبر نہ چھپی ہوتی آپ خفا ہوں یا خوش ہوں ہم بھی دعا کریں گے کہ ہر حال میں آپ خوش رہیں۔ دبدبۂ سکندری میں آپ کا سہرا میں نے اپنے سہرے بھیج چکنے کے بعد دیکھا۔ یہ اخبار میرے یہاں تو آتا نہیں ایک دوست نے مجھے دکھایا یوں تو سب شعر آپ کے اچھے ہیں مگر مجھکو بھی وہی شعر بہت پسند آیا جس کا مصرع یہ ہے کشتی چشم میں مژگاں کا لگا کر سہرا۔ محمد احمد کے سامنے بھی میں نے اس کی تعریف کی تھی شاید اس شعر کو محمد احمد نے لکھا ہو گا۔ معلوم نہیں میرے سہرے آپ کی نظر سے گزرے یا نہیں۔ حضور میں پیش ہوئے تو غالب ہے کہ آپ تک پہنچے ہوں۔ مگر میں احتیاطاً نقل بھیجتا ہوں۔ خانساماں صاحب کا کوئی خط نہیں آیا جس سے پیشی کی کچھ کیفیت معلوم ہوتی کہ سرکار دولتمدار نے توجہ سے ان سہروں کو ملاحظہ فرمایا یا نہیں۔ قسمت کی کڑی ہی اس کی امید کہاں کہ آپ کے سہرے کے سامنے میرے سہروں کے شعر نظر کیمیا اثر میں بچے ہوں۔ آپ کو کچھ کیفیت معلوم ہو تو آگاہ

---

* پورا شعر یہ ہے۔ مردم دیدہ بھی یہ چاہتے ہیں پیش کریں ٭ کشتی چشم میں مژگاں کا لگا کر سہرا

فرمائیے۔ سرکار کے پسند آنے سے مقصود تو یہ ہے کہ اس پر کوئی حسب دلخواہ نتیجہ مرتب ہو عزیزاں و احباب موجودہ کو ماوجب فقط ایک خط درخواست تاریخ دیوان نواب بنیاد حسین خاں بہادر جاہ میں کئی دن ہوئے بھیجا ہے اس کے جواب باصواب کا منتظر ہوں۔

سراپا تقصیر امیر فقیر

از ریاست رامپور۔ ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء۔

معظم و محترم دام بالعنایۃ والکرم۔ سلام نیاز کے بعد مدعا نگار ہوں کہ نور چشم محمد احمد کے چھوٹے بھائی برخوردار لطیف احمد کی طبیعت شعر سے بہت مناسب واقع ہوئی ہے۔ اس زمانے میں بسبب بے شغلی کے ان کو خیال پیدا ہوا کہ دامن گلچیں کے قالب بے جان میں پھر نئے سرے سے روح پھونکی جائے۔ مجھ سے اصرار کیا گیا کہ اس گلدستے کی نگرانی پر مثل سابق پھر توجہ کی جائے اگرچہ میں اپنے آلام و اسقام کی وجہ سے نکما ہو رہا ہوں مگر ان کی خاطر سے منظور کرنا پڑا۔ گلدستوں کی کثرت ایسی ہے کہ اب یہ مشغلہ بھی ابتذال سے خالی نہیں اور زیادہ تر اسی ابتذال کی وجہ سے طبیعت گریز کرتی ہے اور پرچے کو رونق بھی مشکل معلوم ہوتی ہے موجودہ گلدستوں سے فروغ کی صورت اگر ہے تو یہی کہ محاسن معنوی میں کوشش کی جائے اس کا مدار صرف اس بات پر ہے کہ معدودے چند عمدہ نامور شعرائے خوش فکر و خوش مذاق کا کلام ہمیشہ اس میں چھپے۔ آپ کی ذات سراپا صفات اس طبقۂ نامور کی افسر ہے اور غایت مشاق

اب غزل کہدینا آپ کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہی لہذا خواستگار ہوں
کہ اپنی طبع نازک پر جبر کر کے بالالتزام غزل دینے کا وعدہ کیجئے۔ مگر یہ
پہلے سے کہے رکھتا ہوں کہ غزل ایسی کہا کیجئے گا کہ ہم سے غریبوں کو بھی
کہنے کی گنجایش رہے۔ یہ نہو کہ پہلے ہی سے دنیا بھر کے قلم توڑ دئے جائیں۔
پرچہ ابتدائے جنوری میں نکلے گا۔ طرح سے آپ کو پہلے اطلاع دی جاتی
ہی تاکہ عشرہ اولین دسمبر تک آپ کی غزل آجائے اشتہار بھی چھپ کر عنقریب
آپ کی خدمت میں پہنچے گا خدا کرے یہ تحریر آپ کو حالت جمعیت و سرور
خاطر میں پہنچے۔ آپ کی طبیعت بھی صحیح ہو اور خاتون خانہ کو بھی افاقہ ہو
ہر وقت تعلق خاطر ان کی شدت علالت سے رہتا ہی فقط

امیر احمد امیر مینائی

از رامپور۔ ۲۱۔ نومبر ۹۸ء

مصرع طرح بابت جنوری ۱۸۹۹ء

گیسوے پیچاں کی ہیں گلیاں مری چھانی ہوئی۔ مھانی قافیہ

جناب عم معظم تسلیم و تکریم کے بعد بصد ادب التماس ہی کہ کمترین
عنقریب اشتہار کے ساتھ عریضہ نگار ہوگا۔

لطیف احمد مینائی۔

دلنواز امیر فقیر سلکم اللہ القدیر و نجاکم اللہ عن التجیر۔ سلام مسنون اخلاص
مشحون۔ نوازشنامہ مورخہ ۱۷۔ اگست اس وقت آیا۔ میں ہمہ تن انتظار
تھا سخت شکر گزار ہوں کہ جلد جواب پایا۔ آپ نے لکھا ہی کہ گیا ہم میرے

پاس لابد ہوگا اگرچہ مکان اس قابل نہیں مگر شاید باید زیستن ۔ میرے پیارے
داغ غربت میں میری راحت کے سہارے داغ اس سے زیادہ مجھے کیا خوشی
ہوگی کہ غریب الوطن ہوکر ایسے مانوس الطبع ہمدرد کے پاس ٹھہروں ۔ مگر میری
حالات باعتبار عوارض کے ہرگز اس قابل نہیں کہ تنگ مکان میں تھوڑی
دیر بھی بسر کر سکوں ۔ اشد ضرورت یہ ہے کہ ایک درجہ مکان جس کی راہ کوٹ
نگاہ سے اندر ہی اندر ہو اور آدمیوں سے وہاں قریب بھی ہو مجھے خاص اپنے
واسطے چوکی لگانے کو چاہیئے ۔ مرض کی وجہ سے گھڑی گھڑی چوکی پر
جانا ہوتا ہے تب زندہ رہ سکتا ہوں ۔ نا شاید باید زیستن اگر ممکن ہوتا تو میں
تمہاری یکجائی سے اسکو شاید باید زیستن سمجھتا ۔ میرے ساتھ جو میرے فرزند
ہیں وہ بھی بسبب عادات کے تکلیفات شاقہ تنگی مکان کے متحمل نہیں اور
سب تکلیفیں چند روز گوارا ہو سکتی ہیں مگر جس طرح ممکن ہو کوئی وسیع مکان
جس میں متعدد درجات ہوں میرے واسطے پہلے سے مرتب کر رکھیئے
کہ جب تک مہمان سرکاری ہونے کی صورت نہ نکلے وہاں رہوں اور زندہ
رہوں اور کسی قسم کی تکلیف زائد از مکان تم کو دینا نہیں چاہتا ۔ یار شاطر ہو کر
رہنا چاہتا ہوں نہ بار خاطر ۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ آپ کا دل و دماغ
عوارض و امراض اور بکثرت فکر سخن سے ضعیف ہو رہا ہے ۔ میرے ہمراہی
یہ ہیں ۔

لطیف احمد ۔ مسعود احمد ۔ لیاقت حسین برادر زادہ و داماد بندہ ۔ ثابت
علی فرزند خواہر زادہ حقیقی ۔ حافظ جلیل حسن جلیل ۔ خان علی خاں برادر محمد علیخاں

ان کے علاوہ تین خدمتگار ہیں۔

آپ نے حضور میں میرے آنے کی خبر کردی بہت اچھا کیا میں ممنون ہوا اور مسرور۔ خداوند تعالیٰ آپ کو اس مرض تبخیر وضعف دماغ ودوران سر کی نجات اور پرہیز کامل کی توفیق دے۔ آج میں نے پھر درخواست رخصت کی سرکار عالیہ کو بھیجی ہے۔ خدا کرے جلد ملازمت درخصت ہو جائے۔ عزیزاں ورفیقان ہمراہی ماوجب رسان ہیں والسلام

۲۳ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

امیرؔ فقیر

محمد حبیب الرحمن خاں صاحب حسرت شروانی کے نام

سخنور گرامی گہر۔ سلام مسنون اخلاص وسپاس مشحون۔ مکرمت نامہ آیا ممنون التفات فرمایا۔ سب سے مقدم آپ کی تحریر جواب مسئولات میں آئی جس کو دیکھکر پھر ان نہایت مسرور ہوا اور واجب ہوا کہ تہ دل سے شکر گزاری کرے۔ اہل الرائے کی رائیں کمیٹی میں پیش ہو کر رد وقبول کا فیصلہ ہوگا۔ ابھی دفتر امیر اللغات میں سکرٹری ان کو جمع کرتا جائے گا۔ کمیٹی جب فیصلہ کرلے گی تو امر منفصل مختار مولف ہوگا۔ میں آخر میں آپ کی عمدہ توجہ کی سپاسگزاری کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ اپنی عمر اور عنوان معاشرت اور جملہ کیفیات سے مجھکو آگاہ فرمائیں اس لیے کہ ممنون اپنے محسن کے حالات سے بیخبر نہ رہے اور ننج کے حالات سے

بھی واقف ہو جائیے والسلام بالاکرام۔

سراپا تقصیر امیر فقیر

۹۔ دسمبر ۱۸۹۸ء

گرامی گوہرا۔ سلام مسنون اشتیاق و دعا مشحون۔ سواد تحریر سراپا تنویر سرمہ کش دیدۂ منتظر ہوئی۔ کم فرصتی سے جلد جواب نہ دے سکا۔ کیفیت آپ کی معلوم ہونے سے بہت مسرور ہوا کہ تھوڑی سی عمر میں چشم بد دور بہت کچھ آپ نے سیکھا ہے اللہم زد۔ اگرچہ مجھکو کثرت کار سے فرصت نہ تھی مگر یہ غزل اور سہرا میں نے دیکھ دیا اور کچھ محو و اثبات کیا کہ پہلی بار آپ نے بھیجا ہے اگر عذر کروں تو شاید خاطر نازک پر گراں گزرتے۔ امید ہے کہ مجھ پیرانہ سال خستہ حال کو آپ اپنی عمر اپنے اقبال اپنے کمال کا ترقی خواہ تصور کریں اور کبھی کبھی یاد فرمایا کریں اور اپنے اب و عم زاد مجد ہما کی خدمت میں میرا سلام کہیں والدعا

امیر فقیر مینائی۔ ۱۹۔ دسمبر ۱۸۹۸ء

بندہ نواز۔ غزل کی نقل اس لیے بھجوائی کہ آپ نے غزل اپنے خط کی پشت پر لکھی تھی اور وہ پارا ختا میں کیونکر پھیر دیتا۔ آیندہ جب کبھی کچھ بھیجیے۔ رسید ضرور لطف ہو تا کہ اطمینان ہو۔

مکرما۔ نہایت کم فرصت ہوں۔ سہرا سری غزل دیکھی۔ ضرورت ہی تصرف کیا۔ زیادہ حاجت ہی نہیں۔ امید ہے کہ مجھکو اپنا دعا گو سمجھ کر ہمیشہ خیریت سے مسرور کیا کیجئے۔

امیر فقیر ۔۔۔ جنوری ۱۸۹۹ء

میرے قدردان میرے مہربان۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون لو۔ مدت کے بعد محبت نامہ آیا۔ پیاری نظم و نثر نے مسرور کیا۔ مہر کے پاؤں بڑی زمین تھی آپ نے غزل زور طبیعت سے بہت اچھی کہی۔ ایسی زمین میں تکلف اور بناوٹ کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔ اثر باقی مہر سے کی زمین تھی اس میں مہر کے شعر نکلے ہیں سے دونوں غزلوں کو فوراً دیکھا اور بواپسی ڈاک بھیجتا ہوں۔ امید ہے کہ مجھکو ہمیشہ اپنا خیرخواہ سمجھکر کبھی کبھی خط لکھا کیجئے اور ادھر سے جواب میں تاخیر ہو تو کم فرصتی کا عذر قبول کر لیا کیجئے۔

لغت اردو کی نسبت بھی توجہ چلی جائے اس کی فکر کیجئے کہ یہ لغت محبوب ہوکر نکلے۔ اب تک جو لغات اردو میں ہیں انشاء اللہ ان سے تو مفید تر ہونے کی امید قوی ہے مگر افکار رسا ادھر متوجہ رہیں کہ جمعیت بڑھے اور نفع عام تر ہو تو کیا عجب ہے کہ ایسی باتیں بڑھتی جائیں آپ گھڑی دو گھڑی روز ادھر بھی توجہ رکھیں تو آپ کی جوان فکر ضرور عمدہ باتیں پیدا کرے گی۔ اصول جو جو خیال میں آیا کریں ان کو ضبط کرتے جائیے اور مجھے لکھتے جائیے۔ وہ مثل لغت عربی ایک رسالہ لغت اردو کا ہو جائے گا۔ کلیات اور اکثریات مضبوط۔ جمع ہو جائیں گے اپنے کتب خانہ کی فہرست بھیجئے تو شاید کوئی کتاب مفید مجھکو مستعار مطلوب ہو۔ ثمر اللغات خان آرزو کا کوئی صحیح نسخہ ہو تو ضرورت ہے۔

امیر فقیر۔ 19 - اپریل سنہ ۹۶ء

دلنواز روحی فداک۔ محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا۔ الفاظ انگریزی کی نسبت ہی رائے میری بھی ہی اور یہی مذہب میرے موجودہ شہروں کا ہی۔ کمیٹی میں بھی یہی امر طے ہوا ہی۔ مجھے بہت خوش ہوا کہ آپ بھی ہمراہی نکلے۔ سلامت فہم آپ کی ہر بات سے پیدا ہی۔ اللہ عمر دراز کرے اور اقبال بڑہائے۔

چند اشتہار بھیجتا ہوں اگر آپ کے التفات سے اس نواح میں بہت سے خریدار پیدا ہوں تو احسان ہی۔

فہرست کتب دیکھی یہ سب کتابیں اس دفتر میں موجود ہیں اور ان سب سے زیادہ میرا ذخیرہ سی سالہ ہی کہ وقتاً فوقتاً جمع ہوتا گیا ہی۔ آپ کی لیاقتوں سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہی۔ اب تو رمضان المبارک آگئے زندگی باقی ہی تو عید میں دیکھا جائے گا۔ سفر کی فرصت مطلق نہیں ملتی۔ اور آپ کا سفر کرنا معلوم نہیں آسان ہی یا مشکل دیکھا چاہئے حسرت ملاقات کیونکر بر آتی ہی۔ غزل کے خیال سے خط بیرنگ بھیجتا ہوں رسید ضرور ملے۔

امیر مینائی ۲۰ اپریل سنہ ۹۰ء

روحی فداک۔ سلام و دعا۔ عین انتظار میں محبت نامہ آیا۔ اس وقت تو خوش کہ وقت ماخوش کردی۔ حقیقی فرصت سے جان بھرا کر غزلیں دیکھ لیں۔ یہ سب شعر اچھے ہیں۔ ایک آدہ جگہ دخل دیا باقی ضرورت اصلاح کی نہ تھی۔ میں بھی آپ سے ملنے کا بہت آرزو مند ہوں دیکھا چاہئے کب یہ آرزو بر آتی ہی کہ آپ اپنی مفصل کیفیات و مشاغل سے

تو آگاہ کیجئے کہ سفر اور سفر میں چندے اقامت ممکن ہے یا غیر ممکن اور دشوار ہے یا آسان ۔

امیر احمد بقلم محمد احمد ۱۲ - جون ۱۸۹۹ء

بارک اللہ فی عمرکم و علمکم و عملکم و اقبالکم ۔ محبت نامہ سعادت تصویر یعنی غزلوں کے ساتھ تحریر ہو تو پیرا آئی اور مسرور کیا ۔ بحمد اللہ کہ اس وقت تک زندہ ہوں ۔ آب و ہوا کا وہی رنگ ہے، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور اپنی محبت بڑھائے تو یہ تشویش جائے آمین فآمین ۔

غزلیں دیکھیں دو تین جگہ تصرف کیا ۔ پہنچتی ہیں رسید ضرور لکھئے گا اور اپنے بزرگوں کو میرا اسلام و نیاز تمام کہئے گا ۔ گو ملاقات مجھ سے نہیں ہے مگر ان کے صفات حمیدہ و اخلاق پسندیدہ مشہور ہیں اور اوصاف جود و ہمت و کرم سے نزدیک و دور کے لوگ سب مسرور ہیں میں بھی ایسے حامیان اسلام عالی ہمان والا مقام کا داعی خیر رہتا ہوں مجیب الدعوات قبول فرمائے ۔ اور عمر و اقبال بڑھائے ۔ ارباب دفتر امیر اللغات خصوصاً آہ و وسیم کہ میرے عزیز بھی ہیں بحکم خواجہ تاشی سلام شوق کہتے ہیں ۔

امیر احمد عفی عنہ - ۱۲ - محرم ۱۳۱۸ ہجری

رامپور دفتر امیر اللغات ۔
۱۱ - دسمبر ۱۸۹۶ء ۔

یاد آور مخلصاں ۔ سلام مسنون اخلاص مشحون ۔ محبت نامہ ملت

شمامہ آیا، آنکھوں کا نور دل کا سرور بڑھایا۔ آپ سات برس کے بعد اپنے چوکنے پر اظہار ندامت فرماتے ہیں واے برحال اس غفلت کی نیند سونے والے کے جس کی عمر قریب ستر برس کے ہوئی اور وہ ایسی غفلت کی نیند سو رہا ہے کہ کروٹ ہی نہیں لیتا، وہ غافل کون ہے، سراپا تقصیر فقیر امیر جس کی موت کا وقت قریب آیا اور وہ روز بروز اپنے مولا سے دور ہوتا جاتا ہے اس کو توبہ و انابت کا خیال آتا ہے تو اس طرح، جیسے خواب میں کسی سرمست خواب کو کوئی لہر سی آجائے اور آنکھ کھلتے ہی ساتھ یہ بھی یاد نہ آئے کہ کچھ دیکھا تھا، ایسے سراپا تقصیر سے معذرت خواہ ہونا اور بھی اسکو منفعل کرنا ہے۔ میں اپنی کوتہ قلمی سے خجل ہوں آپ کی عذر خواہی اور بھی مجھے نادم کر رہی ہے۔ میری کوتہ قلمی کی علت شداید امراض عسر بول و حبس بول ہیں۔ دورے ایسے جلد جلد پڑتے ہیں کہ سلامت افعال میں بہت فرق آگیا ہے، دل و دماغ سے فکر کا کام کوئی نہیں ہو سکتا۔ شاعری کا مشغلہ بہت دنوں سے ترک تھا، اب تلامذہ کے کلام کی اصلاح بھی متروک ہے الا ماشاء اللہ۔ رعشہ اپنے ہاتھ سے لکھنے نہیں دیتا لہٰذا یہ خط دوسرے سے لکھوایا گیا۔

مہر - امیر احمد ۱۲۹۵ھ بخط طغرا -

مکرم دوستان۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ نامہ عنایت آیا اور نامہ منظوم اپنے ساتھ لایا۔ آپ کے اصرار نے مجھے مجبور کیا کہ باوصف نادرستی طبیعت میں نے اسے دیکھا اور کہیں کہیں محو و اثبات کیا بعض

بعض شعر تو بہت ہی اچھے کہے ہیں۔ بارک اللہ۔

امیر فقیر۔ ۲۰۔ دسمبر ۹۶ء ریاست رامپور

منشی نعیم الحق صاحب آزاد شیخپوری کے نام

مجی۔ غزلیں آئیں بیماری اور بیماروں کی پرستاری کی حالت میں دیکھیں۔ ماشاءاللہ طبیعت آپ کی اچھی ہے خدا عمر میں برکت دے رشک مرحوم نے کس کتاب میں تانیث و تذکیر حروف تہجی کا ذکر کیا ہے اس کتاب کا نام و نشان ضرور لکھیئے اور اگر آپ کے پاس ہو تو چند روز کو مستعار مجھے دیجئے۔ میرے نزدیک میم ضرور مذکر ہے اور میں نے مذکر ہی کہا ہے۔ سن بمعنی سال کہیں نہیں نکلتا۔ فارسی میں بہت تلاش کیا کوئی سند قابل اعتبار نہ ملی۔ ان معنی میں سنہ ہے اردو میں بغیر ترکیب اگر سن بمعنی سال کوئی کہے تو تاویل ہو سکتی ہے محققین اس کی جگہ سال کہتے ہیں۔ مردم دیدہ مذکر ہے۔

ولایتی کاغذ پر امیر اللغات کے حصہ اول کی قیمت سات روپئے اور دیسی کاغذ پر چھ روپے ہیں۔ امید کہ غزلوں اور خط کی رسید سے مطمئن کیجئے۔ داغ کی کیفیت کامیابی دکن مجھے بخوبی معلوم ہے ان کے خطوط اکثر آتے رہتے ہیں۔

امیر فقیر۔ ۱۴۔ نومبر سنہ ۹۱ء

مجی سلام مسنون۔ مہربانی نامہ مع دو غزل اصلاح طلب

کے ایسا ممنون و مسرور کیا۔ غزلیں دیکھکر بھیجی جاتی ہیں۔ یہ بات دریافت ہونے سے بہت جی خوش ہوا کہ آپ تذکرۂ شعرا موسوم بہ چشمۂ خضر لکھ رہی ہیں۔ خداوند تعالیٰ اس کو حسن و خوبی کے ساتھ اختتام کو پہنچائے۔

اس ریاست میں ایک تاریخ لکھی جاتی ہے اس میں کسی قدر میرا حال بھی قلمبند کیا گیا ہے۔ میں حسب فرمایش آپ کے اس سے نقل کرا کے متاقعب بھیجونگا۔ فرصت ہوتی نہیں کہ چشمۂ خضر کی تاریخ کہوں اگر موقع ملے گا اور موانع مرتفع ہوں گے تو فکر کرنے میں دریغ نہ ہوگا۔

امیر فقیر۔ ۹ دسمبر ۱۸۹۵ء

محبی زاد لطفکم۔ سلام مسنون۔ یہ خلوت کے بھیجنے کی اجازت کیا دوں اور اس کے دیکھنے کا اقرار کیونکر کروں جب انکار رو آلام و امراض سے ایک غزل بھی دیکھ لینا دشوار ہوتا ہے۔ مجھے مجبور اور معذور سمجھکر معاف فرمائیے آپ کی غزل اگر پہنچی ہوگی تو اصلاح کے بستے میں رکھی ہوگی اب مجھے ابتک اس کے دیکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ جب گلچیں کے چھپنے کا وقت آئے گا دیکھکر بھیجدی جائے گی

میں نے تو اب یہی مشرب اختیار کر لیا ہے کہ آئی اور آئے اور گئی اور گئے سب میں ذہری ی خیال کیجائے اور ۲۰ عدد لیے جائیں۔ پہلے میرا خیال تھا کہ آئے میں ۱۰ عدد اور آئی میں ۲۰ عدد شمار کئے جائیں مگر اب

بعض وجوہ سے یا سے معروف دونوں کے ۲۰ قرار دئیے ہیں۔ اگر آپ کو یہ مشرب پسند آئے تو آپ بھی اختیار کیجئے۔ اور جلال نے آئی میں ۱۰ عدد نہیں لئے ہیں بلکہ ۲۰ عدد لئے ہیں البتہ بوی میں ی نہیں لکھی ہے واؤ کو اضافت دی ہے چنانچہ دیوان میں بھی بغیری کے چھپوایا ہے اور افادۂ تاریخ میں بھی اس سے بحث کی ہے مگر میں اسکو پسند نہیں کرتا۔

امیر فقیر۔ ۲۱۔ اپریل ۱۸۹۳ء

رامپور سٹیٹ۔ دفتر امیر اللغات

دلنواز امیر فقیر محمد نعیم الحق صاحب آزاد سلمکم اللہ القدیر۔ سلام مسنون میں اس زمانے میں سخت علیل رہا اور اب تک ان عوارض صعبہ سے نجات نہیں۔ آپ کی تحریریں آئیں ضرور مگر پریشانی خاطر سے نہیں معلوم کہ کے قطعہ خط آئے اور ان میں کیا کیا کلام تھا۔ اہل دفتر نے اس زمانے میں میرے نام کی تحریریں لیں بعد صحت جو کچھ مجھے ملیں گی ان کو بسر و چشم دیکھوں گا۔ امید ہے کہ حالت ناسازی طبیعت میں آپ مجھے معاف رکھیں۔ طرح گلچیں کی غزل البتہ مجھے سر دست سن لینا ضرور ہے اس کو انشاء اللہ جلد سنوں گا۔ خوبصورت بنا تخلص بغیر قید تاریخ کے بھی کم ملتا ہے آپ اس میں اور قید تاریخ کی لگاتے ہیں۔

اس زمین میں میرے پاس بکثرت غزلیں آئیں اور یہاں بھی جو لوگ مجھے کلام دکھاتے ہیں انہوں نے کہیں آپس میں اشعار مضمونا متوارد جو دیکھے گئے انکو کبھی کبھی کی غزل میں کاٹ دیا کبھی کسی غزل میں وجہ ترجیح پر بھی نظر کیگئی کہ بندش

کس کے یہاں اچھی ہے۔ آپ کی غزل میں بھی جو شعر متوارد ہوں گے
ان کو نکال ڈالیے گا اس لیے کہ جن لوگوں کی غزلیں جا چکیں ان کے
کلام سے اب نکالنا ممکن نہیں۔ احتیاطاً یہ مضمون آپ کو لکھدیا۔

۷ نومبر ۱۸۹۲ء۔ امیر فقیر

دل کی افسردگی کے وقت امیر — سیر خلوت ہی سیر کے قابل
عیسوی ہے یہ مصرع تاریخ — سیر خلوت گرہ کشائے دل

مجھی سلام مسنون اخلاص مشحون۔ اپنی مثنوی کی تاریخ لیجیے اور تاخیر
کا عذر قبول کیجیے۔ علاوہ امراض مزمنہ کے بسبب ماہ مبارک رمضان
کے کوئی کام مجھ سے نہیں ہو سکتا ہے اس پر بھی کام سے کسی وقت فرصت
نہیں ہوتی۔

میرا دوسرا عاشقانہ دیوان زیر طبع ہے۔ آغاز شوال میں چھپکر تیار ہو جائگا
اس کا اشتہار بندہ زادہ کوچک کی طرف سے دیا گیا ہے۔ چند قطعے آپ کو
بھی بھیجتا ہوں۔ امید کہ حتی الامکان اشاعت و شہرت و تشویق و ترغیب
میں کوشش کر کے مجھے ممنون کیجیے اس سے زیادہ آپ سے دلسوز کو
لکھنے کی حاجت نہیں۔

امیر فقیر رامپور۔ ۲۸۔ فروری سنہ ۹۶ء

رامپور۔ ۱۳ جنوری سنہ ۹۹ء

مجھی۔ کارڈ پہنچا۔ مثنوی کا چھپوانا مبارک ہو۔ سرسری فکر میں ایک
تاریخ تالیف کی نکلی ہے بھیجتا ہوں۔ امیر فقیر۔

محو حیرت ہیں امیر اہل نظر کچھ عجب تاثیر حسن و عشق ہی
مثنوی کو دیکھکر نقاش فکر بول اٹھا تصویر حسن و عشق ہی

۹- فروری ۱۹۳۳ء رامپور اسٹیٹ

مجی۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ محبت نامہ مدت کے بعد آیا ممنون و مسرور یاد آوری کیا۔ آپ اپنا تخلص صفیر کی جگہ آزاد قرار دیتے ہیں، میں بھی پسند کرتا ہوں، واقعی صفیر بلگرامی ایک مشہور شخص تھے

چشمۂ خضر کا جزو بجنب بستے میں بندھا ہوا ہی اب تک ایک حرف دیکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ میں اپنے امراض و افکار میں ایسا گرفتار رہتا ہوں کہ مجھ سے کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ چار شعر کی غزل دیکھنا بھی دشوار ہی روزمرہ دو چار دس پانچ غزلیں ڈاک میں آتی ہیں یا تو معذرت کے ساتھ واپس جاتی ہیں یا بستے میں بندھ جاتی ہیں۔ میری حالت قابل عفو ہی۔ امید کہ اپنی خیریت سے کبھی کبھی مسرور فرماتے رہئیے

امیر نقیر

محب دلنواز من السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ مدت کے بعد مہربانی نامہ آیا ادراک خیریت سے مسرور ہوا۔ مثنوی آپ کی پہنچی جہاں صدہا احباب کا کلام بندھا پڑا ہی بستے میں اس کو بھی جگہ دی گئی۔ میری معذوری و مجبوری کا حال آپ پر حالی ہی۔ لہذا سوا اس کے اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ جب کبھی اور احباب کا کلام

دیکھنے کی نوبت آئے گی اسوقت یہ مثنوی بھی دیکھی جائے گی۔ میں آپ کے اخلاق کا معتقد شکر گزار ہوں اس سے کئی حصے اپنے قصور خدمتگزاری سے شرمسار ہوں۔ زیادہ دعا کے سوا کیا لکھوں۔

امیر فقیر۔ ۳۱۔ دسمبر ۱۸۹۴ء رامپور

منشی جمیل احمد صاحب شاداں شیخپوری کے نام

مجی سلمکم اللہ تعالیٰ۔ سلام مسنون دعا مشحون۔ فقیر ناتوان بیمار ہے کئی بیماروں کا پرستار ہے۔ شاعری صحت وطاقت کی طرح پیرانہ سالی میں رخصت ہوگئی۔ آپ کی غزل دیکھکر بھیجتا ہوں۔ ماشاءاللہ آپ کی طبیعت اچھی ہے۔ بارک اللہ فی عمرکم۔ رسید سے مطمئن کیجیے گا

امیر فقیر۔ ۱۱۔ ربیع الآخرہ ۱۳۱۹ھ

مجی۔ دعا وسلام میں آج کل مریض ہوں اور امراض ایسے ہیں کہ سخت بیچین ہوں۔ چونکہ یہ غزل طرح گلچیں کی تھی اس لیے میں نے اس حالت میں بھی دیکھکر اصلاح دی۔ ماشاءاللہ غزل اچھی کہی ہے۔ صاد کیے شعر صاف کرکے گلدستے میں بھیجے جائیں۔ کاغذ آپ نے بہت بڑا اور کھرا اختیار کیا ہے۔ آیندہ سے سفید اور چکنے کاغذ پر لکھا کیجیے۔ لفافہ آپ کا بیرنگ ہوگیا تھا۔ دوسری غزل وقت صحت دیکھی جائے گی۔

امیر فقیر

۱۷۔ نومبر ۱۸۹۲ء

جناب قاضی عبدالجمیل صاحب جنون مرحوم رئیس بریلی کے نام

مکرم و محترم مجمع الطاف اتم دام بالمجد والکرم - تسلیم و نیاز پذیرا ہو -
نورچشم محمد احمد سلمہ ربہ کے ایک بچے کی آنکھ میں مدت سے کچھ ایسی خرابی ہے کہ باوجود متواتر علاج کے صحت نہیں ہوتی - فی الحال یہاں کے ایک ہندوستانی ڈاکٹر نے تجویز کیا ہے کہ گوشہ چشم کے قریب کا ایک سوراخ بند ہو گیا ہے جس سے رطوبات دماغ کی طرف نکلتی ہیں اور وہ بغیر سلائی ڈالے ہوئے کھل نہیں سکتا چونکہ ڈاکٹر موصوف کی تشخیص پر اطمینان کلی نہیں ہے لہذا ان کی رائے پر عمل کرنے کی مبادرت نہیں ہو سکتی بلکہ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی اعلیٰ قسم کے ڈاکٹر کو دکھلا کر ان کی رائے لیجائے لہذا مکلف خدمت عالی ہوں کہ اس امر سے مطلع فرمائیے کہ بریلی میں آنکھ کے علاج کرنے والے کوئی صاحب عمدہ لیاقت اور صداقت کے موجود ہیں یا نہیں اور آپ سے ان سے اسقدر رسم ہے کہ میں ایک روز کے واسطے اس بچے کو بھیجدوں اور وہ تشخیص کر دیں - بعد تشخیص ہونے کے پھر ممکن ہے کہ تعمیل کیجائے -

امیر احمد امیر مینائی - ۱۷ - شوال سنہ ۱۵ ہجری

از ریاست رامپور رہیل کھنڈ

۲۴ - جولائی سنہ ۹۲ ع

مخدوم و مکرم معظم و محترم جناب قاضی صاحب زاد اشفاقکم تسلیم

وتکریم ۔ مکرمت نامہ صادر ہوا اور سرموں کی پارسل بھی پہنچی ۔ سپاس گزار
ہوں اور ہمیشہ الطاف واعطاف کا امیدوار ۔

سرموں کا امتحان اپنی آنکھوں کے ساتھ کر رہا ہوں جو سرمہ آنکھ سے
موافق ہوگا آپ کی خدمت میں اطلاع دونگا ۔ تین دن میں نے کحل الجواہر
کا استعمال کیا اس سے تو کوئی نفع نہ معلوم ہوا ۔ آج سے آپ کے دوست
کا دیا ہوا سرمہ لگانا شروع کیا ہے تین دن اس کو بھی لگا کر دیکھوں گا ۔
آنکھوں میں نمی اور چرک لطیف کہ فوراً پلکوں پر آکر خشک ہو جاتا ہے اور
ضعف بصر اور حالت کمینت جو ایک مرض خاص ہے اور کتب طبیہ میں مذکور
ہے ان سب کی شکایت مجھکو ایک برس سے ہے ۔ دو چار مہینے بیچ میں خود بخود
یہ کیفیات کم ہوگئی تھیں آغاز موسم برشگال سے پھر زیادتی ہے ۔ اشتہار سرمہ
کا جو مرحمت ہوا اس کو باحتیاط رکھ لیا ہے کئی اشتہاروں کے سرمے
تو منگوا چکا ہوں اسکو بھی منگواونگا ۔ زیادہ سوائے شکر گزاری کے
کیا لکھوں ۔ فرزندار جمند کی خدمت میں سلام و دعا پہنچے ۔ اطفال
تسلیم گزار ہیں فقط

آپ کا منت پذیر ۔ امیر فقیر عفی عنہ

رامپور سٹیٹ ۔ دفتر امیر اللغات ۔

۱۹ ۔ اگست ۱۸۹۳ء ۔ روز پنجشنبہ

مکرم و محترم جناب قاضی عبدالجمیل صاحب زاد اخلاقکم ۔ سلام
مسنون اخلاص و نیاز مشحون ۔ فقیر حقیر کی ایک لڑکی حیدرآباد سے

آنے والی ہی اس کے ساتھ اور بھی اس کے ہمراہی پانچ سات عورتیں ہوں گی ایک چھوٹا بچہ ہی منجملہ اُن آدمیوں کے اسکی انا ہی ہی۔ لطیف احمد بندہ زادہ اوسط سواریاں لینے گیا ہی۔ اس وجہ سے کہ مراد آباد سے رامپور تک کی راہ میں دو دریا پڑتے ہیں جن پر اس موسم میں پل نہیں ہی اور بریلی سے یہاں تک راہ مامون ہی۔ میں نے لطیف احمد سے کہدیا ہی کہ بریلی کے اسٹیشن پر اتریں اور ایک منزل کی جگہ دو منزل خشکی کی گوارا کریں۔ اگر وہاں یہی صلاح قرار پائی تو راہ سے مجھے تار آے گا اور میں بذریعہ خط خواہ بذریعہ تار آپ کی خدمت میں اطلاع دونگا کہ آپ براہ نوازش قدیمانہ چند باتوں کا بندوبست فرمادیں۔ ایک ہلکا اور مضبوط میانہ جس پر دو زنانی سواریاں بآسایش بیٹھ سکیں اور ایک کافی وسعت کی ڈولی جیسمیں بچے کی انا بچے کو لیکر بیٹھ سکے وقت معہود پر اسٹیشن مہیا فرمادیں اور احتیاطاً ایک مکان مختصر خالی رکھیں کہ اگر یہ مسافران منزل دور و دراز دو چار پہر آسایش لینے کے واسطے اترنا چاہیں تو اس میں اتر پڑیں اور جس قسم کی مدد یہاں آنے کے واسطے کہار وغیرہ کی ان کو درکار ہو اس میں توجہ فرمانے کی ہی آپ سے اچھی واثق ہی۔ زیادہ تصدیع کی حاجت نہیں۔ صاحبزادہ بلند اقبال کو دعائیں۔ فرزندان فقیر تسلیم رساں ہیں۔ امید ہی کہ جواب سے جلد مطلع فرمایا جاؤں

فقیر حقیر امیر احمد امیر۔

رامپور افغانان

۱۵۔ ستمبر ۱۸۹۳ء

مکرم و محترم جناب قاضی صاحب زادت مکارمکم۔ سلام مسنون اخلاص و نیاز مشحون۔ مکرمت نامہ میرے نامہ ہائے نیاز کے جواب میں صادر ہوا تھا۔ مجھے انتظار تھا کہ جن عزیزوں کے اُتارنے کا بریلی میں بندوبست کرنا ہے انکا تار تعین وقت کے ساتھ آجائے تو آپ کی خدمت میں اطلاع کروں۔ اس وقت راد سے تار آیا کہ منگل کا دن گذر کر شب کی ریل میں بریلی پہنچیں گے۔ میں احتیاطاً میر ناصر علی سلّمہٗ اپنے ایک معتمد کو کہ مثل میرے عزیزوں کے ہیں یہ نامہ نیاز دیکر آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں جس جس قسم کی ضرورت مرکبوں اور کہاروں اور مکان فرودگاہ کی دربیش ہوان سب کا تکفل آپ کی توجہ سے ہونا چاہئیے اور مستعدی سے اسٹیشن پر مع سواریوں کے حاضر باشی اور دو تین وقت تک ریل گاڑیوں کی نگرانی میاں ناصر علی کے ذمے ہو۔ مزید احتیاط کے واسطے ایک کارڈ ڈاک پر بھی آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں۔ آخر میں آپ کی مزاج پرسی اور آپ کی عنایتوں کی شکرگزاری کرتا ہوں۔ صاحبزادہ بلند اقبال کو دعائیں۔ بندہ زادگان عقیدت نشان تسلیم رسال ہیں۔

امیر احمد عفی عنہ

رامپور اسٹیٹ۔ دفتر امیر اللغات۔ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۳ء

مجمع اخلاق و مکرم جناب قاضی صاحب زاد عنایتکم۔ سلام و اخلاص

وسپاس انضمام کے بعد مدعانگار ہوں کہ نور چشم لطیف احمد مع قافلہ آپ کے اشفاق کریمانہ کے شکر گزار آے۔ الحق آپ کی ذات ستودہ صفات اخلاق محمدی و اشفاق اسلامی میں یادگار سلاف کرام ہے۔ حق تعالی آپ کے انفاس میں برکات روز افزوں عطا فرمائے اور ہمیشہ مکروہات سے محفوظ اور مرغوبات سے محظوظ رکھے۔ یہی سپاسنامہ آپ کے فرزندار جمند کی نظر سعادت اثر سے بھی گزرے اور دعاے ترقی عمر و علم و اقبال پہنچے ؎

از دست فقیر بینوا ناید ہیچ
جز آنکہ بصدق دل دعاے بکند

آپ کا منت پزیر
امیر فقیر

ریاست رامپور
۲۸۔ دسمبر ۱۸۹۹ء روز پنجشنبہ

جناب قاضی صاحب مجمع مکارم فراوان سراپا لطف و احسان دام بالمجد والکرم۔ سلام نیاز انضمام کے بعد التماس ہے کہ بندہ زادہ کوچک محمد مسعود احمد انٹرنس میں امتحان دینے کی ضرورت سے کالج کے بورڈنگ ہوس میں ۳۱۔ دسمبر سے ۱۰۔ جنوری تک مقیم رہے گا۔ میری خوشی تو یہ تھی کہ آپ ہی کے مکان راحت نشان پر قیام ہوتا مگر اسکے مصالح متعلق امتحان اسکو بورڈنگ ہوس کے قیام پر مجبور کر رہے ہیں اور وہ ضعیف البنیان اور اس زمانے میں محنت کی وجہ سے

نہایت ناتواں ہو رہا ہی۔ کوئی عنوان اس کی راحت اکل و شرب کا اس سے بہتر نظر نہیں آتا کہ اگرچہ وہ بورڈنگ ہوس میں ہی مگر باعتبار ماکل و مشارب کے آپ ہی کا مہمان ہو۔ کسی طرح کا تکلف اس کیلئے نفرمایا جائے۔ صرف سالن اور روٹی اور تسحر کے واسطے کبھی یا دو دو میں نان پاؤ ہو۔

ملاذا، جسطرح میں نے بنظر اخلاص و نیازمندی بے تکلفانہ آپ کو اس امر کی تکلیف دی ہی امید کرتا ہوں کہ اسی طرح آپ بھی تکلف نفرمائیں اور اپنے ناتوان بچوں کے مثل تصور فرما کر یہ چیزیں کھانا اپنے آدمی کے ہاتھ اوقات معینہ کالج میں بھجوا دیا کریں محل اقامت خود آپ کو آگاہ کریگا زیادہ سوائے منت پذیری کے کیا عرض کیا جائے۔ آپ کے فرزند ارجمند قاضی خلیل الدین صاحب کو سلام مسنون دعا مشحون۔ اطفال عقیدت خصال تسلیم گزار ہیں

فقیر امیر احمد امیر مینائی

قاضی محمد خلیل صاحب حیراں رئیس بریلی کے نام

سعید سرمد خلیلی قاضی محمد خلیل صاحب سلمہ اللہ الجلیل۔ سلام شوق کارڈ آیا ممنون یاد آوری کیا۔ آنچل اور دامن کے جھگڑے میں میری یہ رائے ہی کہ دوپٹے اور اوڑھنی وغیرہ اور زینت کی چیزوں میں آنچل کہنا چاہئے

[illegible]

عنہ کی تصحیح یوں ہوسکتی ہے کہ شعرا نے گوشۂ دامن کو بھی آنچل کہا ہے چنانچہ
اس کو میں نے امیر اللغات میں کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے اور یہ دو شعر
سند کے بھی آنچل کے لغت میں درج کیے ہیں۔

میر؎ آنچل اس دامن کا ہاتھ آتا نہیں + میر دریا کا سا اس کا پھیر ہے
تسیم؎ دھیاں دانتوں کا جو آیا تو یہ سوجھی تشبیہ + صبح نے منہ پہ لیا دامن شب کا آنچل

ساعت اور گھڑی ساعت کے قافیے میں احتیاط تو مقتضی اس
کی ہے کہ... شاعر بلا ضرورت شدید وہم التباس سے بھی بچے مگر جواز
ثابت کرنے کے لیے بہت سے اشعار شعرائے فارسی و اردو کے
ملیں گے جن میں انہوں نے جائز کر لیا ہے، جیسا کہ بحر نے یہ مطلع کہا ہے
بحر درویشی طریقہ ہے رسول اللہ کا باندھیے تسمہ کمر میں ہد بسم اللہ کا
جناب قاضی صاحب کی خدمت میں میری طرف سے تسلیم۔

امیر احمد عفی عنہ۔

رامپور۔ ۲۲ محرم ۱۳۱۵ ہجری

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

گرامی شان رشد و سعادت آئین قاضی خلیل الدین صاحب
سلمکم اللہ الواہب۔ دعائے صلاح و فلاح دارین۔ اس وقت
سید جواد علی صاحب کے کارڈ سے وفات قاضی محمد عبد الجمیل صاحب
معلوم ہوئی۔ اس خبر نے مجھکو دنیا سے بیخبر کر دیا۔ ایسا قلق ہوا
کہ اس کی تعبیر کو الفاظ نہیں ملتے۔ جناب مرحوم سے کریم النفس

یادگار سلف حامی اسلام دلنواز عام کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ ایک بڑی خوش نصیبی ان مرحوم کی یہ ہی کہ آپ سا سعید خلف الرشید دنیا میں یادگار چھوڑا۔ اب آپ کی ذات کریم الصفات ان کی قائم مقام ہی۔ حق تعالی ان مغفور کو غریق دریائے رحمت فرمائے اور آپ کی عمر اقبال کے ساتھ بڑہائے اسوقت افسردہ دلی اور کچھ لکھنے نہیں دیتی۔

فقیر امیر احمد امیر

منشی امتیاز احمد خانصاحب راز کے نام

پیارے۔ خدا کرے تمہاری طبیعت اچھی ہو اور تم حالت سرور وعافیت میں ہو یہ شکایت نامہ دیکھکر منتظروں پر ترس کہاو۔ شکایت مجھے اس کی ہی کہ کاربرآری در کنار اچھے صاحب نے وہ کوتہ قلمی اختیار کی جس کی مردان ذی مروت و ذی قوت سے امید نہیں ہوسکتی۔ اگر میں جانتا کہ اظہار مطلب مجھکو ایسا بتذل کردیگا تو رجوع ہی نکرتا اس واسطے کہ رجوع کا محصل اپنا بتذل ہوجانا اللھم احفظنا من ہذہ الذلہ۔ اسی کے ساتھ تم سے بھی شکایت ہی کہ کیسا ضروری خط بہیجا مگر جواب ندارد۔ میرے عجز کی حالت اس بے پروائی کو مقتضی نہیں۔ جواب باصواب جلد بہیجو اور جس پیرایہ میں مناسب ہو اچھے صاحب سے بھی دوستانہ شکایت کرو فقط

امیر فقیر ریاست رامپور ۱۴۔ اکتوبر سنہ ۹۶ء

پیارے راز عمر دراز۔ نامہ سعادت شمامہ آیا۔ میں نے تمہاری جگہ اس کو پیار کیا، آنکھوں سے لگایا۔ خداوند تعالیٰ تمہارے عمر و اقبال میں برکت دے۔ اور صحت و عافیت دارین نصیب کرے۔ نصیب اعدا تمہاری علالت دریافت ہونے سے پریشانی ایک سے ہزار ہو گئی خط میں جو معمولی دیر ہوئی مجھے تردد تھا کہ علت کیا ہے آخر علت نکلی جو حالت تشویش میں باعث مزید تشویش ہوئی۔ جس وقت سے خط آیا ہے ہمہ تن مصروف دعائے صحت ہوں۔ شافی برحق سے امید ہے کہ اب شفا حاصل ہو چکی ہوگی۔ امید کہ جسقدر جلد ممکن ہو اپنی حالت اور مژدہ عافیت سے داعی خیر کو مطمئن کرو جیمس صاحب شکار سے آجائیں تو اب حالت میری اس کی مقتضی ہے کہ جس طرح ممکن ہو ان سے کام نکالنے میں کوشش کرو۔ حاجت جسقدر ہے اور جو حال ہے تم سے کچھ پوشیدہ نہیں ہے جیسا مناسب سمجھو ان سے کہو۔ تمہاری ہی رائے پر اور تمہاری ہی کوشش پر میں نے اپنے کام کو حوالہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری سعی مشکور کرے۔

تعجب ہے کہ سرکار عالیہ نے گزارش کی عبارت بغور ملاحظہ فرمائی اور پھر کچھ نہ فرمایا۔ تہنیت عید اضحیٰ میں ایک قصیدہ جناب وزیر صاحب کے توسط سے میں نے پھر بھیجا ہے اس کے پہنچنے اور پیش ہونے کا کچھ حال اب تک معلوم نہیں ہوا، تم اگر صحیح ہوتے تو کھوج نکالتے۔ اللہ کرے تمہاری طبیعت اب بالکل اچھی ہو۔

وسیع مکان میری گزر کے قابل باوجود کمال کوشش کہیں

دستیاب نہوا۔ ورنہ اس زمانے میں جس کرایہ کو ملتا بناچاری لیتا۔ بناچاری میں اپنی ذات سے خانقاہ معصومی کا مجاور ہوا۔ اور اہل وعیال کو حافظ عبدالحی والے مکان میں جو میاں صاحب کے مکان سے جانب جنوب متصل سڑک ہے بھردیا۔ اسباب حتیٰ کہ کتابوں کی الماریاں بھی سب کھنڈسار کی زمین پر کھلے میدان میں ہیں اور جہاں تک ممکن ہی کوشش کررہا ہوں کہ اسی زمین کی تعمیرات کہنہ میں کسی عنوان سے صلاحیت برسات بسر کرنے کی نکلے مگر وبیہ ہم پہنچانے میں کچھ بس نہیں چلتا۔ حرکات مذبوحی اور تپش بسمل نہ سے اب تک اسقدر ہوا ہی کہ اس احاطے کی چاردیواری خام بن گئی ہی۔ ہروز تمہاری اور جیمس صاحب کی تحریر کا انتظار رہتا ہی۔ باسباب ظاہر مدد اور کہیں سے امید گرہ کشائی معلوم نہیں ہوتی فقط

امیر مینائی۔ یکم جون ۱۸۵۸ء

ریاست رامپور

پیارے راز۔ عمردراز۔ اب تو تمہاری تحریر بھی شاہد مقصود کی طرح منہ چھپانے لگی، ایک تسکین کا سہارا تھا وہ بھی گیا۔ باوصف اس بات کے جاننے کے کہ میں تمہارے خط کا کسقدر مشتاق رہتا ہوں اور پھر خط نہ لکھنا تمہیں ہوستم ہی کہ نہیں۔ خدا کرے مانع بخیر ہو اور تم خیروعافیت سے ہو۔ جیمس صاحب نے تو کوئی تحریر مجھے نہ بھیجی نہ آیندہ بھیجنے کی امید نظر آتی ہی۔ خدا جانے اس کی علت کیا ہی۔ بے التفاتی ہی

بنا عدم کارروائی کی خجالت۔ وزیر صاحب سے جواب خط ملنے کی تو پہلے ہی امید نہ تھی۔ آخر وہی ہوا خیر کوئی لکھے یا نہ لکھے تم تو تسکین افزائی میں کمی نکرو میں اسی حالت کے ساتھ زندہ ہوں اور تمہارے حق میں دعا کرتا ہوں قیمت دیوان کے واسطے پھر مکلف ہوں کہ جسقدر فراہم ہوگئی ہو جلد بھیجدو باقی خیریت۔ سب چھوٹے بڑے ما وجب رساں ہیں پانی نہ برسنے سے یہاں کی خلقت تباہ ہو رہی ہے اللہ رحم کرے۔

تمہارا داعی خیر۔ امیر فقیر

پیارے راز۔ سلام و دعا عقل وشعور کا رجسٹرڈ ی شدہ پمفلٹ مجھے ملا اور تمہاری تحریر محبت خمیر بھی مجھے پہنچی۔ میں تمہاری سعادتمندی سے مسرور اور عقل وشعور کے پہنچنے سے حضرت برہم اور تمہارا دونوں کا ممنون ہوں۔ حافظ جلیل حسن وطن میں سخت بیمار ہو گئے ہیں۔ میرا دل ہر وقت دھڑکتا ہے۔ دعا کے سوا کیا چارہ ہے۔ بھائی تم بھی دعا کرو سب دوست عزیز ما وجب گزار ہیں۔ حضرت برہم کو سلام اور سپاسگزاری فقط

امیر فقیر

حافظ غلام احمد صاحب فروغی کے نام

ریاست رامپور۔ ۲۰۔ نومبر ۱۹۳۳ء

دلنواز دوستان زادت اخلاقکم بسلام مسنون اخلاص و

نیاز مشحون ۔ عنایت صحیفہ آیا اور اپنے ساتھ عمدہ ہدیہ لایا ۔ نصاب کا نسخہ جو تحفتہً آپ نے مرحمت کیا ہے میں نے خوش ہو کر اسکو قبول کیا میں نے ورق الٹ کر دیکھے ۔ کتاب آپ نے بہت اچھی اور مفید لکھی ہے مرزا غالب مرحوم کا قادرنامہ بھی میری نظر سے گزرا ہے آپ کے یہاں بہت سی باتیں بڑھی ہوئی ہیں ۔ حسن و انسجام کے علاوہ بڑی خوبی یہ ہے کہ الفاظ روابط بہت ہی کم آئے ہیں ۔ انشاء اللہ یہ کتاب مقبول خاص و عام ہوگی ۔

میری رنجوری و معذوری کی وہی حالت ہے جو لکھ چکا ہوں ۔ مجھے ذرا بھی صحت و اطمینان ہوتا تو آپ کی فرمائش کی خوشی سے تعمیل کرتا ۔ آپ کے اصرار اور اپنی حالت سے نہایت محجوب ہوں اخلاق سامی سے امید ہے کہ میرا عذر قبول کر کے میری خجالت مرتفع فرمائیں گے ۔ فرزندان و احباب فقیر ماوحب گزار ہیں ۔

منت پذیر امیر فقیر

رامپور ۔

۲۰ ۔ نومبر ۱۸۹۳ء

دلنواز ۔ سلام مسنون اخلاص مشحون ۔ مہربانی نامہ آیا ممنون یاد آوری کیا ۔ آپ اپنے مشاعرے کے لیے مجھ سے غزل طلب فرماتے ہیں مگر میں اس زمانہ میں بہت ہی رنجور اور معذور ہو رہا ہوں ۔ خود بیمار اور کئی بیماروں کا پرستار رہتا ہوں ۔ جو وقت فرصت

واطمینان کا ملنا بھی ہو وہ امیراللغات کی تالیف وتصنیف میں صرف ہوتا ہی شعر وسخن کا مشغلہ مجھسے بالکل چھوٹ گیا ہی۔ آپ کے حسن اخلاق سے امید ہی کہ عذر میرا قبول کرکے مجھکو معاف فرمائیں گے۔

امیر فقیر۔

حضرت طاہر فرخ آبادی کے نام

۲۰۔ ربیع الاول ۱۳۰۲ ہجری۔ ۸۔ جنوری ۱۸۸۵ء

شفیق یاد آور مخلصان سلامت۔ سلام مسنون۔ غدر میں اموال بھی تلف ہوگئے جانیں بھی سیکڑوں ضایع گئیں یہ تو ادنی کیفیات تھے۔ مگر تجربے سے معلوم ہوا کہ غارتگروں نے ہمتیں بھی لوٹ لیں صفات قدیمہ بھی خیرباد کہکر سدھار گئے، محبت کا نشان بھی نہ باقی رہا، ہمدردی ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی، قوتیں سلب ہوگئیں، حافظے کام کے نہیں باقی رہے۔ میرا بھی یہی حال ہوا، حافظے میں مطلق قوت نہیں رہی۔ اسی زمانے سے ریاست رامپور کو چلا جانا ہوا۔ وہاں جاکر دنیا ہی نئی دیکھی اور رئیس کے التفات نے شب و روز میں کسی ساعت کو خالی نچھوڑا۔ معہذا بسبب تاہل کے اپنے افکار نے بھی کچھہ حصہ وقت کا دبا لیا۔ اسوجہسے فرصت نہ ملی کہ یاران قدیم و مخلصان صمیم کو یاد کرتا ایسی ہی باعث ہوا کہ آپ کو بھی کبھی کچھہ نہ لکھہ سکا۔ اب مخدومی و محترمی جناب حکیم محتشم علی صاحب کے ذریعے سے مدت دراز کے بعد آئینۂ رابطۂ قدیم

کا رنگ چھوٹا اور نئی جلا دی گئی یعنی آپ کا عنایت نامہ جسمیں کچھ فقیر کا ذکر ہی ملا۔ میں نے سوچکر آپ کی تصویر خیالی ذہن میں کھینچی اور محبت دیرینہ کا مزا اٹھایا سہ اے بوقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی۔

رہنما اخبار بندہ زادہ کلاں نے بے شغلی سے تنگ آکر جاری کرنے کا قصد کیا ہے دو اشتہار اسکے بھی بھیجتا ہوں اور گلدستہ بعض احباب نے شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے میں نے بھی بتقاضائے سہ

خیال خاطر احباب چاہیئے ہر دم   انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

ان کے پاس خاطر سے حتی الوسع اعانت کرنے کا وعدہ کر لیا ہے فقیر زادہ یعنی منشی محمد احمد میرے حکم کے موافق اس کے انصرام کا کفیل ہوا ہے اس کے بھی چند قطعہ اشتہار بھیجتا ہوں۔ کساد بازار ان چیزوں کی قدردانی کا بیشک آپ کی تحریر سے بھی زیادہ ہے مگر تاہم سہ

ہنوز آن ابر رحمت درفشان ست   خم و خمخانہ با مہر و نشان ست

تلاش و کوشش ہوگی تو بہت نہ سہی تھوڑے ہی بھی قدرشناس پیدا ہو جائیں گے۔ یہ تحریر فرمانا آپ کا کہ میرا کلام اساتذہ کے اشعار کے سامنے لیاقت پیدا کرے گا دلیل کمال ہے اس لیے کہ کمال آدمی کو ضرور ہی منکسر کر دیتا ہے۔ امید ہے کہ اس گلدستے کو اپنا ذاتی گلدستہ تصور فرما کر ہمیشہ اس کی حسن افزائی ملحوظ رہے اور کلام تلامذہ انتخاب کے بعد عنایت ہوا کرے ثم التسلیم

آثم امیر احمد عفی عنہ۔ محمد احمد تسلیم گزارہے۔

لکھنو کٹرہ ابوتراب خاں - ڈاک خانہ چوک

مولوی محمد اعجاز حسن خاں صاحب رئیس رسولپور ضلع مظفرپور کے نام

دفتر امیر اللغات رامپور اسٹیٹ

۱۵ - جولائی ۱۸۹۳ء

عزیزی وسعیدی زاد عمرکم صلاح وفلاح دارین کی دعائیں. مدت کے بعد تمہارا عنیقہ سعادت سرو ونوا افزائے دل و دیدہ ہوا۔ عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت ہست. اگر اپنا بوڑھا دعاگو سمجھکر کبھی کبھی پوچھتے رہو تو تمہاری محبت وسعادت ہے ورنہ کیا شکایت ہے۔ میرا استحقاق جو کچھ تھا وہ نایاب وشاداب کے ساتھ گیا میں صرف تم لوگوں کے تصور سے اپنے دل کو خوش کر لیا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ زندہ اور خوش رکھے باقی دعا کے سوا کیا لکھوں خداوند کریم کہ حافظ حقیقی ہے بخیر وخوبی مسافروں کو واپس لائے آمین ثم آمین نورچشم ابوظفر حسن کو دعائیں اور باتوں کا جواب نورچشم ممتاز علی دیں گے کہ وہ ان سے متعلق ہیں آپ اور ابوظفر حسن خاں اب کیا پڑھتے لکھتے ہیں کہاں تک تحصیل علم کی ہے مشغلہ کیا رہتا ہے براہ سعادت مفصل طور پر مطلع کیجئے گا

امیر فقیر

رامپور ۱۵ - ستمبر ۱۸۹۵ء

سعید سر عدر شید ابد سلکم اللہ الصمد سلام و دعا آپ کی طرف سے
بھی مجھے خجالت ہی کہ بن نہیں پڑتا کیا لکھوں اور آجتک کچھ نہ لکھنے کا کیا عذر
کروں آپ کے بہت سے سعادت صحائف آئے اور میری خوشی و شکر گزار
کے باعث ہوئے ان تھا کہ میں جواب لکھوا دیتا لیکن اجزائے دیوان
نایاب مرحوم جو آجتک دیکھ نہ سکا لہذا کچھ لکھ بھی نہ سکا اور اس کے نہ
دیکھنے کی علت اپنی علالت کے سوا اور کچھ نہیں ہی خصوصاً اس زمانے
میں بہت ہی غیر صحیح رہا جس بول کے دورے کثرت سے اور شدت
سے پڑے رات جو دورہ پڑا ہی اس کی ایذا سے اس وقت بیقراری ہی
معہذا تپ وغیرہ کی بھی شکایت ہی اللہ تعالیٰ رحم فرمائے آگے ان اجزا
کو دیکھنا شروع کیا تھا اسی سبب سے رہ گیا اب پھر تھوڑا تھوڑا دیکھنا شروع
کیا ہی آپ بھی دعا کیجئے کہ میں صحیح رہوں اور اس سے جلد فراغت کر کے
آپ کے پاس بھیجدوں سب عزیز ما و حب گزار ہیں آپ کا داعی خیر

امیر فقیر۔

اعزیجان من۔ سلام لو دعا لو اپنے محبت نامہ مورخہ ۱۱ جنوری
کا جواب لو دیوان نایاب کا مفلٹ مجھے پہنچ گیا اور اس کے ساتھ
جو خط تم نے لکھا تھا وہ بھی پہنچا تمہاری تحریر پڑھ کر آنکھوں میں آنسو بھر آئے گر کی
آنکھوں کا نور بڑا لی ہی بارک اللہ و جزاک اللہ تین دیوان کو دیکھو تیکل
دیکھنے کب سے دیکھنا شروع ہوتا ہی چھٹی ہیں دیکھا جھٹے دل ہے
فکر ہی اور خیال ہی اللہ تعالیٰ میرے خیال کو پورا کرے بیمار ولی کی تحد

ہے سے فراغت نہیں ہوتی احباب کی خدمت سے نہایت قاصر ہوں اور نہایت نادم ہوں ان اجزا سے فارغ ہوکر اوراجزا تم سے طلب کرونگا زیادہ عذر تقصیر کے سوا اور کیا لکھوں وہاں سب کو میری طرف سے ما وجب کہو خوش رہو۔

تمہارا دعاگو۔

امیر فقیر ۲ جنوری۔

۱۳۔ اکتوبر ۹۶ء

عزیز از جان اقبال نشان سلمکم اللہ المنان دعاے صلاح و فلاح دارین و سرخرائی و سرسبزی نشاتین کے بعد مدعا نگار ہوں کہ محبت نامہ سعادت شمامہ مشعر خبر رحلت جناب غفران ماب جدامجد سامی آیا اور میرے دل کلفت منزل کو جو نایاب و شاداب مغفورین کے غم سے پہلے ہی لبسمل ہو رہا تھا اور بھی تڑپایا ایسی ذات بابرکات کا سایۂ عاطفت سر سے اٹھ جانا باعث سخت صدمہ جانکاہ ہے اس داغ کا مرہم انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوا کوئی نہیں حق تعالیٰ ان کو غریق دریاے رحمت اور ان کے اعقاب کو کاسب اجر مصابرت فرمائے تمام ہوا یہ مطلب نا تمام۔ نسخہ ہاے دیوان مطلوبہ گرامی بروانہ کرنے کو دفتر میں کہدیا ہے برخوردار مسعود احمد ضمیر آج ہی تعمیل حکم کریں گے امید ہے کہ آپ مجھکو کبھی اپنا ایک بعد از نہ بھولے ہونگے مجھکو بھی یاد کر لیا کریں۔ سب عزیزوں اور دوستوں کو نامہ بنام دعا و سلام فقط فقیر امیر۔

رامپور۔ ۲۸۔ مارچ ۱۸۹۸ء

عزیز از جان سعادت نشان دعا تمہارا سعادت نامہ پہنچکر کاشف مدعا ہوا تھا دیوان چھپکر مطبع سے آگیا اب جس پتے سے کہو پانچ جلدیں تمہارے لکھنے کے موافق تمہارے نام بھیجی جائیں باقی خیریت امیر فقیر۔

مکرر یہ کہ کوشش کر کے خریدار بہت سے پیدا کرو ہزار جلدیں چھپوائی گئی ہیں بغیر اس کے کہ تم سے دلسوز دل سے کوشش کریں ان کا نکلنا دشوار ہے۔

رامپور۔ ۲۴۔ رمضان المبارک ۱۳۱۶ھ

سعید کونین سلمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین دعائے ترقیات روز افزوں قصیدہ آپکا مرسلہ آیا تھا بسبب موسم سرما کے کہ میرے مرض کے نہایت مخالف ہے اس کے دیکھنے کی اب تک نوبت نہیں آئی تھی آج وہ قصیدہ نکلوا کر اور نظر اصلاح سے دیکھکر بھیجتا ہوں تاخیر کی تقصیر معاف کیجئے اور اس کی رسید اور اپنی خیریت سے مطمئن کیجئے۔

احتیاطاً قصیدے کا بیرنگ بھیجنا مناسب سمجھا گیا اعزجان محمد ریاض حسن خاں و محمد ابوالحسن خاں کو دعائیں۔

امیر فقیر۔

رامپور۔ ۳ مئی ۹۹ء

گرامی شان اقبال نشان زادمجدہم دعائے ترقیات روز افزوں دعا کے بعد سے کوئی تحریر مشعر خیریت نہیں آئی تعلق ہے خدا کرے

آپ بجمیع الوجوہ مطمئن و مسرور ہوں۔ سخندان پارس کا ذکر آگے آپ نے لکھا تھا چونکہ دفتر امیر اللغات میں اس کی حاجت ہی اس لیے چاہتا ہوں کہ جس مطبع سے اسکا ملنا ممکن ہو مجھے آگاہ کیجئے کہ میں طلب کرلوں جواب مفصل دیجئے باقی خیریت سب عزیزوں کو دعا واجب

امیر فقیر

گرامی شان اقبال نشان اعلی اللہ شانکم دعائے ترقیات روز افزوں نامہ سعادت پہنچا اور ممنون کیا دیوان نایاب کا زیر طبع ہونا باعث سرور ہوا تاریخ طبع اس سنہ کے موافق جو آپ نے مجھ سے طلب کی ہے میں انشاء اللہ فکر کرونگا اور حسب دلخواہ تاریخ ہوگئی تو آپ کو بھیجدوں گا وہ تاریخ تو بہت اچھی تھی اگر ممکن ہو تاریخ ترتیب قرار دیکر چھپوا دی جائے ورنہ خیر۔

عزیزی محمد ابوالحسن خاں کی تاریخ دیکھکر بھیجتا ہوں پورا قطعہ اچھا ہی میرا جی بہت خوش ہوا طبیعت ہونہار معلوم ہوتی ہے بارک اللہ فی عمرہم و اقبالہم۔

صنمخانۂ عشق کے صفحات بوجوہ اب تک طبع نہیں ہوسے جس وقت چھپیں گے آپ کو اطلاع دیجائے گی تاروں سے بنے ہوسے پنچھے جو خاص آپ کی ملک میں بنتے ہیں مجھے درکار ہیں اگر آپ مہربانی کرکے بھیجدیں تو باعث منت پذیری ہی عزیزان سعادت نشان محمد ابوالحسن خاں و محمد ریاض حسن کو بہت بہت دعائیں۔

امیر فقیر   رامپور یکم اپریل ۹۵ء

دارالریاستہ رامپور

۲۷۔ جنوری ۹۵ء

جان سے پیارے میرے اعجاز تمہارا اقبال بلند اور عمر دراز محبت نامہ سعادت شمامہ آیا آنکھیں پرنور ہوئیں اور دل مسرور حق تعالیٰ اس حسن یادآوری کے ساتھ دیرگاہ تم کو اقبال مند رکھے۔ اس سے قبل والی تحریر بھی شاید آئی ہو اس وقت کیفیت صومی میں کچھ یاد نہیں تاخیر جواب کا عذر خواہ ہوں افسوس صغیر مرحوم کے نتائج طبع سب برباد ہوگئے ہیں آپ کی سعی جمیل کا شکر گزار ہوں کوشش چلی جائے شاید کبھی کوئی چیز ملجائے۔ مقاصد حسنہ کا نسخہ صحیح نہ ملنے سے میں اب تک عبارت مندرجہ امیر اللغات کی تصحیح نقل نہ کر سکا آپ کے سب عزیزاں کو حسب مراتب ما وجب

امیر فقیر

رامپور ۲۴۔ نومبر ۹۵ء

عزیز از جان گرامی شان اقبال نشان ابو محمد اعجاز حسن خانصاحب زاد عمرکم و اقبالکم دعائے ترقیات دارین سعادت نامہ اقبال ختامہ مورخہ ۲۳۔ جب نور بصر و افزائے دیدہ و دل ہوا خدا کرے آپ کی سعی [illegible] با سبب بہم رسانی تالیفات صغیر مرحوم شکریہ [illegible] حصہ جلوہ خضر کا جو آپ نے مجھے بھیجا ہے ایسا غلط چھپا ہے کہ اکثر مقامات سے نہیں

اکثر جگہ پڑھا نہیں جاتا جس مطبع میں چھپا ہے غالب ہے کہ اس کی اصل منقول عنہ وہاں ہو اگر وہ نسخہ ملجاتا تو اس کی تصحیح ہو جاتی یہ کتاب تو مسخ ہو جانے کی وجہ سے مفید نہ رہی کتاب مصنف مرحوم نے بہت اچھی لکھی ہے مگر افسوس کہ بہت ہی بری چھپی ہے اور اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مابعد کے دو حصے اور بھی ہیں خدا کرے یہ تصنیفات ان کے ضائع نہوے ہوں اور آپ کی کوشش سے ملجائیں افسوس کہ ان کے صاحبزادے بھی جو ہوشیار تھے قضا کر گئے چھوٹے چھوٹے دو بچے جو باقی ہیں ان سے کیا کام نکلے گا ہاں وہ شاگرد صفیر مرحوم کے جن کو آپ نے استدراک کیفیت کے واسطے لکھا ہے حسب دلخواہ کوشش کریں تو کام چلے بہر کیف آپ اس باب میں کما حقہ توجہ کیجئے اور مطبع سے اصل جلد ثانی جلوہ خضر اگر وہاں ہو تو لیجئے ۔

مقاصد حسنہ کا نسخہ ابتک مجھے نہیں ملا تلاش میں ہوں ۔ عزیز از جان مولوی محمد ریاض حسن خاں اور محمد ابو الحسن خاں سلمہما اللہ تعالیٰ کو دعائیں فقط

امیر فقیر ۔

۱۷ ۔ اپریل ۱۸۹۸ء

ریاست رام پور

گرامی شان اقبال نشان زاد عمرکم تسبیح و عماد تاریخ بھیجتا ہوں شاید ہی کہ پسند آئے ۔ اس سے پہلے جو تاریخ تم نے بھیجی تھی وہ دیکھکر بہت

چکا ہوں اس کی رسید اب تک نہیں آئی۔ عظیم آبادی تاروں کے نیچوں کے لیے لکھا تھا ان کا بھی انتظار ہے۔ اس قطعہ تاریخ کی رسید بھی آنا چاہیئے کہ نگرانی رفع ہو۔ مدت سے نور چشم سید ظفر حسن کا حال معلوم نہیں میری طرف سے بعد دعا کے کہو کہ کبھی کبھی خط لکھا کریں اور اپنے مشاغل و حالات سے مسرور کیا کریں مجی بابو محبوب حسن خاں بھی کبھی یاد نہیں کرتے ان سے بھی خصوصیت کے ساتھ شکایت ہے

امیر احمد امیر مینائی

کل ہوا اک گلشن شاداب میں میں گزار
کتنے دیکھے گلستاں کتنے دیکھے لالہ زار

صفحۂ روے پری دکھلا رہی تھی برگ گل
سطر زلف حور آتی تھی نظر ہر شاخسار

تھا جو بلبل بلبل شیراز کا تھا ہمزباں
تھا جو طوطی طوطی ہندوستاں کی یادگار

تھی بڑی حیرت مجھے یارب یہ کسکا ہے چمن
دیکھ کر حیراں مجکو چہچہا اٹھی ہزار

گلفشانی ہے یہ طبع نازک نایاب کی
رنگ لائی ہے یہ تازہ فکر رنگیں کی بہار

چھپ رہا ہے آگرے میں آجکل انکا کلام
فکر سال طبع میں ہیں شاعران روزگار

سن کے یہ مژدہ کہی تاریخ میں نے تب امیر
ہے یہ دیوان شاعر شیوا زباں کی یادگار

گرامی شان اقبال نشان زاد عمرکم و اقبالکم دعا سے ترقیات روز افزوں سعادت نامہ مورخہ ۲۵ ذیقعدہ آیا مضمون تعلق و محبت کے دیکھنے سے بہت ہی مسرور ہوا اللہ تعالی تمہاری عمر و اقبال میں برکت دے اور مقاصد دارین پر فائز کرے تاریخ طبع دیوان نایاب میں نے کہکر بھیجی تھی اب تم کو

پہنچی ہوگی ۔ اس کی رسید کا مجھے انتظار ہے نیچوں کے بارے میں جو تم نے دریافت کیا ہے مجھے قفلی دار چند نیچے مطلوب ہیں اور ایک نیچہ پیچوان کا۔ باقی خیریت اپنے بھائیوں کو میری طرف سے دعا پہنچاؤ

امیر فقیر

۲۱۔ اپریل ۱۸۹۸ء رامپور

عزیز از جان گرامی شان اقبال نشان زاد عمر کم دعا کے بعد مدعا یہ ہے کہ تحریر سعادت خبر مشعر صحت پہنچکر سرور افزاے خاطر فاطر ہوئی خداوند تعالےٰ ہمیشہ ہمدوش صحت وہم آغوش راحت رکھے آہنی نیچوں کا بکس کھلوایا گیا تینوں نیچے باعتبار کپڑے اور حسن بندش کے بہت اچھے ہیں کلابتونی نیچوں کی کچھ حاجت نہیں البتہ ان نیچوں میں کوئی نیچہ صرف نے کا جس میں قفلی نہیں ہوتی اور وہیں بنتے ہیں نہیں ہی چند نیچے ویسے مطلوب تھے ۔

حافظ جلیل حسن صاحب کو جو تذکرہ لکھنا ہے اس میں قید حیات شاعر ہونیں ہے جلوۂ خضر کا پہلا حصہ میرے پاس ہے دوسرا حصہ مطلوب ہے میں بہت ہی مسرور ہونگا اگر آپ اس کا دوسرا حصہ تلاش کر کے مجھے بھیجدیں گے سب عزیزوں کو ما وجب ۔

امیر احمد امیر مینائی

رامپور دفتر امیر اللغات

۲۸۔ ستمبر ۱۸۹۸ء

عزیز از جان اقبال نشان زاد عمر کم واقبالکم دعائے سیر خروبی دارین

وسرسبزی نشانئیں مشتر نامہ سعادت شمامہ نور بہرہ افزائے دیدہ و دل ہوا
بلٹی بھی پہنچی نیچوں کا بکس بھی ریل سے وصول ہوا ابھی کھولا نہیں یقیناً نیچے
اچھے ہی ہوں گے۔ میں آپ کی محبت و عنایت کا شکر گزار ہوں نصیب
اعدا طبیعت کیا ناچاق تھی سجھے نہایت تردد رہیگا جب تک حسب دلخواہ
صحت کی خبر نہ آئے گی۔ محض استدراک حال کے واسطے یہ تحریر
مختصر نیچے دیکھنے سے پیشتر روانہ کرتا ہوں خدا کرے مژدہ صحت میرے
دل افسردہ منزل کو جلد شگفتہ کرے اس کے بعد تحریر مفصل نیچوں سے
متعلق بھیجونگا سب عزیزوں کو حسب مراتب سلام و دعا۔ محب دلنواز
گرامی شان بابو محبوب حسن خاں بیرسٹرایٹ لا کا خط بہت دنوں سے
نہیں آیا ان کو بھی سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون اور دوستانہ
شکایت کوتاہ قلمی پہنچے۔ برخوردار کامگار ابو ظفر حسن خاں کو ادعیہ کثیرہ
کے بعد یہ پیام پہنچے کہ اپنی کیفیت خصوصاً تعلیمی حالت اپنے ہاتھ سے
لکھکر مسرور کریں فقط

فقیر امیر احمد مینائی لکھنوی کیے از اہل دفتر

عزیز از جان من منشی محمد اعجاز حسن صاحب زاد عمرکم و اقبالکم دعائے
سرسبزی نشانئیں و سرخروئی دارین محبت نامہ سعادت شمامہ نور و سرور
افزائے دیدہ و دل ہوا مقاصد حسنہ کا نسخہ میرا مملوک نہ تھا ایک دوست
سے مستعار منگوالیا تھا وہ اب یہاں نہیں ہیں میں نے ان کو خط لکھا ہے کہ عبارت
مطلوبہ کی نقل بھیجدیں اب تک ان کی جواب کا انتظار رہا اس

وقت بنظر رفع نگرانی یہ مختصر تحریر دست رعشہ دار سے لکھکر بھیجتا ہوں جس وقت وہ عبارت آجاے گی فوراً بھیجونگا۔ جلوۂ خضر کے دو حصے اور ہونا اس حصہ دوم سے معلوم ہوا شاید ان کے چھپنے کی نوبت نہ آئی ہو گی اگر آپ کی کوشش سے قلمی دونوں حصے نقل کے واسطے مل سکیں تو بہت ہی جی خوش ہو اور اگر صفیر مرحوم کے جانشین مستعار ندیں تو وہیں نقل لینے کا بندوبست کیا جاے اور ان کے کتب خانے کی فہرست بہم پہنچانے میں بھی سعی کرنا باعث منت ہوگا اعزبجان منشی محمد ریاض حسن خاں کو دعائیں فقط

امیر فقیر مینائی ۱۰ نومبر ۱۸۹۹ء

رامپور ۱۵۔ مارچ ۱۸۹۹ء

اعزبجان سعادت و اقبال نشان زاد عمرکم و اقبالکم سلام مسنون دعائے ترقیات مشحون سعادت نامہ پہنچا اور دس نسخے دیوان نایاب کے آئے باعث سرور موفور ہوئے دیوان کی چھپائی اور خوش اسلوبی دیکھکر بہت جی خوش ہوا خداوند تعالیٰ تمہاری محنت و حسن کارگزاری ٹھکانے لگائے کہ یہہ دیوان محبوب و مرغوب ہو کر قبول عام کا خلعت پائے میری تاریخ جو تمہیں اسقدر پسند آئی اس کی وجہ زیادہ تر یہہ ہے کہ تم کو میرے ساتھ ایک قلبی علاقہ ہے اور میں بھی تمہاری سعادت و لیاقت سے اس قدر خوش ہوں کہ اس کو بیان کر نہیں سکتا ہمیشہ دعاے خیر سے یاد کیا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ تم کو بجمیع مقاصد پر فائز کرے۔ سب بندہ زادے

دیوان پاکر سلام اور شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اپنے بھائیوں کو میری طرف سے بہت بہت دعا کہو فقط

امیر فقیر

ریاست رامپور۔ ۲۶۔ جون سنہ ۹۹ء

گرامی شان سعادت و اقبال نشان زاد عمر کم و اقبالکم دعائے ترقیات روز افزوں۔ نامہ سعادت شمامہ آیا پارسل موصول ہوئی چار نیچے ڈیڑھ نیچے اور ایک فتح پیچ پہنچا میں نے خوش ہو کر آپ کو دعائیں دیں اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے اور اس دلنوازی کا اجر دے دیوان نایاب کے نسخوں میں اس شعر کی تصحیح کر دی گئی باقی خیریت ان سطروں کو پارسل کی رسید اور شکریہ سمجھیئے۔

امیر فقیر

مولوی محمد ریاض حسن خاں صاحب المتخلص بہ خیال در ریختہ و دانش در پارسی رئیس رسولپور ضلع مظفر پور کے نام

رامپور۔

۷۔ نومبر سنہ ۹۳ء

اعزبجان سعادت و اقبال نشان زادت مراتبکم۔ سلام و دعا۔ آپکا محبت نامہ مع کلام اصلاح طلب آیا تھا افسوس کہ میں اپنی معذوریوں

کی وجہ سے جواب بھی نہیں دے سکا جبن بول کا دورہ پڑ جانے سے طبیعت بہت بے کیف ہی معہذا اکثر اعزہ کی بیماری سے نہایت تشویش اور پریشانی ہی آپ کا کلام میں نے بحفاظت رکھوا دیا ہی ذرا طبیعت کو سکون اور اطمینان ہو لے تو اسے نکلوا کر دیکھوں امید کہ آپ اس تاخیر کو بے التفاتی پر محمول نہ کریں اور کبھی کبھی اپنی اور سب کی خیریت سے مسرور کرتے رہیں ۔ عزیزی محمد ابو الحسن خاں کو دعائیں محمد اعجاز حسن خاں کو ما وجب

امیر فقیر

عزیز از جاں اقبال نشان زاد عمر کم دعائے ترقیات دارین تحریر سعادت خمیر نوید سرور افزائے دیدہ دل ہوئی ۔ دوسرا حصہ جلوہ خضر کا بھی پہنچا اس محبت و سعادت کا شکرگزار ہوں حق تعالیٰ تمہاری عمر دراز اور تم کو اقران و اماثل میں ممتاز رکھے ۔ افسوس کہ یہ کتاب بہت ہی بری چھپی ۔ بہر کیف مجھے جو اس کی نسبت فکر تھی وہ تمہاری عنایت سے رفع ہو گئی ۔ صفیر مرحوم کے پاس شاعری سے متعلق کتابیں خصوصاً کلیات و دواوین شعرائے سلف بہت تھے معلوم نہیں ان کے اعقاب میں کوئی ان سے منتفع ہوتا ہی یا نہیں اور مجھ سا مشتاق ان کتابوں میں سے کوئی کتاب مستعار پا سکتا ہی یا نہیں ۔ اگر ممکن ہو تو ان کے کتب خانے کی فہرست منگوا کر ایک نقل اسکی مجھے بھیج دیجیے اور بعد مطالعہ فہرست جن کتابوں کا میں طالب ہوں اپنی ذمہ داری سے ان کو مستعار دلوانے میں کوشش کیجیے ۔ دفتر امیر اللغات میں کمیاب و نایاب دواوین سے شعرائے گزشتہ کی بہت حاجت

رہتی ہی آپ لوگوں کی سعی جمیل بہت باعث شکر گزاری ہوگی ۔ اعزہ جان مولوی محمد اعجاز حسن خاں اور اقبال نشان منشی محمد محبوب حسن خاں اعلیٰ اللہ شانہما کو سلام و دعا بوحدت مضمون فقط

امیر فقیر

۱۶ ۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء

مولوی محمد مہدی حسن خاں صاحب شاداب رئیس رسول پور کے نام

میرے قدر افزا دلنوازی میں یکتا سلامت ۔ سلام نیاز مکرمت نامہ عالی کے جواب میں عریضہ ۱۹ دسمبر ۱۸۹۳ء کو رسول پور بھیجا تھا پہنچا تو ہوگا اگر رسید نہ آنے سے ذرا تردد ہی کئی دن ہوئے ایک نمونہ امیر اللغات کا روانہ خدمت عالی کیا ہی امید ہی کہ غور سے ملاحظہ ہو کر پوری ممبری اس کی قبول فرما کر سند قبول لطف ہو اور عزو شرف دینا سے تم احمد نے صحت پا کر پنجاب کا سفر کیا ہی ایک مہینہ میں واپس آنے کا ارادہ ہی اس سفر کا نتیجہ اگر اس لغت کے حق میں اچھا ہوا تو دوسرا سفر اور کسی طرف کر دیں گے میری رائے نہ تھی کہ ابھی سفر کیا جائے مگر جناب لفٹنٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی کی بھی یہی ہوئی کہ جب تک کوئی لائق آدمی ملک میں کچھ کر اشاعت نہ کرے گا تب تک ملک متوجہ نہ ہوگا اور تشتیع انتخاب ممبران کمیٹی انتظامی و مشیر کی نہ ہوگی ۔ یہ جو اہمادت نہ ہو سکے

ہیں ان میں سے اکثر چھٹ جائیں گے بعض لایق آدمی بڑھ جائیں گے
سفر سے مقصود طلب زر نہیں ہی بلکہ لایق آدمیوں کا انتخاب کرنا ہے روپیہ
تو اس کام کے واسطے بہت درکار ہی جس کو میں اور میرے احباب
نہیں لگا سکتے اس کے ذمہ دار تو لائل صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر ہیں
البتہ مجھکو اہتمام لغت کے واسطے دو تین ہزار روپیہ درکار ہی جس کو میں
اپنی ذات سے صرف کروں خواہ اپنے فراخ حوصلہ احباب سے لوں اور
مصارف سے قطع نظر اس پورے سفر ہی میں بہت مصارف پڑیں گی
اور پڑ رہی ہیں خیر کچھ ہو ہی رہیگا اطفال تسلیم گزارہیں ۔

امیر فقیر عفی عنہ ۲۳ جنوری ۱۸۸۷ء

قدر داں امیر فقیر سلامت ۔ تسلیم و تکریم مکرمت صحیفہ آیا سر فراز فرمایا
بند انتظار سے چھڑایا امیر اللغات کے نمونے کی رسید بھی آئی اس کو
سراسری مطالعہ فرما کر جس قدر داد دی گئی اس سے بہت دل بڑھایا
جب آپ سے بالغ نظر سر آمد اہل ہنر اس کو پسند فرماتے ہیں تو امید
واثق ہی کہ منصف طبع اس کی قدر کریں گے ابھی یہ نمونہ پورا پورا نمونہ
اس لغت کا نہیں ہی اس لیے کہ میں گوناگوں مکروہات میں گھرا رہا وقت
تعمق و استقرا کا باطمینان ہاتھ نہ آیا معہذا تنہا تنہا محمد احمد بھی بیمار تھے
جس وقت علمی کمیٹی لایق ممبروں کی جمع ہو کر جی لگا دے گی اور کام
منقسم ہو جائے گا تو امید ہی کہ امیر اللغات اس سے بمدارج حسن
تالیف اور محاسن تصنیف میں سوا ہو گا ۔ ریویو بھی اخبار میں

کیوں کر ملاحظہ ہوتے سوا آپ کے چند احباب کے کسی کو بھیجا ہی نہیں سر
الفرڈ لائل صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی جن کی فرمایش
سے یہ نمونہ درست کیا ہی وہ ابھی اس کی اشاعت کی اجازت نہیں دیتے
محمد احمد نے ان کی رائے کے موافق سفر عمدہ مقامات ہندوستان کا ارادہ
کیا ہی چنانچہ علیگڈہ میں آنربل سید احمد خاں سے ملکر دہلی سہارنپور انبالہ
پٹیالہ امرتسر لاہور وغیرہ کی سیر کی اور ان مقامات کے لایق یورپین اور
ہندوستانیوں سے ملکر رائیں لیں اور جن کو لایق سمجھے ان سے ممبری
کی درخواست کی اور جن کو اہل اور متوجہ نہ پایا ان سے ہاتھ اٹھایا فہرست
مشیر اور انتظامی کمیٹی کی جو اس میں ہی وہ قابل اعتبار نہیں بہت لوگ کٹ
جائیں گے اور بعض بڑہ جائیں گے کسب زر اس گردش سے مقصود
نہیں اس کی صورت جو کچھہ صاحب فرمایش کو منظور ہوگی وہ کریں گے
مقصود اس سیر و سیاحت سے لایق ممبروں کی تجویز اور ملک کو متوجہ کرنا ہی
البتہ اس سفر میں جو مصارف پڑتے ہیں وہ میری زیرباری کا باعث ہونگی
اور مجھہ پر کئی برس سے ایسے پیچ پڑے ہیں کہ متحمل ایسے مصارف کا ہونا
دشواری سے خالی نہیں دیکھئے کیا انجام ہو تا محمد احمد اب کی مرتبہ جو آئیں گے
تو غالباً آپ ہی کی طرف کا سفر کریں تا کہ آپ سے ملیں ہی اور علاوہ حسرت
زیارت بر لانے کے اس کی پوری حقیقت من اولہ الی آخرہ عرض کر کر
رائے لیں اور بہر عنوان استمداد کریں مگر وہ استمداد ہرگز کسی یگانہ و بیگانہ
سے مقصود نہیں جو بار خاطر ہو امید ہی کہ آپ پورے نمونے کو مطالعہ

فرمائیں اور جس جگہ جو خدشہ ہو وہ لکھدیں میری نظر میں خود جا بجا مخدوش ہی جس کی
اصلاح وقت تالیف لغت کی جائے گی دامن گلچیں سے میں نے مدت ہوئی
کنارہ کیا ایک سال پورا کر دیا تھا تاکہ زر واجب خریدار و نکا اپنے ذمے نرہی
جب پار سال میں لکھنؤ سے رامپور چلنے لگا تو اپنے ایک عزیز شاگرد واحد علی
بسمل کو سپرد کیا کہ وہ اپنے شوق سے بقدر امکان اس کو سنبھالتے ہیں مگر سنبھل
نہیں سکتا اس لیے کہ مجھے یہاں مطلق فرصت نہیں جو خود کچھ کہوں یا
شاگردوں کا کلام بنا سکوں اور محنت کے بغیر کوئی کام ہو نہیں سکتا میرے
سب اطفال بکمال ادب تسلیم گزار ہیں کم فرصتی میں یہ چند سطریں لکھیں اور
تکرمت نامہ عالی محمد احمد کو دیدیا غالباً وہ کچھ لکھیں گے امید ہے کہ سلسلہ
رسل و رسائل جاری رہے اور تغافل نفرمایا جاسے فقط

امیر فقیر عفی عنہ

۱۹ ربیع الآخر ۱۳۱۱ ہجری روز جمعہ

مخدوم مخلص نواز سلامت ۔ تسلیم و تکریم ایک مدت سے آپنے مخلص
نوازی کے خلاف یہ شیوہ تغافل شعاری اختیار کیا ہی کہ جب تک آرزو مندان
اخلاص منش اچھی طرح تڑپ نہ لیں تب تک ان کی طرف التفات
ہوتا ہی نہیں ہر نامہ نیاز کا بصیغۂ رجسٹری روانہ کرنا تکلف سے خالی نہیں
اور بغیر اس کے جواب لطف نہیں ہوتا برائے خدا یہ رنگ اب بدل دیجئے
اور بوضع قدیم مہربانی فرمایا کیجئے کچھ تحائف جرائد و کتب مطلوبہ کے قسم سے
بھیجنے کو آپ نے لکھا تھا اُن کا بھی انتظار رہا میں نے یہاں کی چند

مخصوص اشیا کی نسبت مرضی دریافت کی تھی اس کا جواب بھی قلم انداز
ہوا ہنجوں حقوں چلموں سے میں نے بالکل قطع نظر کی انکا آپ اب ذرا
خیال نفرمائیں جب کاریگر اس قدر مجہل ہیں تو آپ بھی مطلق التفات
نہ کریں یہ میں نے اس واسطے عرض کیا کہ مبادا آپ کو نصیب دشمنان
یہ حجاب خط لکھنے سے روکتا ہو تو اس کو بالکل القت کیجئے اوروں کے
افعال کے ذمہ دار آپ کیونکر ہو سکتے ہیں اور یہ خفیف سا جزئی امر کیوں
باعث حجاب ہو میں کبھی آپ کی کم توجہی پر اس کو حمل نہیں کر سکتا حاشا ثم حاشا
وکالت کی نسبت لکھنو میں آپنے کچھہ مجکو تحریر فرمایا تھا جس کی تفصیل میں
بھول گیا لہذا امیدوار ہوں کہ پھر مفصل ارشاد ہو کہ کتنے زمانہ میں اس
ملک میں ذہین آدمی جو ناواقف انگریزی ہو اور عربی فارسی اردو سے
آگاہ ہو وکالت کی لیاقت حاصل کر سکتا ہے اور کیا کیا مدد اس کو آپ کے
سرکار سے مل سکتی ہے محمد احمد کو اس ریاست میں پچاس روپے ماہواری
تک کی نوکری مل سکتی ہے مگر ترقی معتدبہ کی امید نہیں اور وہ چاہتے ہیں
کہ میں فراخور حوصلہ فلاح حاصل کروں اور میں بھی اس کو خیال حاجات
آتیہ پسند کرتا ہوں اس لیے کہ میرا ہر نفس نفس واپسیں ہے اور اعقاب
کا قافلہ بڑا جائداد کوئی پیدا نہیں ہوئی پھر اس قافلے کی خدمت گزاری
بغیر عہدہ وجہ معاش کے کیونکر ہو سکے گی میں نے تو وقت اچھا پایا دس سے
بڑہی تو بہیں سے اچھی گذر گئی اب صرف ہندوستانی لیاقت کو
کوئی پوچھتا ہی نہیں وہ سلطنت انگلشیہ ہی ریاست کے قیام سے

وہ حاصل نہیں ہوئی اب قصد کیا جاتا ہے تو محمد احمد کا مقتضائے عمر نہیں ۔
باایں ہمہ وہ ارادہ کرتے ہیں کہ میں تین برس متصل کوشش کروں
اس بارے میں ارباب فہم سے رائیں لی جاتی ہیں چونکہ آپ سرتاج
اہل آرائے سلیم اور اس کے مربی اور میرے مہربان و قدردان قدیم
ہیں لہذا آپ سے استفادہ و استمداد و استشارہ واجب ہے شرح و بسط
سے اس کا جواب باصواب کہ اس کو کیا کرنا مناسب ہے جو جلد موصل
الی المقصود ہو مرحمت ہو یہ بھی ضرور ارشاد ہو کہ محمد احمد اگر اس ملک میں
رہ کر قانون وکالت یاد کرنے میں یا اور جس ذریعے سے آپ تجویز فرمائیں
فلاح حاصل کرنے میں برس دو برس تین برس کوشش کریں تو مجھے
کس قدر ماہوار کفالت ان کی آسایش رسمی کے واسطے ضرور ہوگی نسبت
زمان اطمینان کی جو تین برس اس طرف تھا میں ہنوز پریشان ہوں مگر ان
تین برس میں جو پریشانیاں رہیں بحمد اللہ کہ ان کے اعتبار سے میرا حال اب
اچھا ہے اور خداوند تعالی آقائے ولی نعمت کو سلامت اور صحیح رکھے تو امید
ہے کہ تلافی مافات ہو جائے اگر محمد احمد کے لیے وہاں آپ کی اعانت اور
آپ کی ہدایت آپ کی دستگیری آپ کی سفارش آپ کی عنایت
سے کوئی اچھی صورت رونما ہوئی تو عجب نہیں کہ میری زندگی نے اگر جلد
بیوفائی نہ کی تو کبھی میں بھی ادھر آنکلوں اور زیر سایۂ خدام کرام کبھی کسی زمانے
میں چندے راحت اٹھاؤں یہ ایک معماے خیالی ہے جس کا حل کرنا
اس وقت مناسب نہیں چونکہ آپ سے کمال خصوصیت معنوی حاصل ہے

لہذا سب کچھ لکھہ جاتا ہوں جواب جلد لطف ہو

امیر فقیر عفی عنہ

چہ می پرسی ز احوال دل غمدیدہ ام چون شد
دلم شد خون و خون شد آب آب از دیدہ بیرون شد

قدردانا دلنوازا! زاد حشمتکم. سلام سنۃ الاسلام مدت دراز کے بعد محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا اچھا التزام آپ نے دیا سبحان اللہ رحلت نواب خلد آشیاں کے بعد کئی خط میں نے روانہ کئے اور لخت جگر محمد احمد کا بیان ہے کہ تین خط میں نے بھیجے ایک جسٹرڈ اور دو بیڈ مگر کسی کا جواب نہ پایا مجموع پانچ خط ہوئے اور آپ کا ایک عنایت نامہ آج پہنچا ایک پیشتر آیا تھا اس کا جواب جا چکا اس کا جواب یہ ہے میرا حال آپ نے پوچھا اس کا شکر گزار ہوں مگر کہا ہوا دل زیادہ کہا بالاجمال تو عنوان کے شعر میں حال موجود ہے تفصیل یہ ہے کہ آقا اور محسن شفیق اور عزیز دوست اور قدر افزا شاگرد وہنر شناس دنیا سے اٹھ گیا ایک تو اس کی مفارقت دائمی کا غم اس پر طرہ افکار و تشاویش کی زیادتی اس سے قیاس کر لیجئے میرے ساتھ خاص جو اُن کا برتاؤ تھا وہ سوا میرے اور ان کے کسی کو معلوم نہ تھا ماہ بماہ ماہوار تو تنخواہ وہ مجکو دیا کرتے تھے اور ہر سال ختم بہال پہ چار پانچ ہزار روپیا دیدیتے تھے اور اس طرح دیتے تھے کہ وہ جانتے تھے اور میں اور خدا بس اور کسی کو خبر ہوتی تھی یوں پانچ چھہ سو روپیہ ماہوار مجھے ملتے تھے جس میں میں بسر کرتا تھا اگر کسی وجہ سے

کچھ مقروض ہو جاتا تھا تو میری ناواقفی میں دائن کو ادا کر کے دستاویز پھیر لیتے تھے پھر مجھے علم آتا تھا جلوت کی ملاقات میں تو معلوم ہوتا تھا کہ ہم نوکر اور یہ آقا ہیں مگر خلوت میں وہ برتاؤ تھا کہ جیسے بے تکلف سچے احباب میں ہوتا ہے خصوصیات روزافزوں تھے اب ان امور کا پتا کہاں رام پور اور مڈل پاس مدار المہام بہادر ایک بڑے جفاکش اور مدبر و منتظم آدمی ہیں اصول انتظامی کو انگریزی رنگ پر لاتے جاتے ہیں بے خدمت بنظر استحقاق یا خصوصیت و پرورش کسی کو رکھنا یا تنخواہ دینا اصول انتظامی انگلشیہ کے مخالف ہے میری تنخواہیں بھی بلا سبب ماہوار کی کمی ہو گئی سرکار گردوں وقار نے اختیارات سپید و سیاہ مدار المہام بہادر کو دے رکھے ہیں ایشیائی باغ جو انہوں نے دنیا بھر سے گل بوٹے چنکر لگایا تھا خزاں کے ہاتھوں اجڑ رہا ہے میں بھی اس باغ کا ایک کملایا ہوا شجر ہوں جس کے بہت سے پھول اور بہت سی شاخیں ہیں پھیلی ہوئی تھیں اب جب اصل شجر میں نقصان ہے تو پھول پنکھڑی کی طراوت معلوم مڈل پاس آ آ کر ملازم ہو رہے ہیں اور انتظامی گروہ میں جگہ پا رہے ہیں حکیم عبد العلی صاحب ملازم کے ملازم ہوئے تھے اور مارکی ترقی کر کے سات تک انہوں نے جگہ پائی تھی اب یہاں کا رنگ دیکھکر وہ ہجرت کر گئے طبیب خاندانی ہیں آدمی معقول ہیں زیادہ حذاقت کا مجھے تجربہ نہیں ہوا میں نے سنا ہے کہ مایا ماحصہ ماہوار کے قریب وہ آزادی سے اپنے وطن لکھنؤ میں پیدا کر لیتے ہیں۔ دیکھا چاہئے کہیں اور جائیں یا نہ

جائیں۔ آدمی متین اور مستقل مزاج اور متمول ہیں مضطرب الحال نہیں نواب
مرزا خاں صاحب داغ سے کارخانہ اصطبل سپہلے نکل گیا تھا فراشخانہ کی
موجودات وہ خود سمجھا کر مستعفی ہوئے مستعفانا منظور اور رخصت دوماہ کی منظور
ہوگئی۔ وزہوے کہ وہ بھی چلے گئے احتمال آنے کا ضعیف ہے ہیں بھی
نہایت ہی دل برداشتہ ہوں معمولی وقت پر حسب حکم سرکار تسلیم گاہ میں
جاکر تسلیم بجالاتا ہوں دگر ہیچ . . . . اگرچہ میں
نہایت ہی شکستہ خاطر و افسردہ دل ہوں مگر آپ اپنے بھائی کا دیوان
ضرور بھیجئے بسر و چشم لونگا۔ والسلام خیر ختام ۷ شوال ۱۳۰۵ھ
۱۹۔ جولائی ۱۸۸۸ء رامپور متصل مراد آباد

قطعات تاریخ

از جناب سید زاہد حسین صاحب زاہد موسوی الکاظمی (صاحب دیوان)

۱۳۲۸ھ

اے زہے نثر دلفروز امیر — جو ہے مانند نظم پر تاثیر
جب کوئی واقعہ کیا تحریر — صاف لفظوں میں کھینچدی تصویر
فوج مضمون کے ساتھ ساتھ رہی — لفظ و معنی کی بیشمار رہی تیر
نقش پائے امیر پر وہ چلے — جو پرانی لکیر کے تھے فقیر
رنگ تحریر خوشتر از تقریر — طرز تقریر بہتر از تحریر
نقطۂ نون خط ہر اک نقطہ — اور خط جوہری ہر اک لکیر
نثر اور نظم دونوں یکتا ہیں — دونوں ہموزن طرز غالب و میر
مایۂ ناز لکھنو کے لیے ہوئے — باعث فخر مصحفی و اسیر
ایک منبر پڑی ہوئی نکلی — میر سے بھی امیر کی توقیر
خان ذی شان جناب ثاقب نے — جو کہ ہیں قندپارسی کے مدیر
جمع یکجا کئے ہیں چند خطوط — پاس جو کچھ نظیر اور قطمیر
ہے وہ ہر خط میں نور کی تحریر — جس سے روشن ہو عقل اور ضمیر
بہر تعلیم اور سبق آموز — بہر ہر طفلک و جوان و پیر
سال ترتیب یہ خرد نے کہا — ہیں خرد نامہ نامہ ہائے امیر

۱۳۲۸ھ

ولہ

کچھ تو استاد کے خط جمع ہوئے — شکر صد شکر خدائے قیوم
عود ہندی کی طرح ہند میں ہے — اب اس اردوئے معلیٰ کی بھی دھوم
سال ترتیب یہ لکھو ز آہ — واہ رقعات امیر مرحوم
۱۳۲۸ھ

از جناب مولوی رضا علی صاحب وحشت صاحب دیوان کلکتہ

یادگار از امیر مینائی — آں سخن پرور ستودہ صفات
بود ایں دفتر مکاتیبش — کہ ز شاں قلب دوبارہ یافت حیات
فکر تاریخ داشتم وحشت — گفت ہاتف بلیغ مکتوبات
۱۹۱۱ء

از حضرت خواجہ عزیز الدین صاحب عزیز لکھنوی مصنف تکیات نظم و نثر

فارسی:

امیر احمد امیر آں میر مینو جائے مینائی — کہ با حوراں بود صبح و مسا در بادہ پیمائی
سخن دیر مغان و بود او پیر مغاں گویا — کہ طبعش کرد مینائی بدم اشعار صہبائی
سخن دانی سخن گوئے کہ اندر عرصۂ دہر — ربودہ گوئے از خیل سخن گویاں بگویائی
فراہم کرد مکتوبات او را احسن اللہ خاں — بکار احسن احسنت آفریں بر کار فرمائی
ز قند پارسی بود آنکہ چندی در شکر ریزی — ز قند ہندی اکنوں کرد چوں طوطی شکر خائی
ز نیرنگ مضامینے کہ دید از نظم و نثر او — طلسمے دلکشائی بست با صد زیب و زیبائی
عزیز از رہ ایمائے لطف مولف گفت تاریخش — بچشم لعل مینائی سپہرے ہست مینائی
۱۳۲۸ ہجری

ریویوز

نوشتہ شمس العلما حضرت مولانا شبلی نعمانی

اردو شاعری کے اخیر تاجدار دو شخص تسلیم کئے گئے ہیں، امیر و داغ
امیر یعنی منشی امیر احمد صاحب مرحوم شاعری کے علاوہ بہت سے کمالات
کے جامع تھے یعنی اگر وہ شاعر نہوتے تب بھی ایک نامور شخص ہوتے"
اس بنا پر اور نیز ان کے کمال شاعری کے لحاظ سے ضرور ہے کہ ان کی
مفصل اور جامع سوانح عمری لکھی جائے۔ افسوس ہے کہ اب تک کسی نے
اس ضروری کام کی طرف توجہ نہیں کی یہ افسوس اس لحاظ سے اور زیادہ
بڑھ جاتا ہے کہ منشی صاحب موصوف کا سلسلہ تلامذہ نہایت وسیع ہے
جس میں متعدد ایسے حضرات موجود ہیں کہ جو اس فرض کو خوبی کے ساتھ
انجام دے سکتے ہیں۔

ہم اپنے معزز دوست مولوی محمد احسن اللہ خانصاحب ثاقب کے
ممنون ہیں کہ انھوں نے گو سوانح عمری لکھنے کی تکلیف نہیں اٹھائی
لیکن اس کے لیے ایک ضروری مصالحہ مہیا کر دیا۔

سوانح کا بڑا ضروری اور دلچسپ حصہ اس شخص کے روزمرہ
کے حالات و مقالات و خیالات ہوتے ہیں، انسان کے خیالات
اور انداز طبیعت کا پتا زیادہ تر اس کی خط کتابت اور مراسلت سے

لکھتا ہے مولوی صاحب موصوف نے جناب منشی صاحب کے خطوط جا بجا
سے بہم پہنچا کر ایک خاص طریقے سے مرتب کئے ہیں جن سے اگر کوئی
چاہے تو سوانح عمری کا بہت کچھ سامان حاصل کر سکتا ہے

کسی مصنف کے سوانح کا دوسرا ضروری حصہ اس کے کلام
کی تقریظ و تنقید ہے۔

مولوی صاحب موصوف نے ان خطوط کے دیباچے میں مختصر
حالات کے ساتھ کلام پر ناقدانہ ریویو کیا ہے اور اس فرض کو ایسے بے
لاگ طریقے سے ادا کیا ہے کہ استادی کے حقوق بھی نظر انداز کر دیئے ہیں
میری رائے جناب منشی صاحب مرحوم کے کلام کے متعلق ممکن ہے
کہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو لیکن میں اگر انکا شاگرد ہوتا تو ایسی بے لاگ
بیباکانہ تنقید نہ کر سکتا

منشی صاحب مرحوم کی لپیٹ میں مرزا داغ بھی آ گئے ہیں اور جب
ہمارے دوست کو استادی کا حق اظہار حق سے مانع نہ ہوا تو داغ کا کیا
پاس کرتے اس بنا پر داغ کی کمزوریاں اور غلطیاں دکھلائی ہیں اور
ان میں اس بات سے مدد لی ہے کہ داغ کا [illegible]

بلکہ ان [illegible]
[illegible] بات ہے کہ [illegible]
[illegible]

[illegible] جانتا ہے کہ [illegible]

سکے مقابلے میں جاہل تھا تاہم انوری کو اُس کی عبودیت کا اقرار ہے اور نظامی کہتے ہیں سہ کہ آراست زلف سخن چوں عروس ۔ جامی علم وفضل میں نظامی سے بڑھکر ہیں۔ غرض شاعری کا تعلق جذبات سے ہے معلومات سے نہیں۔

بہر حال جو خدمت ہمارے دوست نے اردو علم ادب کی کی ہے اہل زبان اس کے ہمیشہ مشکور ہوں گے اور اگر میں اہل زبان ہوتا تو یقیناً میں بھی مشکور ہوتا سہ احب الشاعرین ولست منہم۔

شبلی

۱۹- جنوری ۱۹۱۱ء

نگاشتۂ خان بہادر جناب سید علی محمد صاحب شاد رئیس پٹنہ عظیم آباد

بسم اللہ خیر الاسما دکتوبات امیر کا مسودہ میرے واجب التعظیم بہت بڑے قابل وباکمال دوست جناب مولوی محمد احسن اللہ خانصاحب ثاقب نے مجھے دیکھنے اور اس پر رائے دینے کے لیے مرحمت فرمایا۔ جس کا شکریہ میں تہ دل سے ادا کرتا ہوں

جن بزرگوں کی نظر سے رسالہ ہائے قند پارسی گذرتے رہے ہیں

وہ حضرت ثاقب کی اعلیٰ درجہ کی قابلیت اور زورِ قلم کے ضرور قائل ہو نگے۔ میں نے اس مسودہ کو پڑھا اور ان کی محنت و قدرشناسی و قابلیت و آزادہ روشی پر بے اختیار عش عش کیا۔

ابتدا میں انہوں نے میرے باکمال و واجب الاحترام دوست منشی امیر احمد صاحب مرحوم کے جو حالات قلم بند فرمائے ہیں افسوس ہے کہ وہ بہت کم اور ناکافی ہیں لیکن تاہم بہت کچھ غنیمت ہیں ان کے مکتوبات سے ان کے خصائل حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ اور معلومات فن پر روشنی پڑتی ہے۔

امید ہے کہ یہ مکاتیب رہروان جادۂ سخن کے لیے چراغ ہدایت ہوں گے۔

حضرت ثاقب نے بیشک منشی صاحب کے کلام پر بھی آزادانہ ریویو فرمایا ہے اور پھر جناب داغ کے کلام سے موازنہ کر کے جابجا فرق دکھایا ہے اس آزادانہ روش کی میں حضرت ثاقب کو مبارکباد دیتا ہوں مگر دلی زبان سے اتنا عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت امیر کا پہلا دیوان جس قدر ان کی پختہ کلامی و استادی و باکمالی پر روشنی ڈالتا ہے اس قدر چہار دوش کا دیوان روشنی نہیں ڈالتا۔

بہر کیف موازنے کو میں ہر طرح پسند کرتا ہوں اور اس کو دیکھ کر ایک گونہ تسکین ہوتی ہے کہ اب نقادانِ سخن الفاظ و معانی اور جدت مضمون و واقعیت بیان و اصل شاعری کو بھی دیکھنے لگے ہیں جو سے بہت

ملاحظہ فرمانے لگے ہیں ۔

میں بر سبب پیرانہ سالی و مشغولی بعض تصانیف نہایت عدیم الفرصت ہتوں اس لیے اس سے زیادہ اس بیان میں طوالت نہیں دے سکتا۔

آخر میں پھر عرض کرتا ہوں کہ مکتوبات امیر ہر طرح پسندیدہ اور مہذب سخن سنجوں کیلئے ایک گلدستہ روح افزا ہے۔

خداوند عالم اس کے باکمال مولف کی عمر و جمعیت خاطر میں ترقی عطا کرے آمین ۔ وقد کتبہ بیمناہ ۔

علی محمد شاد

از پٹنہ

رقمزدہ جناب مولوی سید علی حیدر صاحب نظم طباطبائی لکھنوی پروفیسر نظام کالج حیدرآباد دکن

مکتوبات امیر مینائی مرحوم کو جمع کر کے حضرت ثاقب نے زبان اردو کی بڑی خدمت کی ہے جزاہ اللہ خیر الجزاء

ان مکتوبات کا مقدمہ بھی نہایت دلچسپ لکھا ہے کہ میں نے جب تک سب پڑھ نہ لیا ہاتھ سے نہ رکھا ۔

داغ و امیر کے موازنے میں استدلال و توجیہات کی جا بجا ضرورت

سی آپ نے ترک کیا ہی۔
یہ فقرہ بھی میرے تکدر خاطر کا موجب ہوا کہ "امیر کا تلمذ اور اہل لکھنؤ کی صحبت مانع ترقی و کامیابی ہوئی" اگر دلی میں پیدا ہوتے اور اساتذہ دہلی کا کلام سامنے رہتا تو وہ استاد ارجمند ہوتے۔
اور یہ قول بھی صحیح نہیں کہ "اب شاعری مر چکی" ابھی شعر کے کتنے ہی میدان ہیں کہ اردو گویوں نے ادھر قدم نہیں اٹھایا ہی جو شخص فارسی میں وسعت نظر رکھتا ہو اُس کے قلم سے اس فقرے کا نکلنا تعجب ہی

نیازمند

علی حیدر طباطبائی

از جناب منشی امیر احمد صاحب علوی بی اے نبیرہ حضرت محسن کاکوروی طاب ثراہ

دانایان فرنگ کا قول ہی کہ شاعری بنی نوع انسان کا ایک فطرتی جذبہ ہی اور اس کا تعلق تہذیب و تمدن سے اسقدر مضبوط ہی کہ جس قوم میں کوئی روشن خیال اور باریک بیں شاعر نہو وہ متمدن نہیں کہی جاسکتی اور جس گروہ نے ایک شاعر بھی ایسا بلند مرتبہ پیدا کیا ہو جس کی بلند نظری کے سامنے سخن فہموں کو سر تسلیم خم کرنا پڑے اس کی نسبت سمجھنا چاہیئے

کہ وہ ضرور تہذیب کی ایک اعلیٰ منزل تک پہنچ چکی ہے۔

یہ بھی فطرت کا ایک قانون ہے کہ اس عالم ایجاد میں جب تک فنا عالم اجرام و اجسام سے نجات نہ دے ہر ایک ذی روح کو طفلی، شباب اور پیری کی ناہموار منزلیں طے کرنا ہوتی ہیں اور ایک مستقل حالت پر قیام نصیب نہیں ہوتا۔

قوم افراد انسانی کے اجتماع کا نام ہے، اور اس لیے یہ بھی فطرت کے اس سخت قانون کی مجبوراً پابند ہے، اور اس تبدیل حالت کو زمانہ حال میں عروج و ترقی تنزل و فنا کے ناموں سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔

ہر ایک قوم کی ترقی و تنزل کی سچی حالت اس کے اخلاق و عادات حرکات و سکنات سے معلوم ہوتی ہے اور اس فرق مراتب کو اظہار جذبات کے معمولی ذرائع یعنی شاعری، مصوری، نقاشی اور موسیقی آئینہ کی طرح روشن کر دیتے ہیں۔

چونکہ شاعری تمدن انسانی سے خاص طور پر وابستہ اور اظہار جذبات کا سب سے زیادہ سہل الحصول ذریعہ ہے اس لیے قوم کی اخلاقی حالت جس قدر صحیح طور پر اس کے سرمایہ انشاپردازی کے معائنے اور مطالعے سے ظاہر ہوتی ہے اتنی کسی اور ذریعے سے واضح نہیں ہو سکتی

افسوس ہے کہ اُردو شاعری نے ایسے تباہی کے وقت نشو و نما پایا

ف اردو کسی خاص قوم یا ملک کی زبان نہیں ہے بلکہ مختلف ممالک کے مختلف المذاہب

کہ قوم کی اخلاقی حالت بالکل بگڑ چکی تھی ترقی اور عروج کی منزلیں تمام ہو چکی تھیں اور تنزل و فنا کے آثار در و دیوار سے ہویدا ہو چکے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ نظم اردو کا کوئی دور ایسا صاف اور بیداغ نہیں گزرا جس میں آسمان سخن کے سب روشن ستارے خیالات کی پاکیزگی سے منور ہوتے اور فحش اور گندہ مضامین کے غبار سے اردو شاعری کا دامن پاک ہوتا۔

دیکھو جس وقت میر تقی اور میر درد سوز و گداز حقیقت و معرفت کی ترانہ سنجی میں مشغول تھے اسی وقت سودا ضاحک کی ہزلیات کی دہوم تھی۔ جس وقت مرزا مظہر جان جاں نظم اردو میں تصوف کی چاشنی دینا چاہتے تھے اسی وقت سید انشا اور رنگین ریختی کا بنیادی پتھر رکھ رہے تھے اور شیخ قلندر بخش جرأت عاشقی کو آوارگی کا مرادف بنانے میں سرگرم تھے۔

جس وقت ایک پاکباز عاشق کہتا تھا کہ ؎

چشم نامحرم کو برق حسن کر دیتی تھی بند ؛ دامن عصمت ترا آلودگی سے پاک تھا

اسی وقت بعض معشوقوں کو اس نصیحت کی ضرورت بھی پیش آتی تھی کہ ؎

لوگ بدوضع کہیں گے تم کو ؛ میلے ٹھیلے کبھی جایا نہ کرو

باشندوں کے باہم ملنے سے ایک نئی زبان پیدا ہو گئی ہے لہذا اس زبان کی شاعری بھی کسی خاص قوم کی طفولیت شباب اور پیری کے کبھی تابع نہ رہی بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جب اردو زبان کی ایجاد کرنے والی قوم کا عالم پیری تھا اسوقت شاعری گھٹنوں کے بل چلنا سیکھ رہی تھی ۱۲

قوام کی اخلاقی حالت پستی کے انتہائی درجے تک پہنچ چکی تھی، نیکی و بدی میں تمیز کرنے کی قابلیت باقی نہ رہی تھی، مذاق بگڑ گیا تھا اور اردو زبان کے بولنے والے بحیثیت ایک قوم کے فنا ہو چکے تھے لہذا شاعری کو مقبولیت عام حاصل کرنے کے لیے وہی جامۂ عریانی اختیار کرنا پڑتا تھا جو اہل مجلس کی شرمناک وضع تھی۔

یہ تھی ابتدا ہماری سرمایۂ ناز اردو شاعری کی سہ

سنبھالا ہوش تو مرنے لگے حسینوں پر ہمیں تو موت ہی آئی شباب کے بدلے

نظم اردو نے اگرچہ چند شاعر ایسے پیدا کیے جن کا کلام فحش و بدمذاقی سے پاک رہا تو یہ ان شعرا کی ذاتی پاکیزگی اور نکوکرداری کا نتیجہ تھا، نہ کہ سوسائٹی کا اثر

سنجیدہ سوسائٹی اگرچہ جرکین و یار علی کے کلیات کو نظر انداز کرتی تھی لیکن میر سوز و جرات، رند و صبا، میر حسن و شوق کو سر آنکھوں پر جگہ دی جاتی تھی، اور اس قدر افزائی کا ثمرہ تھا کہ اردو زبان کے بہترین شاعر غالب کو وہ عام مقبولیت کبھی حاصل نہ ہو سکی جو آج کے "روشن خیال" زمانے میں بھی داغ کو حاصل ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ آوارگی اور تماش بینی کے ناپاک مضامین اس قدر مقبول عوام تھے کہ ثقہ بزرگوں کو اپنی پاک روش اور صالح وضع ترک کرکے اس پستی کی طرف رجوع کرنا پڑا تھا جس کا شاہد عادل امیر مینائی کا ابتدائی اور انتہائی کلام ہے۔

امیر مینائی نے تمام عمر مولویانہ زندگی بسر کی اور آخر وقت میں تو

ان کے زہد و اتقا کی شہرت ان کے مرتبۂ شاعری سے کسی طرح کم نہتی یہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ فطرتی جذبات کو دبا کر انہوں نے وثاقت و متانت کو ترک کیا اور پسند عام کی خاطر سے اپنے کلام میں آوارگی کی چاشنی بڑہائی اور اُس میں ایک حد تک کامیابی حاصل کی ۔

ایسے بزرگ کے سوانح عمری اور ملفوظات پر جس قدر روشنی پڑ سکے وہ فلسفۂ اخلاق کے طلبا کے لیئے ایک ضروری اور مفید سبق ہے اور ہمارے موجودہ طرز معاشرت میں اصلاح کے حامیوں کے لیئے ایک نہایت کارآمد داستان ۔

درستی اخلاق کے حمایت کرنے والوں پر حضرت ثاقب کا یہ ایک احسان عظیم ہے کہ انہوں نے اپنے اُستاد کے مکتوبات کا مجموعہ مرتب کر کے ایک مفصل دیباچے کے ساتھ شائع کیا ہے جس میں امیر مینائی کی پرائویٹ زندگی کے نہایت دلچسپ حالات بکمال تحقیق و تفتیش جمع کیئے ہیں جن پر غور کرنے سے دریافت ہو سکتا ہے کہ وہ کیا تغیرات و حادثات تھے جنہوں نے اس مشہور دیار استاد کو تبدیل وضع پر مجبور کیا ۔

مکتوبات کے فراہم کرنے میں جو سخت دقت حضرت مولف کو پیش آئی ہوگی اس کا صحیح اندازہ صرف اس شخص کو ہو سکتا ہے کہ جسے یہ مہم سر کرنا آیا ہو لیکن اس کا دیباچہ جس قابلیت اور انصاف پسندی سے لکھا گیا وہ ہر دشمن و دوست کی تعریف کا مستحق ہے ۔

عرصہ ہوا کہ امیر و داغ جو ہمارے زمانے کے بادشاہ سخن تھے اُس

عبرتناک محل سرا میں گوشہ نشین ہو چکے ہیں جہاں شاہ و گدا کی کوئی تمیز نہیں، مگر ان کے شاگرد اور معتقد آج تک ایک دوسرے کے قدرشناس نہ بن سکے اور اپنا بیشتر وقت اس فضول خانہ جنگی میں ضائع کر رہے ہیں کہ ان میں سے کون افضل تھا، اور کس کا کلام سقم و نقص سے پاک تھا۔

آنسو بہانے کی بات ہے کہ دہلی اور لکھنو کے حسرتناک کھنڈروں میں جو دو چار سخن فہم باقی رہ گئے ہیں وہ بجائے اس کے کہ ایک دوسرے کے جوہر شناس ہوں ہمیشہ حریف مقابل کی تحقیر کی فکر میں سرگرم رہتے ہیں، اور اس راستی مصلحت آمیز سے ان کو تسلی نہیں ہوتی کہ امیر و داغ دونوں اس آخری دور میں آسمان سخن کے آفتاب و ماہتاب تھے، اور دنیا کو دونوں کی ضرورت تھی کسی کی دن کو اور کسی کی رات کو۔

حضرت ثاقب نے جو محققانہ رائے ان دونوں ممتاز شاعروں کے متعلق ظاہر فرمائی ہے اور جس صلاحیت سے اس خار دار مسئلہ پر محاکمہ لکھا ہے وہ بالکل انصاف اور راستی پر مبنی ہے، اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ وہ اس مہلک غلطی سے پاک رہی جس میں ہمارے ملک کے اکثر انشا پرداز مبتلا ہو جاتے ہیں یعنی اپنے ہیرو کی مدح سرائی میں غلو کو مذہب سعادت مندی کا ایک رکن عظیم فرض کر لیتے ہیں۔

حضرت ثاقب کے دیباچے کا بہترین حصہ میری نظر میں وہ ہے جہاں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت کی طبیعت میں جدت کم ہے، اور کلام میں سوز و گداز بھی۔ البتہ شکوہ الفاظ، متانت بیان اور شاعرانہ لطافت ان کے

اشعار میں ایسی ہیں کہ جو داغ کے کلام میں نہیں پائی جاتی وہ اصناف سخن پر قادر اور استاد ماہر ہیں قصائد باشوکت و فر کہتے ہیں اور سخنور باسرمایہ صاحب علم و فضل ہیں داغ ان اوصاف سے معرا ہیں۔ آخر عمر میں استاد نے داغ کے رنگ کلام اور قبول عام کو دیکھکر زبان کی صفائی اور تاثیر کے پیدا کرنے میں کوشش کی اور اس میں وہ ایک حد تک کامیاب ہوئے، تاہم صنم خانہ عشق کی جلوہ آرائی گلزار داغ کی شادابی کو نہیں پہنچی۔ واقعی بات یہ ہے کہ امیر کی استادی میں کوئی کلام نہیں کر سکتا لیکن امیر کا تلمذ اساتذہ لکھنؤ کی ہم بزمی اہل لکھنؤ کے کلام کا پیش نظر رہنا پھر لکھنؤ کی صحبت کا اثر یہ سب امور مانع ترقی و کامیابی ہوئے۔ اگر وہ دلی میں پیدا ہوتے دلی کے ارباب کمال کی ہم نشینی میسر آتی اساتذہ دہلی کا کلام سامنے رہتا اور شاہجہاں کی سوسائٹی سے مستفید ہوتے تو وہ سخنور بے مانند اور استاد ارجمند ہوتے .... یہ سب ہی مگر کوئی شک نہیں کہ لکھنؤ کی شاعری بعد آتش و ناسخ کے جناب مرحوم سے اور دلی کی شاعری ذوق و غالب کے بعد مرزا داغ سے زندہ تھی۔ اب شاعری مر چکی اور ماتم باقی ہے۔

کیا یہ الفاظ کسی فریق کو ناگوار ہو سکتے ہیں؟ کیا یہ تنقید لفظ بہ لفظ صحیح نہیں ہے؟

حضرت ثاقب کو مبارکباد دینا چاہیئے کہ انہوں نے اس مہم کو نہایت خوبی سے سر کیا اور اپنے استاد کی تعریف ایسے مناسب الفاظ میں

تحریر فرمائی کہ ان کے کسی مخالف کو حرف گیری کا موقع نہیں ہے
میں حضرت ثاقب کی اس مفید تالیف کی تعریف کرتا اور ان کی انصاف پسندی کی داد دیتا ہوں مگر یہ میرے لیے انصاف سے بعید ہے اگر میں اس تقریظ نگاری میں جادۂ اعتدال سے گزر جاؤں اور یہ نہ کہوں کہ یہ مفید تالیف فروگذاشتوں سے خالی نہیں۔

امیر و داغ کے موازنہ اشعار میں تقریباً بیس صفحوں کا خون کر دینا اُس سے بہت زیادہ ہے جتنا کہ کتاب دیکھنے والا بخوشی گوارا کر سکتا، اور نیز یہ کہ مضطر خیر آبادی اور مولف تذکرۂ خمخانۂ جاوید کے متعلق جو الفاظ حضرت ثاقب کے قلم سے نکلے ہیں وہ اگر اس بیش بہا تالیف میں نظر نہ آتے تو بہتر تھا۔
بہرحال یہ مجموعہ مکتوبات ہمارے عہد کی ایک قابل یادگار تالیف ہے، اور جس خوبی سے اس کی ترتیب کی گئی، اور جس عمدگی سے ایک شہنشاہ سخن کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات (جو در اصل بہت زیادہ دلچسپ ہوتے ہیں) موتیوں کی طرح اس میں جڑے گئے ہیں وہ اس کا علمی پایہ اردوے معلاء غالب کی سرحد تک پہنچاتے ہیں، اور ہم کو نہایت خلوص سے کہنا پڑتا ہے کہ ؎

این نامہ کہ خامہ کرد بنیاد	توقیع قبول روزیش باد

امیر احمد علوی، بی، اے

از جناب محمد شعیب صاحب قریشی بی اے

مخدومی جناب مولوی محمد احسن اللہ خاں صاحب ثاقب نے مجموعہ مکاتیب امیر کو تالیف کرکے اردو علم ادب پر بڑا احسان کیا ہے جن اصحاب دانش نے رسائل تند پارسی ملاحظہ فرمائے ہیں وہ حضرت مولف کے کمال انشا پردازی اور مبلغ علم سے بخوبی واقف ہیں اس مجموعے کی ابتدا میں حضرت امیر مینائی کی مختصر لائف نہایت دلکش پیرایہ میں جناب ثاقب نے تحریر فرمائی ہے بعدہ ان کے کلام پر ناقدانہ ریویو کیا ہے اور امیر و داغ کا موازنہ بھی بہت بے لاگ لکھا ہے اور ایسی خوش اسلوبی سے اس مبحث پر گفتگو کی ہے کہ اب کسی مخالف کو نکتہ چینی کا کوئی موقع نہیں مل سکتا۔

مرزا داغ کی نسبت جو حضرت مولف نے کم علم ہونا لکھا ہے وہ صحیح ہے داغ کی خوش گوئی میں کلام نہیں لیکن یہ ضرور نہیں کہ ہر جاہل شخص شاعری میں بلند مرتبہ ہو اہل عرب میں شعرائے جاہلیت کا جو کلام مقبول ہے وہ اس کی سادگی اور محاورات اور زباں دانی کے وجہ سے مستند مانا گیا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ متنبی کے اشعار میں جو نزاکت خیال تشبیہات بلیغ اور استعارات لطیف ہیں وہ شعرائے قبل اسلام کے کلام میں نہیں ہیں۔

اگرچہ نیچر کی فیض رسانی عامی اور عالم دونوں قسم کے شعرا کے لئے عام ہے مگر مضمون آفرینی اور دقت نظر اور لطافت شعری اہل فضل ہی کے لیے مخصوص ہیں۔ پھر اردو شاعر کے واسطے اگر وہ دولت علم سے

بھرہ ور نہیں ہے تو ایک زبان ہی کی غلطیوں سے اس کا کلام کسی طرح محفوظ نہیں رہ سکتا' چنانچہ پنجاب کے شعرا زبان صحیح نہیں لکھ سکتے' اور محاسن فن کا تو حاصل ہونا بہت دشوار ہے' مولف تذکرہ 'خمخانہ جاوید' اور مضطر خیرآبادی کے مذاق اور شاعری کے متعلق حضرت ثاقب نے جو کچھ لکھا ہے وہ بہت کم ہے ورنہ یہ دونوں صاحب اس سے بہت زیادہ تعریف کے مستحق تھے افسوس ہے کہ ہمارے باکمال مخدوم کی غیر معمولی تہذیب اور متانت نے ان کو اس باب میں کچھ اور لکھنے کی اجازت نہیں دی۔

کچھ شک نہیں کہ یہ مجموعۂ خطوط اور اس کا دلچسپ مقدمہ ہمارے عہد کی نہایت مفید اور عمدہ یادگار' اور اہل ادب اردو کے لیے بہترین سرمایہ انشاپردازی کا ہے۔

محمد شعیب بی اے

(محمڈن کالج علی گڑھ)

از جناب ابوالمعانی مولوی محمد عبدالقوی صاحب فانی بی اے لکھنوی' خلف الرشید مولانا المرحوم حضرت آسی مدراسی

مخدومی جناب مولوی محمد احسن اللہ خانصاحب ثاقب نے مجموعہ مکتوبات

امیر کو شائع کرکے اردو لٹریچر میں ایک مفید کتاب کا اضافہ فرمایا ہے
اس کتاب کا مقدمہ بھی نہایت محققانہ او منصفانہ تحریر کیا ہے جس طرح جناب امیر مرحوم کے فضل و کمال اور استادی میں شک نہیں ہے اسی طرح مرزا داغ کی رنگین نوائی میں کلام کرنے کی گنجایش نہیں ہے اور حضرت ثاقب کا مضمون اس موضوع پر قابل مدح و ثنا ہے

باقی اور امور میں مجھے اپنے دوست مسٹر محمد شیب صاحب بی اے سے حرفاً حرفاً اتفاق ہے اور انہوں نے جو ریویو مکتوبات امیر پر تحریر کیا ہے وہ بالکل تعصب سے بری ہے اور سراسر انصاف پر مبنی ہے

افسوس ہے کہ میں بوجہ مصروفی امتحان ایل ایل بی مفصل ریویو اس قابل قدر مجموعے پر نہیں لکھ سکتا۔

حضرت مولف دام مجدہم سے معافی کا خواستگار ہوں اور امیدوار ہوں کہ یہ تالیف مقبول اہل علم و دانش ہو۔

عبد القوی فانی بی اے

(محمدن کالج علی گڑھ)

از جناب سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی

بی اے اڈیٹر اردوے معلیٰ علی گڑھ

مولوی محمد احسن اللہ خاں صاحب ثاقب مدیر رسالہ قند پارسی نظم و نثر

پارسی ہیں یادگار ارباب کمال ہیں، وہ مرحوم رسالہ (جو انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد دوبارہ زندہ ہوگا) جن لوگوں کی نظر سے گزرا ہوگا انہیں راقم حروف کی اس رائے کے تسلیم کرنے میں مطلق تامل نہوگا کہ اسوقت ہندوستان میں کوئی شخص آپ سے بہتر فارسی نثر نہیں لکھ سکتا۔

جناب موصوف کی اس اعلیٰ قابلیت نے ایک عرصہ دراز تک نگارش نظم و نثر اردو کی جانب متوجہ نہونے دیا، لیکن جب احباب کے اصرار سے آپنے اپنی مادری زبان کیطرف التفات فرمایا تو اس میں بھی اپنے مذاق صحیح کی اعانت سے وہ وہ جوہر دکھائے کہ تھوڑے ہی دنوں میں تمام ارباب نظر کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔

نظم اردو میں آپ کی غزلیں اردوئے معلیٰ کے ہر پرچے میں نظر افروز اہل بینش ہوتی رہتی ہیں، رہی نثر اردو اس میں آپ کا تازہ ترین کارنامہ وہ دلچسپ دیباچہ ہے جو آپ نے مکتوبات زیر نظر کے آغاز میں درج کیا ہے اس دیباچے کے پہلے حصے میں امیر مینائی مرحوم کے سوانح زندگی لکھے ہیں، اور دوسرے میں داغ و امیر کے کلام کا موازنہ ہے۔

یوں تو حضرت ثاقب کی کل تحریر مضمون کے لحاظ سے نہایت دل پذیر اور عبارت کی حیثیت سے بغایت مضبوط و بے عیب ہے لیکن بعض بعض موقعوں پر خیال کی لطافت اور الفاظ کی خوبی نے ایسی دلفریب صورت اختیار کی ہے کہ آپ کے منتخب فقرے اس قابل ہیں کہ اردو لٹریچر کا بہترین نمونہ قرار دئیے جائیں، مثلاً امیر مرحوم کے اخلاق و عادات کی نسبت لکھا ہے

کہ "وہ نہایت نیک طینت، پاک صورت، پاکیزہ سیرت ایک عالم نور تھے......
......" جامع مکتوبات نے ایک مرتبہ استاد کے حضور میں جناب قبلہ محسن کاکوروی
علیہ الرحمتہ کی سخن آفرینی اور بلاغت کلام کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ ان کا کلام
ایک عالم ہی خیالات نادرہ کا کہ اس کو دیکھکر انسان حیران ہوتا ہے اور انکا
ہر شعر معراج بلاغت ہے"

دیوان ناظم والی رامپور کی توصیف ان الفاظ میں کی ہے کہ "شادابی خیال،
نوی ترکیب، جدت مضمون، لطافت زبان اور متانت بیان اس دلفریب کا
زیور ہے دیوان نہیں معنی زار خوبی اور نگارستان محبوبی ہے" اس موقع پر
ایک نوٹ بھی دیا ہے جو بجائے خود حسن تحریر کا ایک اچھا نمونہ ہے فرماتے ہیں
کہ "خاکسار کو جولائی ۱۹۱۰ء میں خوابیدگان نزہتگاہ تقدس کی توجہ اور

فرخندہ جہاں بے مثالی — ممدوح ادنے و اعالی
پیرایۂ صدق و مایۂ فضل — شمس العلما جناب حالی

کا اشتیاق زیارت پانی پت لے گیا میں ایک روز یہ مسودہ ان کو سنا رہا
تھا جب اس مقام پر پہنچا تو مولانا نے فرمایا کہ "نواب مصطفےٰ خاں صاحب
شیفتہ فرماتے تھے کہ "ایک روز مرزا غالب نے مجھے یہ مطلع سنایا میں نے
بہت تعریف کی تو فرمایا کہ "بھیا میں تو یہ شعر ناظم کو دے چکا" مطلع

خوشی جینے کی کیا مرنے کا غم کیا — ہماری زندگی کیا اور ہم کیا"

آخر میں استاد کی خبر وفات کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے کہ "افسوس! وہ نورانی
چہرہ جہاں فن و ہنر زیر خاک اور وہ صحبت دلآرا و جاں پرور خواب فراموش

ہوگئی........ انا للہ وانا الیہ راجعون"۔

موازنۂ امیر و داغ میں ہمکو حضرت ثاقب کی رائے سے یہاں تک بالکل اتفاق ہے کہ "حضرت کی (یعنی امیر مرحوم کی حسرت) طبیعت میں جدت کم ہے اور کلام میں سوز و گداز بھی البتہ شکوہ الفاظ، متانت بیان اور شاعرانہ لطافت ان کے اشعار میں ایسی ہے کہ جو داغ کے کلام میں نہیں پائی جاتی، وہ اصناف سخن پر قادر اور استاد ماہر ہیں، قصائد باشوکت و فر کہتے ہیں اور سخنور باسرمایہ صاحب علم و فضل ہیں، داغ ان اوصاف سے معرا ہیں" لیکن جب آگے چلکر آپ یہ کہتے ہیں کہ "آخر عمر میں استاد نے داغ کے رنگ کلام اور قبول عام کو دیکھکر زبان کی صفائی اور تاثیر کے پیدا کرنے میں کوشش کی........ تاہم صنمخانۂ عشق کی جلوہ آرائی گلزار داغ کی شادابی کو نہیں پہنچی" تو ہم اظہار اختلاف پر مجبور ہو جاتے ہیں، ہمارے نزدیک امیر مرحوم کا آخر عمر میں صفائی زبان کی طرف زیادہ متوجہ ہونا اقتضائے وقت کی بنا پر تھا جسنے داغ و امیر کی ملاقات کے قبل ہی سے لکھنؤ کے انداز تصنع اور رعایت پرستی کو نامقبول اور سلاست بیان کو مرغوب اہل نظر بنا نا شروع کر دیا تھا، ثبوت کیلئے سلسلۂ ناسخ میں عشق و تعشق جلال اور متاخرین میں کامل لکھنوی، مشتاق لکھنوی، حبیب کنتوری اور مولوی علی حید صاحب نظم لکھنوی کے دیوان اور ہمارے ہمعصروں میں صفی لکھنوی، محشر لکھنوی اور عزیز لکھنوی کی غزلیں ملاحظہ طلب ہیں کہ ان سب کا کلام ناسخ و رشک کے خشک و بے رنگ انداز سے بالکل جدا ہے اور آنحالیکہ ان میں سے کسی کی نسبت تقلید داغ کا شبہ تک نہیں ہو سکتا، پھر بھی صفائی زبان کے باب میں امیر مرحوم کی نسبت تقلید داغ

سکے شبہے کو ہم بعید از قیاس نہیں کہہ سکتے لیکن حضرت ثاقب کے قول کا دوسرا حصہ کہ کلام میں تاثیر پیدا کرنے کی کوشش میں بھی امیر داغ کے مقلد تھے صریحاً غلط ہے قیاس یہ چاہتا ہے کہ حضرت ثاقب نے قول عوام کے وثوق پر داغ کی شاعری کو عاشقانہ اور اس لیے پر تاثیر تسلیم کر لیا - حالانکہ ان صفات سے اس مرحوم کا کلام بالکل معرا ہے -

حقیقت حال یہ ہے کہ عاشقانہ شاعری کی دو قسمیں ہیں اول وہ جس میں جذبات شوق کی صحیح کیفیت نگاہ حق شناس کے روبرو عشق کو خدا نمائی کی اس شان میں پیش کرتی ہے جس کی نسبت نظامی نے "ہو اللہ" فرمایا اور جسے مولانائے روم نے اپنی تمام علتوں کی دوا قرار دیا ایسی شاعری کی ایک سرحد تصوف اور عشق حقیقی کے قریب اور دوسری عشق مجازی اور پاک محبت سے ملحق ہوا کرتی ہے

اردو زبان میں تصوف اور عشق کا مذاق شاذ ہے البتہ محبت کے جذبات میر و مصحفی یا درد و قائم کے کلام میں اکثر پائے جاتے ہیں مثلاً

میر

مشہور ہیں عالم میں تو کیا ہیں بھی کہیں ہم — القصہ نہ در پے ہو ہمارے کہ نہیں ہم

بیٹھے تھے میر یار کے دیدار کو سو ہم — اپنا یہ حال کر گئے اٹھتے اک نگاہ میں

خاک حسرت زدگاں سے تو گزر ڈر ہوس — ان ستم کشتوں کا ہر عضو تمنا کیا ہو

دم مرگ دشوار دی جان اُن نے — مگر میر کو آرزو تھی کسو کی

ہلاتا ہی آسماں لیے کوچے سے یار کے — آتا ہی جی بہر در و دیوار دیکھ کر
جی میں تھا اس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے میر — پر جب ملے تو رہ گئے ناچار دیکھ کر

مصحفی

دیکھ اس کو اک آہ ہمنے کرلی — حسرت سے نگاہ ہم نے کرلی
جب اس نے چلائی تیغ ہم پر — ہاتوں کی پناہ ہم نے کرلی
حسن اس کا اب سماں کچھ اور دکھلانے لگا — چاند سا پردے سے وہ مکھڑا نکل آنے لگا
یا وہ عالم تھا کہ کوئی اس سے واقف ہی نہ تھا — یا یہ عالم ہے کہ عالم اس پہ مر جانے لگا
ہم مصحفی کو چھوڑ کے بسمل چلے گئے — رخصت حیا نے اتنی نہ دی پھر کے دیکھنا
ترے کوچے ہر بہانے مجھے دن سے رات کرنا — کبھی اس سے بات کرنا کبھی اس سے بات کرنا
نہ دیکھے جسکے پل میں آنکھیں بھر آیاں ہوں — کیا قہر ہی جو اس سے برسوں جدائیاں ہوں

خواجہ میر درد رح

جان پہ کھیلا ہوں میرا جگر دیکھنا — جی نزع ہی پار ہے مجھکو ادھر دیکھنا
سو بھی نہ تو کوئی دم دیکھ سکا ای فلک — اور تو یاں کچھ نہ تھا ایک مگر دیکھنا
ہستی کو جو یار جلوہ فرما نہ دیکھا — پھرا بھرے ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا
اذیت، مصیبت، ملامت، بلائیں — ترے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا
ہر چند تجھے صبر نہیں درد ولیکن — اتنا بھی نہ ملیو کہ وہ بدنام کہیں ہو
درد اپنے حال سے تجھے آگاہ کیا کرے — جو سانس بھی نہ لے سکے سو آہ کیا کرے

دل دے چکا ہوں اس بت کافر کے ہاتھ میں — اب میرے حق میں دیکھئے اللہ کیا کرے

قائم

بیدماغی سے نہ اس تک دل رنجور گیا — مرتبہ عشق کا یاں حسن سے بھی دور گیا
سر سری جس کو خبر تیری صبا سے پہنچی — گل کی مانند وہ اس باغ سے مسرور گیا

ہم ہیں جنہوں نے نام چمن بو نہیں کیا — آئی صبا جدھر سے ادھر رو نہیں کیا
اے نزع پھر قریب ہی شام شب فراق — یہ مرحلہ تو اب تئیں یکسو نہیں کیا

قائم آتا ہے مجھے رحم جوانی پہ تری — مر چکے ہیں ہی آزار کے بیمار بہت

قبول عذر تو واں ہو جہاں ملال ہی ہو — بجان پاک صفایاں جو کچھ خیال ہی ہو

موجودہ شعرا میں اگر یہ رنگ سخن دیکھنا ہو تو شاد، صفی، عزیز و محشر، ضامن و وحشت، نظم و ثاقب (مولف مکتوبات امیر) کی غزلیں ملاحظہ فرمائیے کہ مذاق صحیح انہیں لوگوں کے دم سے قائم ہے۔

عاشقانہ شاعری کی دوسری قسم وہ ہے جس میں پاک اور بے لوث عشق کے بجائے ہوس پرستی کے جذبات کی صحیح تصویر کھینچی گئی ہو جس کے نمونے جرات، میاں نظیر اور انشا کے کلام میں بکثرت ملتے ہیں۔ مثلاً

جرات

بس اب چھوڑ دیا ہے گھر سے نکل کے آنا — یا وہ راتوں کو سدا بھیس بدل کر آنا
گالیاں دینے لگے نام مرا لے لے تم — کچھ مری چاہ کے کھل جاتے ہی کھل کھیلے تم

سر نکلتے ہی وہ سب گئے ساحل سے ہم آغوش — اور مجھدار اسکو کشتی میں بٹھا کر لے گئے

ملتے جو اشارے سے رکھا گھر کسی نے — سو باتیں سنائیں مجھے منہ پھیر کسی نے
چھینٹے غیروں سے جو کل آپ نے پانی کے — پڑ گئے سیکڑوں بس ہم پہ گھڑے پانی کے
جب یہ سنتے ہیں کہ ہمسایہ میں آپ آئے ہوئے — کیا در و بام پہ ہم پھرتے ہیں گھبرائے ہوئے
کل واقف راز اپنے سے کہتا تھا وہ یہ بات — جرات کے یہاں رات جو مہمان گئے ہم
کیا جانئے کمبخت نے کیا ہم پہ کیا سحر — جو بات نہ تھی ماننے کی مان گئے ہم

انشا

اب تو اگلی سی طرح کا نہیں گہرا پردا — رہ گیا آپ میں اور ہم میں اکہرا پردا
ترلے کا یہ پہنا اس پری نے تاش کا جوڑا — کہ اڑ لگا فلک پر طائر شاباش کا جوڑا
کچھ اشارہ جو کیا ہم نے ملاقات کے وقت — ٹال کر کہنے لگے دن ہے ابھی اتنے وقت
کھینچ لے کاش وہ پری اپنے مجھے لحاف میں — یا کہ بلا سے پھینک دے پردہ کوہ قاف میں
دے ایک شب کو اپنی مجھے زردشال تو — ہے مجھکو سونگھنے کی ہوس سو نکال تو
کنایہ اور ڈھب کا اس بھری مجلس میں مت کیجے — اجی سب تاڑ جائیں گے نہ ایسا تو ستم کیجے
دیکھکر وہ لپٹے گرد اس دہن کے ڈنگی — اللہ کھڑے ہوتے ہیں اپنے تو بدن کے رونگٹے

ان دونوں قسموں کے سوا عاشقانہ شاعری کی اور کوئی قسم نہیں ہے اور صاف ظاہر ہے کہ داغ و امیر کی سخن سنجی کو ہم نہ قسم اول میں شامل کر سکتے ہیں نہ قسم دوم میں

اس میں شک نہیں کہ داغ کے چاروں دیوانوں سے چند منتخب شعر ایسے ضرور نکل سکتے ہیں جن پر جرات یا انشا کی شاعری کا شبہ ہو سکتا ہے مثلاً

ہم ان کو گزرتے جاتے ہیں   سنتے جاتے ہیں ڈرتے جاتے ہیں

یہ بھی تم جانتے ہو چند ملاقاتوں میں   آزمایا ہے تمہیں ہمنے کئی باتوں میں

ادھر جاؤں ادھر جاؤں کدھر جاؤں حقیقت میں   جب سے اپنے دیکھا پایا نہ کہاں جی لگتا

دو ہی دور سے اقرار ہوا کرتے ہیں   روز اشارے سے سر دیوار ہوا کرتے ہیں

سوال وصل پہ اے داغ دل کی گئی دل میں   کہا منہ پھیر کر ظالم نے ایسا ہو نہیں سکتا

اسی طرح تلاش سے صنمخانۂ عشق گوہر انتخاب اور جوہر انتخاب سے امیر کے بھی چند شعر ایسے چنے جا سکتے ہیں جن کا انداز میر و مصحفی کے رنگ سے ملتا جلتا ہو مثلاً

روکنا فرقت میں اشکوں کا نہیں اچھا امیر   چار دن کے ضبط میں دیکھو تو کیا عالم ہوا

بت بن کے وقت نزع نہ بالین پہ میرے بیٹھ   ہوتا ہے آج خاتمہ گفت و شنید کا

انصاف جو یار خدا سے طلب کیا   تم نے بھی اے امیر یہ ہی غضب کیا

وہ سرمہ بھری آنکھیں فتنہ ہیں کہ جادو ہیں   کتنوں کو لگا کے کہا کتنوں کو سنا کے کہا

وہ آئے کھینچ کے تلوار سب کو شاد کیا   امیر تم بہت ہمنے تم کو یاد کیا

سمجھے کہ عرض حال کرے گا ضرور امیر   دربار اس کے آتے ہی برخاست کر دیا

کرتے تو ہو سوال امیر اس سے حشر میں   اور اس کو گر جواب نہ آیا تو پھر کہو

ہے آج جو سر گذشت اپنی   کل اس کی کہانیاں بنیں گی

کچھ شرم نہیں خلق پہ انکو گراں ہے   سمجھے ہوئے ہیں تاب نظر انکو کہاں ہے

وہ ہونہ اسی بات میں الفت کا حال کچھ   اک دم تھی قدیم سو موقوف ہو گئی

غالباً اسی قسم کی چند شالوں پر نظر کرکے حضرت ثاقب نے امیر و

ان کے کلام کی نسبت ایک دوسرے مقام پر یہ رائے ظاہر کی ہے "اعلیٰ جذبات اور خیالات سے استاذ امیر کا کلام مالامال ہے برخلاف اس کے ادنیٰ جذبات اور خیالات مرزا داغ کی شاعری کا سرمایہ ہیں۔ داغ نے عشق سے مراد ہوسناکی اور نفس پرستی لی ہے اس لیے ان کی شاعری میں جذبات عالیہ نہیں ہے۔ جذبات عالیہ کا تعلق حسن و عشق سے ہے اور داغ کے اشعار خواہشات نفسانی اور جذبات حیوانی سے لبریز ہیں"

لیکن امر واقعی یہ ہے کہ جرات و انشا کی طرح نہ داغ کی شاعری عیاشانہ ہے نہ میر و درد کی مانند امیر کا کلام عارفانہ اور یہ جو چند شعر داغ و امیر کے بطور نمونہ نقل کئے گئے ہیں ان کو از قبیل مستثنیات سمجھنا چاہئے جنکی بنا پر دونوں کی شاعری پر بحیثیت مجموعی کوئی رائے قائم کرنا خطا ہے۔ سوز و گداز کی دولت سے عموماً دونوں کا کلام محروم ہے اور عاشقانہ شاعری کا اطلاق ان دونوں میں سے کسی کی شاعری پر نہیں ہو سکتا۔

امیر کے اشعار میں مضمون کی بلندی، خیال کی نزاکت، بیان کی متانت اور زبان کی صحت، غرضکہ پختگی کلام کے تمام لوازمات موجود ہوتے ہیں۔ لیکن شاعری کی جان یعنی تاثیر کی عدم موجودگی کے باعث سے ان کی حیثیت ایک حسین مگر بے روح جسد سے زیادہ نہیں قرار پا سکتی جس کو اس باب میں کچھ شبہ ہو وہ مرآۃ الغیب اور امیر مرحوم کا نعتیہ دیوان دیکھ لے کہ اس مجموعۂ بے لطف و بے رنگ میں دس بیس شعر بھی ایسے نہ نکلیں گے جن سے اہل دل کے قلوب کو سرور اور ارباب نظر کی

آنکھوں کو نور حاصل ہو سکے

اسی طرح داغ کے اشعار میں زبان کی صفائی محاورہ اردو کی بے تکلفی بیان کی شوخی اور الفاظ کی پسندیدہ تکرار یا الٹ پلٹ غرضکہ شعر کی ظاہری خوبی کا تمام سامان فراہم ہوتا ہی لیکن وہ بات جسے ہم عشق کے جذبات عالیہ کے لیے سرمایہ شادمانی کہہ سکیں اس کا یہاں بھی نشان نہیں ملتا!

جذبات روحانی تو درکنار ہم یہ کہتے ہیں کہ داغ نے خواہشات نفسانی کی بھی صحیح تصویر بہت کم کھینچی ہی جرات و انشا کے ہاں اس قسم کے خیالات میں چونکہ صداقت کا رنگ موجود ہوتا ہی اس لیے ان کی غیر متین اور غیر مہذب شاعری بھی حسن سے خالی نہیں ہوتی کیونکہ حسن و صداقت کا لازم ملزوم ہونا مسلم ہی برخلاف اس کے داغ کی معاملہ بندیوں اور عیاشانہ چو چلوں کو تصنع کا عیب اسقدر مبتذل اور بدنما کر دیتا ہی کہ مذاق صحیح ان سے کسی طرح لذت یاب نہیں ہو سکتا مثلاً

تمہیں کب صبر ہی بیٹھے ہوئے تم ایک گیا ۱ وہ ہرجائی اگر ہی داغ ہو تم بھی تو آوارہ

چراغ ہم نے جلاتے ہیں آج سارے دن ۲ کسی کے جاتے ہی گھر میں ہوئی وہ تاریکی

تمام رات کہیں ہو کہیں گزارے دن ۳ تمہاری طرح ہی ہوگا نہ کوئی ہرجائی

آ ادھر میں ترے قربان کہاں جاتا ہے ۴ وہ بھی دن یاد ہیں یہ کہکے مناتی تھی مجھے

تجھ سے کچھ جان نہ پہچان کہاں جاتا ہے ۵ غیر جاتا تھا وہاں میں نے یہ کہکر روکا

تیرا وہ بچھا ہوا سامان کہاں جاتا ہے ۶ بزم سے اٹھ کے جو گھبرا کر چلا میں تو کہا

آج یہ عید کا سامان کہاں جاتا ہے ۷ داغ تم نے تو بڑی دھوم سے تیاری کی

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ دوسرے اور چھٹے شعر کے مقابلہ میں ساتواں شعر کسقدر لطیف اور پسندیدہ ہے سبب اس کا صرف اسقدر ہے کہ ساتویں شعر کا مضمون حقیقت حال سے بہت قریب ہے درآنحالیکہ پہلے دو شعروں کا معاملہ صداقت سے بالکل خالی نظر آتا ہے

وہ مجھے قتل کرکے کہتے ہیں ۸ مانتا ہی نہ تھا یہ کیا کہیے

شہر در شہر ہیں ترے عاشق ۹ کہیں دس بیس سو پچاس کہیں

داغ کو دیکھکر وہ کہتے ہیں ۱۰ یہ مرے گا بھی بیحیا کہ نہیں

ہمارے اس طول طویل بیان سے کوئی صاحب یہ نتیجہ نہ نکالیں کہ ہم امیر و داغ کی شاعری کو کسی حیثیت سے پسند ہی نہیں کرتے یا ہم کو ان دونوں کے استاد ہونے سے انکار ہے درحقیقت ان دونوں میں سے کوئی خیال صحیح نہوگا ہم داغ و امیر دونوں کے استادی کے قائل ہیں اور ان کی شاعری کے دل سے قدر دان ہیں ہمارا دعوی صرف یہ ہے کہ سوز و گداز کے لحاظ سے ان دونوں کا کلام بیرنگ ہے اور عاشقانہ کہلانے کا مستحق نہیں

یہاں پر یہ سوال ہوسکتا ہے کہ یہ داغ کی شاعری کو مقبول عوام اور امیر کی سخن سنجی کو مقبول خواص ہونے کی سند کس بناء پر حاصل ہوئی اس کا جواب امیر کے متعلق حضرت ثاقب کے دیباچے میں موجود ہے کہ "جناب امیر کے کلام میں اگرچہ سوز و گداز کم ہے" ...... مگر ان کی "جامعیت اور اصناف سخن پر قدرت ایک امر مسلم ہے" اور ان کے کامل الفن ہونے میں کوئی کلام نہیں ان کی شاعری ہمارے لئے دلیل بن نہ ہوگی اور ان کی تصانیف

سے ہم کو بہت کچھ امید نفع کی ہی" اور یہی وجہ ہی ان کے خواص پسند ہونیکی
رہی مرزا داغ ان کے کلام کی بہی یہی کیفیت ہی کہ اس کی خوبی و پسندیدگی
کو اظہار جذبات علی و ادنی یا سوز گداز سے مطلق سروکار نہیں ہوتا" ہمارا
دعوی ہی کہ ان کے اچھے اشعار کی اگر ایک مکمل بیاض مرتب ہو تو صاف
ظاہر ہو جائے کہ ان کے پسندیدہ عوام و خواص ہونیکا دار و مدار ہمیشہ
مندرجہ ذیل چار خصوصیات ہیں سے کسی ایک پر ہوا کرتا ہی یعنی

(۱) زبان کی صفائی

مثلاً

دل کو اس عاجزی سے دیتا ہوں — کوئی جانے سوال کرتا ہے

کس نے کہا کہ داغ وفادار مر گیا — وہ ہاتھ مل کے کہتے ہیں کیا یا مر گیا

کس بیکسی سے داغ نے افسوس جان دی — بزم جگر تو سے فراق کے اشعار مر گیا

لب پہ دشنام تو وہ دل سے دعا دیتے ہیں — کھول کر منہ مجھے آپ بتا دیتے ہیں

آ کے یار محبت میں ذرا سیر کرو — لوگ کیا کرتے ہیں یا بیٹھے ہیں کیا دیتے ہیں

(۲) محاورہ اردو کی بے تکلفی

مثلاً

غم سے کہیں نجات ملے چین پائیں ہم — دل خون میں نہائے تو گنگا نہائیں ہم

کوئی تو محبت میں مجھے چھیڑ دیا اٹھا — تیری تو مشق ورد ہو کہ میں وہی خدا سے

خالی شعار اور وں سے چھڑ چیا ہیں — کیا جانے کون ہیں یہ کیا کیا کیا انہیں

دیکھتے ہیں جب مجھے محفل میں انہیں دشمن — خود کو تمہیں پوچھتے ہیں باتیں ہم

ہجر کی یہ رات کیسی رات ہے　　ایک میں ہوں یا خدا کی ذات ہے

(۳) بیان کی شوخی، مثلاً

یہ کیا کہا کہ داغ کو پہچانتے نہیں　　وہ ایک ہی تو شخص ہے تم جانتے نہیں

گر آج قیامت ہی تو میں داد طلب ہوں　　دھوکا تو مجھے روز جدائی نہیں دیتا

یہ طور دل چرا کے ہوا اس نگاہ کا　　جیسے قسم کے وقت ہو جھوٹے گواہ کا

ہے پاس وفا کی کاش تم مقدار ٹھہرا لو　　کہ اتنا مجھ سے ہو سکتا ہے اتنا ہو نہیں سکتا

یہ کیا کہا کہ میری بلا بھی نہ آئے گی　　کیا تم نہ آؤ گے تو قضا بھی نہ آئے گی

(۴) الفاظ کی تکرار اور الٹ پلٹ مثلاً

بیمثل کیا اس بت کافر کو خدا نے　　سمجھے کہ نہ سمجھے کوئی جانے کہ نہ جانے

ہم باوفا ہیں یہ کسی نادان سے کہو　　ایمان کی جو بات ہے ایمان سے کہو

شکایت دوست کر سکتے ہیں تیری کر نہیں سکتے　　کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے ایسا ہو نہیں سکتا

چلے گی داور محشر کے آگے دو بدو کیا کیا　　کہونگا تجھکو میں کیا کیا کہیگا مجھکو تو کیا کیا

الٰہی عاشقی میں ہم بڑے تقدیر والے ہیں　　سنے ہیں خوش گلو کیا کیا چنے ہیں خوبرو کیا کیا

آخر میں ایک بات ہم کو اور کہنا ہے وہ یہ کہ حضرت ثاقب کی تحریر سے کہیں صاف طور پر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ امیر و داغ میں سے بحیثیت مجموعی وہ ترجیح کس کو دیتے ہیں لیکن نمونے کلام سے اتنا ضرور مترشح ہوتا ہے کہ آپ کا رجحان امیری کی جانب زیادہ ہے ہمارے خیال میں شاعری

کے لحاظ سے دونوں کا رتبہ برابر ہے[1] لیکن کامل الفن ہونے کی حیثیت سے امیر، داغ سے بدرجہا فایق ہیں۔

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا وہ دیباچۂ مکتوبات سے متعلق تھا اصل کتاب کی نسبت ہم کو صرف اس قدر اور کہنا ہے کہ ان مکتوبات کو جمع کرکے حضرت ثاقب نے اپنے واجب التعظیم استاد کا حق شاگردی ادا کرنے کے علاوہ اردو زبان کی بھی ایک نمایاں خدمت انجام دی ہے۔

اول اس لحاظ سے کہ بقول مولانا حالی "کسی مصنف کی وفات کے بعد اس کے مکتوبات کا فراہم کرنا درحقیقت اس کی سوانح عمری کا ایک مہتم بالشان حصہ قلمبند کر دینا ہے کیونکہ انسان کے اخلاق اور جذبات کا انکشاف جیسا اسکی بے تکلفانہ خط کتابت سے ہو سکتا ہے ایسا کسی اور چیز سے نہیں ہو سکتا اسی واسطے مکتوب کو نصف ملاقات قرار دیا گیا ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ جب اس کا وجود عنصری خاک میں پنہاں ہو گیا اور اس سے ملنے کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہا اب اس کی ملاقات محض اس کی خط و کتابت پر منحصر ہے اور بس"

دوسرے اس لیے کہ بقول حضرت ثاقب "جو لوگ طالبان فن انشا ہیں ان کے واسطے یہ خطوط استاد شفیق کا کام دیں گے زبان کی فصاحت و متانت، معاملہ نگاری، مختصر نویسی، ہر بات کی تحقیق، صحت و خطا کی احتیاط یہ تمام باتیں، اور غور کرنے والوں کو ان سے بہت زیادہ، یہ تحریریں تعلیم دینگی"

ان امور کے علاوہ احباب سے اخلاص، تلامذہ کے ساتھ شفقت، عزیزوں سے محبت، تقوی، صبر و رضا، استقلال، اور دوسری پاکیزہ

[1] [illegible] قرار دیا ہے یا [illegible] ... قرار دیا گیا ہے صحیح نہیں ہے۔ حضرت [illegible]

صفات کا سبق بھی حاصل ہوگا۔"

مثال کے طور پر ہم مکتوبات امیر سے چند فقرے اور عبارتیں نقل کرکے اس طویل تقریظ کو ختم کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:-

حکیم برہم کے نام" میں اکثر اوقات دعائے صحت و لخواہ میں مصروف رہتا ہوں، مجیب الدعوات مستجاب فرمائے۔" "تم سا رسا آدمی ۹۹۹ ہزا اب تک اس باب میں حسن کارگزاری کا پتہ نہیں۔" "اب جو تم نے اپنی ملاقات سے مسرور کرنے کا وعدہ کیا ہے، خدا تمہارے وعدہ کو پورا کرے جو تمہارا وعدہ ہے وہی میری تمنا ہے اور اپنی تمنا کو پورا ہوتے میں نے بہت کم دیکھا ہے۔ اس لیے اس وعدے سے دل کو پوری خوشی نہیں ہوسکتی۔"

"مایقر، کا استعمال خط و کتابت کے ساتھ ہی جیسے کہیں فلاں شخص کا خط مایقر ہی خوشنویس نہیں، اور کسی چیز کے ساتھ استعمال میں نے نہیں سنا۔ بحر نے جو ایک شعر میں ؎

اب مجھسے الیتام کی باتیں نہ کیجئے ۔۔۔ دل تم سے ہٹ گیا جگر افگار ہوگیا

مصرع اولیٰ میں کیجئے کے ساتھ خطاب کیا ہے اور دوسرے مصرع میں تم سے یہ بحر پر موقوف نہیں بلکہ اس زمانے تک اکثر معاصرین بحر جن کا شمار اساتذہ میں ہے اس کے تارک نہ تھے۔ ان کے بعد متاخرین نے اس اختلاف خطابات سے احتراز کیا میں بھی انہیں تارکین میں ہوں۔"

؎ شاعرانہ نثر کی پسندیدہ مثال ملاحظہ طلب ہے ۱۲ حسرت

"میاں برہم اب خط لکھا ہے تو لکھتے رہو، پھر ایسا غوطہ نہ لگانا کہ مہینوں کی خبر نہ لو" "خدا کرے اس خط کے پہنچنے تک تمہاری طبیعت صاف ہو گئی ہو اور مژدۂ صحت دلخواہ جلد سامعہ نوازی کرے" "خداوند تعالیٰ ہمیشہ آپ کو رسا اور کامروا رکھے، میں بھی حسن یاد آوری کا شکر گزار ہوں۔ باتیں یہاں بھی دسویں صفر سے جوشاں جوش ہے" "صنم خانۂ عشق کو نظر ثانی سے میں نے مکمل و مہذب کر لیا ہے کچھ کسر باقی ہے...... یہ دیوان دیوان اول سے بدرجہا اولیٰ تر ہے باعتبار زبان اور مزے کے اور باعتبار بلاغت کے بھی"

حکیم عابد علی صاحب کو خط کے نام "مدفن بکسر فا لغۃً صحیح ہے موزوں کرنے کو کون منع کرتا ہے اچھا نہ معلوم ہونے کے میں نے بھی کبھی نہیں کہا خود آتش [illegible] نے موزوں کیا تھا، بہت چرچا رہا، مگر جیت انہیں کی ہی کہ لفظ صحیح ہے چپقلش بمعنی جنگ شمشیر غیاث میں بفتح لام ہے اور اردو میں بکسر لام [illegible] کے معنوں میں ہے خانہ کعبہ کا ترجمہ کعبے کا گھر بالکل مستعمل نہیں ورنہ بہت برا معلوم ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ ترکیب اضافی نہیں ہے ترکیب توصیفی یا بدل مبدل منہ ہے پھر کعبے کا گھر کیونکر درست ہوگا آپ کسی سے تو ڈرتے نہیں اور سمجھیے کہ غلط ہے ہاں معتبرین کے کلام میں نکلے تو خیر اگر کوئی آپ سے پوچھتا ہے تو سمجھا دیجیے کہ میرا تو یہ خیال ہے پھر وہ تاویلات کرے تو چپ ہو رہیے"

"[illegible] نا اور گزرنا دونوں صحیح ہیں مگر [illegible] شعرا کے کلام میں نہیں پایا [illegible] سے لکھنؤ گھر [illegible] تو ترجیح [illegible] پسند اہل [illegible] کے معنی میں [illegible]

زبان ہے اب میرے نزدیک بھی مستحسن الترک ہے مہیں میں ہی کی جگہ بول چال میں چاہیے آجاتا ہو مگر کسی معتبر کلام میں اب تک نظر سے نہیں گزرا، حکم اس کو استعمال کا نہیں دیا جا سکتا حضرت امیر مرحوم کی نظر سے آپ کے شعر میں نہیں معلوم کیونکر رہ گیا اور میں نے بھی اسے دیکھا ہے تو سوا اپنے سہو نظر کے اور کیا کہا جائے، انکھڑیاں چشم معشوق کے لیے مخصوص ہے اور یہ لفظ مجھے پسند ہے بھدنا لفظ نہیں ہے بدہنا ہے اور سرایت کرنے کے معنی میں مستعمل ہے صباسہ

شور جس کا ہے وہ ہے عشق جنون زا دل میں + بدہ گیا ہے کہیں حسن کا سودا دل میں

حضرت زاہد سہارنپوری کے نام "عین الانسان وانسان العین پیارے زاہد حسین صانکم اللہ عن کل شین، ۹ ستمبر کی تحریر سعادت خمیر نورافروز نظر ہوئی" "دمل" لفظ عربی ہے دمامیل اس کی جمع ہے دنبل صحیح نہیں آپ کے قلم سے کسی جگہ یونہیں نکلا لہٰذا اطلاع لکھا گیا" "اب بتانے کی بات رہی کہ مشتری ستارہ مذکر ہے یا مونث، واضح ہو کہ یہ ستارہ مونث ہے اور جہاں کہیں سخندانوں اور سخنوروں نے استعمال بتذکیر کیا ہے وہاں ستارہ مقصود نہیں ہے جس کو مشتری سے تشبیہ دی ہے جیسے ناسخ کے اس مطلع پر سہ

بلبل ہوں بوستان جناب امیر کا | روح القدس ہے نام میرے ہم صفیر کا

ان کے شاگرد رشید مرزا محمد رضا برق نے جو مصرع لگائے ہیں اس میں قمری کو جس کی تانیث میں کسی کو اختلاف نہیں ہے بتذکیر استعمال کیا ہے تو بات یہی ہے کہ وہاں قمری طائر مقصود نہیں ہے وہ تضمین یہ ہے،

پروانہ ہوں ازل سے سراج منیر کا ۔ قمری ہوں سرو باغ علی کبیر کا
میں نغمہ سنج ہوں چمن بے نظیر کا ۔ بلبل ہوں بوستان انخ

جہاں تاریخ میں زہرہ کے ساتھ مشتری کا لفظ آئے گا وہاں مشتری سے دولہا ہی مقصود ہوگا جیسے قمری سے برق کے شعر میں عاشق یا خود متکلم و مصنف مراد ہے"

جامع مکتوبات حضرت ثاقب کے نام "اگر اردو زبان میں کچھ موزوں کرنے کا اتفاق ہوتا ہو تو طرح دامن گلچیں میں طبع آزمائی ضرور فرمائی جائے کہ اس کی رونق بڑھے اور ترتیب حروف تہجی میں آپ کے تخلص سے ثائے مثلثہ کا گھر آباد ہو کہ وہ ویران پڑا ہے" تذکرہ انتخاب یادگار حسب فرمایش سرکار مرتب ہوا اور چھپکر سرکار میں داخل ہو ۔ میں اپنی تالیفات کو اس قابل نہیں جانتا کہ ہدیہ احباب کروں علی الخصوص یہ تذکرہ جس میں مجھکو حالات نگاری اور انتخاب اشعار میں ایسی مداخلت ہے جیسے قلم کو دست کاتب میں"

فصیح الملک مرزا داغ کے نام "میاں کبھی کسی مزار پر انوار پر جانا ہو تو ذرا اس سیہ کار کے حق میں بھی دعائے حسن خاتم کرلو ہر نفس نفس واپسیں ہی دیکھنا چاہئے کیا معاملہ پیش آتا ہے" بہیات ہے داغ! افسوس کہ میں نے جیدہ سے کوئی ساعت آپ کی خدائی طرف مشغولی کی نہ سنی"

اے میرے اللہ مجھ ناصح بے معنی کو جو خود نصیحت ہے اور داغ کو نصیحت کر رہا ہے محض اپنے فضل و کرم سے اپنے مرضیات میں کوشش کی توفیق دے

اور میرے سب عزیزوں دوستوں کی عمر و نیکا خزانہ بہی اپنے انوار رحمت سے بہر دیئے آمین"

مولوی نور الحسن خلف حضرت محسن کاکوروی کے نام "مسالا معلوم ہوتا ہی کہ مصالح کا مفرد ہی جو عربی میں مصلحتہ کی جمع ہی اور فارس والے ہر چیز کی تیاری کے لوازم اور ضروریات کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور یہی محل استعمال ہندیوں کے یہاں بہی ہی جیسے عمارت کے لیے چونا سرخی وغیرہ تالیف کے لیے وہ کتابیں وغیرہ جن سے اُس تالیف میں مدد مل سکے کپڑوں کی رونق اور چمک دمک کے لیے گوٹا پٹھا بنت کناری کہانے کے لئے لونگ الائچی دہنیا مرچ بال دہونے کا مسالا محرم کا مسالا مسانے کا تیل دلی والے اصل کی طرف جاتے ہیں مگر چونکہ زبان پر مصالحہ نہیں ہی یعنی کوئی یہ نہیں بولتا کہ گوشت کا مصالحہ نہیں لیا گرم مصالح ہو گیا ترکاری میں مصالح کم پڑا۔ ابکے محرم کا مصالح ہمکو نہیں ملا اسلیے میری راے ہی کہ اردو میں جو بولیں وہی لکہیں جسطرح مسالا بولتے ہیں اسیطرح لکہا بہی جائے اور یہی مشرب متوسطین و متاخرین شعراے لکہنو کا ہی جیسا رشک نے لغت میں لکہا ہی "مسالا بہیم مفتوح سین مہملہ و لام بالف کشیدہ ضروریات ہر چیز باشد کہ بدان ضروریات رونق ولذت آن چیز شود ظاہرا این لغت از مصالح باشد" اور ہی کی تقلید جلال نے بہی اپنے لغت گلشن فیض میں کی ہی میر مرحوم نے بہی یہی مشرب اختیار کیا ہی سہ

نمک چہڑکنے کو مانگے جراحت دل پر   جو دیکہے آپ کے موباف کا مسالا سانپ

کالا سانپ اور بالا سانپ زمین ہی ولہ سہ

کسی کے سینہ سوزاں تک گیا نشہ ہیں پہنچی ہی + کباب دل کی کچھ کچھ بو ہی کرتی کہ مستانے ہیں

لالے میں پیالے میں زمین پڑی اور جان صاحب کے ایک شعر سے

یہ بھی پتا چلتا ہی کہ محلات لکھنو میں بھی یہ بول چال تھی ؎

اے جان ایسا چھاتی سے پسنایا بھیچ کر انگیا کا میری سارا مسالا مسل گیا

حضرت صفیر بلگرامی نے تذکرہ جلوۂ خضر میں امیر مرحوم کا حال اور عظیم آباد میں حضرت شاد اور کے دولتکدے پر ان سے اپنی ملاقات کا ذکر درج کرکے ایک خط بھی نقل کیا ہی ہم اس مکتوب کو بھی اس مضمون میں شامل کئے دیتے ہیں وھو ہذا ۔

حضرت صفیر بلگرامی کے نام

بلبل شیراز و طوطی ہند کے ہمصفیر [illegible] ۔

سلام مسنون اخلاص و سپاس مشحون منہ [illegible] و بہار دل کی پرستاریوں نے مجھ سے جی بھر کے اُن آسایشوں کا عوض لیا جو میں نے طرف آنجناب کے سفر میں پائی تھیں وہ سرگذشت لکھوں تو خط مرثیہ ہو جائے کتنے ہی عزیز چل بسے خدا مغفرت کا اس اجمالی اطلاع سے مقصود یہ ہی کہ آپ اپنے تغیر نام کے امیر کو یہ نہ سمجھیں کہ وطن پہنچکر آپ کی مہربانیوں اور قدردانیوں کی لذت بھول گیا نہیں نہیں اُسے یاد ہیں امیر اللغات کے اصول سے متعلق ایک کاپی بھیجکر آپ کے دل و دماغ سے جواب مطلوب ہی کی آرزو ہی زیادہ حاجت تصدیع نہیں ۔

امیر احمد عفی عنہ

۹ دسمبر سنہ ۱۸۹۹ء

CALL No. ٨٩١٦٤٣٥
ACC. No. ٤٧٢٢
AUTHOR ثاقب، احسن اللہ خاں
TITLE خطوط منشی امیر

Date	No.	Date	No.

MAULANA AZAD LIBRARY
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:—

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1.00 per volume per day shall be charged for text-books and 10 Paise per volume per day for general books kept over-due.